سراج الابصار

مع ترجمہ و مقدمہ

از

مولانا مصطفیٰ صاحب
حضرت سیّد مصطفیٰ ضیا تشریف اللہی

۷۸۶

تصنیف عالم باللہ میاں عبد الملک سجاوندی

موسوم بہ

سراج الابصار

مع ترجمہ

از

حضرت سید مصطفیٰ صاحب تشریف اللّٰہی

(ملت مہدویہ کے لئے)

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی جعل من صلاح هذه الامة نصب الامام العادل واعلی ذکر من اختاره لولایتها فهو علی فی[1] العاجل والآجل احمده فی[2] البکر والاصائل واصلی علی نبیه محمد سید الاواخر والاوائل المختار من صفوة الاطائب والحال من صمیم العرب فی[3] اعلی الذوائب من شجرة مرة[4] بن کعب بن لوی بن غالب وعلی آله وازواجه اهل الشرف والمراتب المستطر ذکرهم فی الکتاب تسطیرا[5] المنزل فیهم انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا وعلی اصحابه المتحلین باخلاق السنیة المتزینین بخلاله[6] المرضیة خصوصا علی الامام الکامل المکمل الذی قد ضرب[7] علی المجرة قباب فضله ومد[8] علی نجوم السماء اطناب عدله فما تعد منقبة[9] الا والیه تحلیها[10] ولا یذکر کریمة[11] الا وله فضیلتها ولا یورد محمدة الا وله تفصیلها وجملتها ولا تستعظم

---

[1] فی العاجلة والآجلة (حاشیہ غ) [2] فی البکرة والآصال (ض) فی البکر والآصال (ف ط) [3] فی قوم اعلی بالذوائب (حاشیہ غ) فی اعلی بالذوائب کذا فی جمیع النسخ الا "ن و س" [4] مرة ابن کعب ابن لوی ابن غالب (ک - غ - ب - ص - ف - س) [5] تستطیرا (د - ش - ک - ت - [6] بخصاله المرضیة (ن) بخلاله المرضیة (غ - ل) [7] ضرب (ک - ط - غ - ف) [8] مدّ (د - ب - ش) [9] منقبة (ج - ن) [10] تحلیتها (ن) [11] کریمة (ج - ض - ل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب طرح کی حمد اللہ ہی کے لئے ہے جس نے امام عادل کے قیام کو اس امت کی صلاح و فلاح کا موجب بنایا اور جسکو اس امت کی ولایت کیلئے پسند کیا اس کے ذکر کو برتر ٹھرایا اسی بنا پر وہ دنیا و عقبیٰ میں عالی مرتبہ رکھتے ہیں میں اسکی ہر شام و سحر ستایش کرتا ہوں اور اس کے اُن نبی پر درود بھیجتا ہوں جو اولین و آخرین کے سردار ہیں جنہیں پاکیزہ ترین انساب کے برگزیدہ افراد میں سے چن لیا گیا ہے اور جو خالص عرب کے اعلیٰ مراتب والے خاندان (مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب) سے ہیں میں آپکے ان صاحب شرف و مراتب اہل بیت و ازواج مطہرات پر بھی درود بھیجتا ہوں جن کا ذکر کتاب اللہ میں وارد ہوا ہے اور جنکی شان میں آیہ تطہیر انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا (اے اہل بیت اللہ تم سے آلائش معاصی دور کرکے تمہیں بالکل پاک و پاکیزہ بنا دینا چاہتا ہے) نازل کیگئی ہے۔ میں آپ کے ان اصحاب کرام پر بھی نزول رحمت کی دعا کرتا ہوں جو آپکے روشن اخلاق سے مزین ہوئے اور آپکے پسندیدہ عادات سے اپنے نفوس کو آراستہ کیا بالخصوص اس امام کامل و مکمل پر درود بھیجتا ہوں جس کے فضل و کمال کے خیمے کہکشاں پر قایم کئے گئے ہیں۔ اور اس کے عدل و انصاف کی طنابیں نجوم فلک پر کھینچدی گئی ہیں۔ پس کوئی منقبت شمار نہیں کرائی جاسکتی جس سے وہ آراستہ نہوں اور کوئی ایسی خوبی ذکر نہیں کیجاسکتی جس کی فضیلت آپ سے وابستہ نہو۔ کوئی ستایش ایسی نہیں لائی جاسکتی جسکی تفصیل و اجمال آپ میں نہ ہو اور نہ کوئی روشن اور موجب عظمت

حالة[1] سنية الا ويظهر[2] عليه ادلتها وهو المهدى الموعود فى
اخر الزمان وانصرام الآوان **اما بعد**[3] فانى لما رايت رسالة
جاءت من مكة المشرفة منسوبة الى الشيخ المشتهر بعلى المتقى سميت
بالرد جعلها[4] الله كاسمها مردودة حاولت ان اكتب الرد على الرد لانى[5]
رايت فى كثير من مواضعها انحرافا عن الحق واعتسافا عن الصدق
وتعصبا من غير[6] اتقان وتكلما من[7] غير ايمان وسميته "سراج[8] الابصار
لرفع الظلم عن اهل الانكار" فاولها

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين والصلوة
والسلام على سيدنا محمد واله واصحابه[9] اجمعين وبعد[10] فهذه رسالة
سميتها بالرد على من حكم وقضى ان[11] المهدى الموعود قد جاء ومضى
اعلم رحمك الله لا شك ان وجود المهدى ثبت بالاحاديث والآثار
نحوا[12] من ثلاث مائة فصاعدا ثم طائفة فى بلاد الهند يعتقدون فى
شخص مات وله نحو خمسين سنة انه[13] هو المهدى الموعود۔

قلت لا حاجة بقى بل ينبغى ان يقول يعتقدون شخصا مات۔

قوله والاحاديث الصرائح تخالفه۔

قلت انما قال ذلك لقصور النظر فى احوال الاحاديث ومراتبها
ومعانيها من الصحيح والسقيم والقوى والضعيف والحقيقة

---

[1] حالة الا ويظهر عليه (غ) [2] تظهر (ك) [3] بعد فانى لما رايت (ل) [4] جعل الله (ط)
[5] انى (ض) [6] عن غير اتقان (ش-ب) [7] من غير الايمان (ج-د-ع) بعن غير ايمان
(ش) [8] بسراج (ط-ش-ج-د-ع) [9] وصحبه (ن-ص-ل) [10] وبعده (ش)
[11] بان (ش-ج-د-ع) ان المهدى الموعود جاء ومضى (ن) [12] نحو من
ثلاث مائة (ط) نحوا من ثلثمائة (ض) [13] انه المهدى الموعود (ن)

حالت ایسی ہے جس کے دلائل آپ کی ذات گرامی سے ظہور پذیر نہ ہوتے ہوں۔
اس امام کامل و مکمل سے میری مراد امام مہدی علیہ السلام ہیں جن کے آخر زمانہ میں تشریف لانے کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے مکہ معظمہ سے آیا ہوا ایک رسالہ مصنفہ شیخ علی متقی موسومہ بہ اَلرَّد دیکھکر (خدائے برتر اسے اسکے نام کی طرح مردود بنادے) یہہ ارادہ کیا ہے کہ اَلرَّد کے رد میں ایک رسالہ لکھوں اس لئے کہ مجھے اس میں اکثر مواقع پر حق سے انحراف سچائی سے تجاوز رکیک عصبیت اور بے ایمانی کی باتیں نظر آئیں۔ اور اپنے اس رسالہ کا نام میں نے "سراج الابصار لرفع الظلم عن اہل الانکار" (بینائیوں کا چراغ جو اہل انکار کی نظروں سے تاریکی کے پردے اٹھادے) رکھا ہے رسالہ اَلرَّد کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمام ستائشیں اللہ کے لئے ثابت ہیں جو تمام جہاں کا پروردگار ہے اور صلوٰۃ اور سلامتی نازل ہو ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل و اصحاب پر سب پر۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ اس رسالہ کا نام میں نے اَلرَّد رکھا ہے یہہ رد ہے ان لوگوں پر جو اس کے قائل ہیں کہ "مہدی موعود آکر چلے بھی گئے"۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے (اللہ آپؐ رحم فرمائے) کہ مہدی موعود کا وجود تو تقریباً تین سو بلکہ زیادہ احادیث و آثار سے بیشک و شبہ ثابت ہے لیکن ہندوستان میں ایک جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ مہدی موعود وہی تھے جنکی وفات کو تقریباً پچاس سال کی مدت گزرچکی ہے۔

قلت۔ مصنف اَلرَّد کو "یعتقدون فی شخص" کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ "یعتقدون تشخصامات" بغیر فی کے کہدینا کافی اور مناسب تھا۔ قولہ۔ احادیث صریحہ اس کے مخالف ہیں

قلت۔ یہہ جو کچھ اس نے کہا محض احادیث کے احوال و مراتب اور ان معانی میں کوتاہ نظری کے باعث کہا جو احادیث میں باعتبار صحیح اور سقیم اور قوی و ضعیف نیز باعتبار حقیقت

والمجاز وغير ذلك ولعدم التامل فيما ذهب[1] اليه المتقدمون في التمسك بالاحاديث من عدم تجويزهم التمسك[2] بها لغير المجتهد كما ذكر في كتب الاصول ولا يجوز للعامي ان يتمسك بالاحاديث والمستدل الذي لم يبلغ درجة الاجتهاد فهو بمنزلة العامي وذكر[3] في حاشية الحسامي في بحث الاجماع ومن ليس من اهل الراي والاجتهاد من العلماء فله حكم العوام فعلم ان المتمسك الذي لم يبلغ درجة الاجتهاد غافل من[4] مذهبهم كالشيخ ولقد رايت احد عشر حديثا في اجتماع المهدي مع عيسى عليه[5] السلام ذكر في بعضه امامة عيسى وفي بعضه امامة[6] المهدي ومع ذلك صرح التفتازاني في شرح المقاصد بعدم[7] الاجتماع والاقتداء من احد الطرفين حيث قال فما يقال ان عيسى يقتدي بالمهدي او[8] بالعكس شئ لا مستند له فلا ينبغي ان يعول عليه فاعلم ايها المنصف ان جهابذة الاحاديث حيارى في تشخيص المهدي على شي معين مقطوع بحيث لا يمكن خلافه بعد ان يكون من ولد فاطمة رضي الله عنها مبعوثا لنصرة[9] الدين كما ذكر الامام البيهقي في شعب الايمان[10] واختلف[11] الناس في امر المهدي فتوقف جماعة واحالوا العلم الى عالمه واعتقد وا انه واحد من اولاد فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم يخلقه[11] الله متى شاء ويبعثه نصرة لدينه فانظر ايها المنصف الى قول البيهقي[12]

---

[1] يصير (حاشيه ش) [2] المتمسك (ج) [3] ذكر (ص - ف - غ - ط - س - ض) [4] عن (ک - ع - غ - س - ف - حاشيه ج - ص -) غفل عن مذهبهم (حاشيه ن) [5] عليهما السلام (ض) [6] امامة مهدي (ج - ب - ش - ع) [7] لعدم (ش) [8] و (ج) [9] لنصر الدين (ص)
[10] اختلف الناس (د - ک - ص - غ - س)
[11] يخلقه الله تعالى (س)
[12] قول البيهقي والتوقف انما يكون (پ - ج - ش - ن - ض)

ومجاز وغیرہ کے پائے جاتے ہیں۔ نیز اس وجہ سے کہ اس نے متقدمین کے اس مذہب میں غور نہیں کیا کہ "غیر مجتہد کے لئے احادیث سے تمسک کرنا ان کے نزدیک ناجائز ہے" جیسا کہ اصول کی کتابوں میں مذکور ہے کہ "عامی کیلئے تمسک بالاحادیث جائز نہیں ہے" اور ہر وہ استدلال کرنے والا عامی کی تعریف میں داخل ہے جسے رتبۂ اجتہاد حاصل نہو۔ نیز حاشیہ حسامی میں بحث اجماع کے موقع پر مذکور ہے کہ "جس عالم کو درجۂ رائے واجتہاد حاصل نہو وہ عوام ہی کے حکم میں ہے"۔ پس معلوم ہوا کہ جو شخص باوجود رتبۂ اجتہاد تک رسائی نہ رکھنے کے تمسک بالاحادیث کرتا ہے وہ شیخ (علی متقی) کی طرح مذہب متقدمین سے غفلت برتتا ہے۔ علاوہ براین میں نے خود امام مہدیؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتماع کے بارہ میں ایسی گیارہ حدیثیں دیکھی ہیں جن میں سے بعض میں عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کا تذکرہ ہے اور بعض میں مہدی علیہ السلام کی امامت کا۔ اور باوجود اس کے علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام و امام مہدی کے عدم اجتماع و اقتداء کی تصریح کر دی ہے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے کہ "عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کے ایک دوسرے کا امام یا مقتدی بننے کے بارہ میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ بے اصل بات ہے اس پر کوئی اعتماد نہ کیا جانا چاہیئے۔

پس ہر منصف مزاج انسان کو جان لینا چاہیئے کہ ناقدین حدیث امام مہدی کی تشخیص کسی ایسی معین اور قطعی چیز کے ساتھ کرنے میں حیران ہیں جس کا خلاف ممکن نہو بجز اسکے کہ "امام مہدیؑ اولاد فاطمہؓ میں سے دین کی مدد کیلئے مبعوث کئے جائینگے" چنانچہ اسی کا ذکر امام بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں اس طرح کیا ہے کہ "امام مہدی کے بارہ میں لوگوں میں اختلاف واقع ہو گیا ہے اس لئے ایک گروہ نے کوئی رائے ظاہر کرنے سے توقف کیا اور اسکے علم کو عالم الغیب کے حوالہ کر دیا اور اپنا عقیدہ یہ رکھا کہ وہ اولاد فاطمہؓ سے ایک فرد ہونگے جنہیں اللہ جب چاہیگا پیدا کریگا اور اپنے دین کی مدد کیلئے مبعوث فرمائیگا" پس امام بیہقی کے تو

فتوقف جماعۃ والتوقف انما یکون عند تعارض الادلۃ وعدم ترجیح
بعضہا علےٰ بعض وایضاً قال[1] علےٰ الشیخ مصنف ھذہ الرسالۃ فی الرسالۃ
الطویلۃ المتقدمۃ علےٰ ھذہ الرسالۃ ناقلاً عن ائمۃ الحدیث وما اورد القرطبی[2]
فی التذکرۃ من ان المہدی یخرج من المسجد الاقصی فی قصۃ طویلۃ لا[3]
اصل لذلک فانظر ایہا المنصف ان الامام القرطبی مع غایۃ علمہ بالاحادیث
اورد اشیاء فی صفۃ المہدی وخروجہ ولا اصل لذلک فعلم ان الناقدین
متحیرون فی تشخیص المہدی وعن ابن المنادی انہ قال قال کعب یکون
اثنا عشر مہدیا ثم ینزل روح اللہ عیسی علیہ السلام فیقتل الدجال
منقول[4] من شرح غایۃ الاحکام وقال الشیخ نجیب الدین ابو محمد الواعظ
الدہلوی فی کتابہ الموسوم بمدار الفضلاء ان اجتماع المہدی مع
عیسےٰ من مذہب الشیعۃ فمن شک فعلیہ ان ینظر فیہ وایضاً قال
الشیخ المذکور فی کتابہ[5] المسطور رجع التفتازانی عما قال فی شرح العقائد
وھو قولہ ثم الاصح انہ یصلی بالناس ویؤمہم ویقتدی بہ المہدی الی
ما قال فی شرح المقاصد وھو قولہ فما یقال ان عیسی علیہ السلام یقتدی
بالمہدی علیہ السلام او بالعکس شئ لا مستند لہ فلا ینبغی ان یعول
علیہ فالمقصود من ایراد الاختلافات ان یعلم[6] المنصف ان تشخیص[7]
المہدی علےٰ شئ غیر ممکن لعدم ما یحصل بہ القطع فی ھذا الباب
فکیف یقال والاحادیث الصرائح تخالفہ[8] ثم اعلم یا اخی لو صرح

---

[1] قال الشیخ (ک۔ض) [2] وما اورد القرطبی (ف) [3] ولا اصل لذلک (ط۔ش۔ج)
[4] ھذا منقول (ک) [5] الکتاب المسطور (ت) [6] المصنف حاشیہ (ج)
[7] تشخیص المہدی بشئ (ک۔ط) تشخیص المہدی علےٰ شئ معین مقطوع
(س۔ت۔ب) [8] تخالف (غ)

"فتوقف جماعۃ" میں انصاف پسند کو نظر کرنی چاہیئے (اور یہ سمجھنا چاہیئے) کہ توقف کسی چیز میں اسی وقت ہوا کرتا ہے۔ جبکہ دلائل میں تعارض ہو اور ان میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دی جا سکے۔

نیز مصنف الرد شیخ علی متقی نے اس رسالہ سے پہلے کے اپنے ایک طویل رسالہ میں ائمہ حدیث سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ "امام قرطبی نے مسجد اقصیٰ سے مہدی کے خروج کا جو ایک طویل قصہ تذکرہ میں بیان کیا ہے۔ اسکی کوئی اصل نہیں ہے"۔ تو ایک منصف کو یہہ دیکھنا چاہیئے کہ جب امام قرطبی نے علم حدیث کے اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود امام مہدی کی صفت وظہور کے بارہ میں اتنی چیزیں بیان کیں اور وہ بے اصل ٹھیریں تو یہہ معلوم ہو گیا کہ ناقدین علم حدیث تشخیص مہدی میں متحیر ہیں۔ ابن المنادی سے مروی ہے کہ کعب فرماتے ہیں۔ "بارہ مہدیوں کے گذرنیکے بعد روح اللہ (عیسیٰ علیہ السلام) نازل ہو کر دجال کو قتل فرمائینگے"۔ (یہہ عبارت غایۃ الاحکام سے منقول ہے) اور شیخ نجیب الدین ابو محمد واعظ دہلوی اپنی کتاب مدار الفضلاء میں فرماتے ہیں کہ "عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ امام مہدی کا اجتماع شیعوں کا مذہب ہے"۔ جسے اس میں شک ہو اس کتاب میں دیکھ لے نیز شیخ مذکور ہی نے کتاب مذکور میں فرمایا ہے کہ "علامہ تفتازانی نے اپنی شرح عقاید کے اس قول سے کہ (اصح یہہ ہے کہ عیسیٰؑ امام بن کر لوگوں کے ساتھ نماز پڑھینگے اور امام مہدی آپکی اقتدا فرمائینگے) شرح مقاصد میں بایں الفاظ رجوع فرمالیا ہے کہ "عیسیٰ علیہ السلام کے امام مہدی کے پیچھے یا امام مہدی کے انکے پیچھے نماز پڑھنے کے بارہ میں جو کچھ کہا جاتا ہے یہہ بے سند چیز ہے اور ناقابل اعتماد"۔ ہمارا مقصد ان اختلافات کے بیان کرنے سے یہہ ہے کہ ہر منصف مزاج یہہ سمجھ لے کہ کسی معین صورت کیے ساتھ امام مہدی کا مشخص کرنا نا ممکن ہے۔ چونکہ اس بارہ میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جس سے جزم ویقین کا فائدہ حاصل ہو سکے پس ایسی حالت میں کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ احادیث صریحہ انکے مخالف ہیں۔ میرے بھائی اسکے بعد یہ بھی جاننا چاہیئے

المجتهدون فی باب المهدی علی شیٔ لایکون ذلك التصریح الاظنیا[51] فان
ظهر فی المهدی ماصرحوا[52] تبین صوا بهم والاظهر خطاءهم فکیف[53]
ولاتصریح عنهم فی بابہ فما للمقلد[54] ان یتمسك بالاحادیث فان قیل
ما نفعل فی هذا الزمان الذی لیس فیہ احد من المجتهدین یقال ناخذ برای
افضل اهل زماننا کما قیل اذا وقعت الحادثۃ واحتیج الی کشفها ولم
نجد التصریح من المجتهدین فیها ناخذ برای افضل اهل الزمان ولا
شك ان افضل اهل الزمان فی زمان المهدی واصحابہ هو واصحابہ
لاغیرهم اما الحجج المثبتۃ للمهدویۃ[55] الموجودۃ فیمن تصدقہ فسنذکرها[56]
انشاءالله تعالی۔

قولہ واکثر الاحادیث وجلها یاولونها علی رائهم کما یأولون القرآن
لاثبات مدعاهم۔

قلت لا ناول الاحادیث والآیات علی رائنا بل لما ینزلون انفسهم
منازل المجتهدین فیحتجون علینا[57] بالاحادیث ننزل انفسنا ایضا منازلهم
فنجیبهم بالمنقول والمعقول وناول بما یدفع المحظور مما یلزموننا بہ
کما یاتی آنفا انشاءالله تعالیٰ۔

قولہ ومعلوم عند العلماء ان التاویل لایسوغ الا اذا کان کلام[58]
المعصوم لم یمکن حمل العبارۃ علی ظاهرها للزوم المحال منہ۔

---

[51] لان المجتهد قد یصیب وقد یخطی (حاشیہ ک) [52] ماصرحوا بہ (ک) ماصرحوا بین (ل)
[53] فکیف یصرح (ض) [54] فما للمقلد والتمسك بالاحادیث (غ-ت-ف-س-ص-ع)
فما للمقلد التمسك بالاحادیث (ن-ص-ل) [55] المهدویۃ (ج-د-ب-ش-س-ل) المهدیۃ (د)
[56] سنذکرها (ب-س-ن)
[57] معنا (د-غ-ش-ط-ب-س-)
[58] الکلام المعصوم (ک-ط-ت-غ-ش-د)

کہ مہدی علیہ السلام کے بارہ میں مجتہدین بھی اگر کوئی تصریح فرماتے تو وہ بھی ظنی ہی ہوتی۔ مہدی میں انکی تصریح کردہ چیزیں اگر پائی جاتیں تو انکی اصابت رائے ظاہر ہو جاتی اور نہ پائی جاتیں تو اسی سے انکی خطائے اجتہادی کا اظہار ہوتا۔ چہ جائیکہ ان سے کوئی تصریح اس بارہ میں موجود نہیں ہے۔ مقلد کیلئے کسی طرح بھی تمسک بالا حادیث جائز نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس زمانہ میں جبکہ کوئی مجتہد موجود نہیں ہے ہم کیا کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ "ہمیں اپنے زمانہ کے اس شخص کی رائے پر عمل کرنا چاہئے جو ہم سب میں افضل ہو" جیسا کہ کہا گیا ہے۔ کہ "اگر کوئی حادثہ واقع ہو اور اسکی تحقیق کی ضرورت پڑجائے اور مجتہدین کی اس بارہ میں کوئی تصریح نہ ملے تو ہمیں اپنے زمانہ کے فاضل ترین شخص کی رائے لینی چاہئے اور یہ امر یقینی ہے کہ مہدیؑ اور اصحاب مہدیؑ کے زمانہ میں وہی اور انکے اصحاب ہی افضل اہل زمانہ تھے کوئی اور نہ تھا وہ دلیلیں ہم عنقریب ذکر کرینگے جن سے انکی مہدیت کا اثبات ہوتا ہے جنکی مہدیت کی ہم تصدیق کرتے ہیں اور جنکے اندر وہ دلائل موجود ہیں۔

قولہ۔ اور وہ لوگ اکثر و بیشتر احادیث کے معنی اپنی رائے سے بیان کرتے ہیں جس طرح کہ اپنا مقصد ثابت کرنیکے لئے قرآن کریم میں تاویل کرتے ہیں

قلت۔ ہم تو احادیث و آیات کی تاویل اپنی رائے سے نہیں کرتے البتہ جب وہ اپنے آپ کو مجتہدین کے مرتبہ میں لاکر ہمارے ساتھ احادیث سے استدلال کرتے ہیں تو ہم بھی خود کو ان کے درجہ میں قایم کرکے منقولاً و معقولاً جواب دیتے ہیں اور ایسی چیزوں کے ساتھ تاویل کرتے ہیں جس سے ہم پر قایم کردہ الزام و اعتراض دور ہو جائے۔ جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ ذیل بیان میں آتا ہے۔

قولہ۔ یہ امر علما کو معلوم ہے کہ تاویل اسی وقت روا ہے جبکہ کلام معصوم عن الخطا ہو اور لزوم محال کی وجہ سے عبارت کا ظاہر معنی پر محمول کرنا ممکن نہو۔

قلت العبارة الصحيحة المستغنية عن التقدير والتاويل ان يقال فيها الا اذا كان كلام[1] المعصوم لم يمكن حمل عبارته على ظاهرها وتقييد الكلام بالعصمة ليس بسديد بل ينبغي[2] له ان يقول الا اذا كان الكلام المقتضي للتوجيه لم[3] يمكن حمل عبارته على ظاهرها ليدخل فيه كلام الاولياء ايضا كما يفهم ذلك من كلام الشيخ في آخر الرسالة[4] وهو قوله فان كان الشخص متورعا متشرعا وكلامه قابل للتاويل والتوفيق بالشرع فيئول و ايضا قوله لم[5] يمكن ليس بصحيح لان العلماء جوزوا التاويل في بعض المواضع رعاية لما ذهب اليه المتقدمون من غير حاجة لهم اليه ولولا ذهابهم لما اولوا امثاله[6] قوله عليه السلام الخلافة بعدی ثلثون سنة اولوا بان الخلافة الكاملة لا يشوبها شئ من المخالفة وميل عن المتابعة تكون ثلاثين سنة وبعد ذلك قد تكون وقد لا تكون وانما اولوا رعاية لما ذهب اليه المتقدمون من[7] اطلاق لفظ الخلفاء على الائمة العباسية وبعض المروانية كعمر بن عبد العزيز من غير حاجة لهم في العدول عن مقتضى الحديث فينبغي لهم على مقتضى قول الشيخ ان يطلقوا عليهم اسم الامراء والملوك وقوله عليه السلام لعمار بن ياسر ستقتلك الفئة الباغية اوّل بعض العلماء هذا الحديث بتاويل بعيد جدا كما ذكر في شرح التجريد وهو قوله يحتمل ان يكون المراد

---

[1] الكلام المعصوم (ک ۔ ط ۔ ت ۔ غ ۔ ش ۔ د ۔) [2] بل ينبغي ان يقول (ل ۔ ض ۔)
[3] لم يمكن حمل عبارته ليدخل فيه الى آخره (ت ۔ س ۔ ک ۔ غ ۔ ف ۔ ض ۔ ع ۔ ن ۔)
[4] رسالته (د) في آخر هذه الرسالة (ن) [5] لم يمكن حمل العبارة الى آخره ليس بصحيح (ج ۔ د ۔ ش) [6] امثاله (ن ۔ ب) [7] عن (پ ۔ ش ۔ حاشیہ ج ۔ ن)

قلت۔ صحیح عبارت جس کے ادا کرنے میں نہ کسی تاویل کی ضرورت پڑے اور نہ کچھ مقدر ماننے کی حاجت ہو۔ اسکو یون ادا کیا جانا چاہیئے "الا اذا کان کلام المعصوم لم یمکن حمل عبارتہ علی ظاہرہا" (مگر جبکہ کلام معصوم ایسا ہو کہ اسکی عبارت کا اس کے ظاہر پر محمول کیا جانا ممکن نہو) اور کلام کو قید عصمت کیساتھ مقید کرنا بھی درست نہیں بلکہ منصف الرد کو یوں کہدینا چاہیئے تھا کہ "تاویل اس وقت کیجا سکتی ہے، جبکہ کلام کسی توجیہ کا مقتضی ہو اور اسکی عبارت کو اسکے معنی ظاہری پر محمول نہ کیا جا سکتا ہو" تاکہ اس میں اولیاء کا کلام بھی داخل ہو جائے۔ جیسا کہ خود شیخ کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے چنانچہ وہ رسالہ کے آخر میں لکھتا ہے کہ "اگر کوئی شخص پرہیزگار اور پابند شریعت ہو اور اس کے کلام کی تاویل کر کے شریعت کے موافق بنایا جا سکتا ہو تو اس میں تاویل کیجائے گی"۔ نیز شیخ کا یہہ کہنا بھی کہ "عبارت کا ظاہر پر محمول کرنا ممکن نہو الی آخرہ" صحیح نہیں ہے اس لئے کہ علما نے تاویل کو بعض مواقع پر جائز رکھا ہے وہ بھی محض اس رعایت سے کہ متقدمین نے اس طریقہ کو اختیار کر لیا تھا باوجود اس کے کہ انہیں اسکی ضرورت نہ تھی اور اگر متقدمین اس طرف نہ جاتے تو علما تاویل نہ کرتے۔ اسکی مثال یون سمجھنا چاہیئے کہ علما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ (خلافت میرے بعد تیس ۳۰ سال رہے گی) کی تاویل اس طرح کرتے ہیں۔ کہ "خلافت کاملہ جس میں کسی قسم کی مخالفت یا اتباع سے اعراض کا شائبہ نہ پایا جائے وہ تیس ۳۰ سال رہے گی اور اس مدت کے بعد کبھی ہوگی اور کبھی نہیں"۔ اور یہہ تاویل انہوں نے محض اس رعایت سے کی ہے کہ متقدمین نے عباسی ائمہ اور بعض مروانی ائمہ پر بھی مثل عمر بن عبد العزیز رضی کے لفظ خلفا کا اطلاق کیا ہے، حالانکہ مقتضائے حدیث سے انہیں تجاوز کرنیکی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ قول شیخ کے مطابق تو انہیں خلفائے عباسیہ و مروانیہ پر امرا اور ملوک ہی کا اطلاق کرنا چاہیئے تھا۔ اس طرح "عمار بن یاسر کے" بارہ میں جو آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "عنقریب تمہیں ایک باغی جماعت قتل کر ڈالیگی"۔ اسکی بعض علمائے نہایت ہی بعید از قیاس تاویل کرتے ہیں چنانچہ شرح تجرید میں مذکور ہے کہ "اسکا احتمال ہو سکتا ہے کہ جماعت باغیہ سے وہ لوگ مراد ہوں

بالباغية الطالبة لدم عثمان[4] مع ان عليا كرم الله وجهه حكم على معاوية ومن تبعه[1] بالبغي حيث قال اخواننا بغوا علينا واجرى عليهم احكام البغاة لان البغاة قوم خرجوا عن طاعة[2] الامام الحق فاي حاجة كانت لهم حتى اولوا من غير ضرورة تاويلا باردا وما اولوا[3] الا تحاميا عن اطلاق اسم البغي المسقط للعدالة على الصحابة رضى الله عنهم[4] اجمعين وبعضهم قالوا ليس هذا من اسماء من اخطاء فى اجتهاده مع ان النبي عليه السلام صرح بالبغي فنحن ايضا ناول[5] ما يوردون علينا بتاويل حسن مرضى عند من انصف تحاميا عن اطلاق[6] لفظ الغلط والخطاء على من يصلح للمهدوية[7] بالحجج التى سنذكرها انشاء الله تعالى وما ذلك ببعيد عن النقل والعقل ذكر فى مسند احمد بن حنبل عن عبد الله بن الحارث[8] قال انى لاسير مع معاوية فى منصرفه[9] صفين بينه وبين عمرو بن[10] العاص قال فقال عبد الله[11] بن عمرو يا ابت اما[12] سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لعمار ويحك يا ابن سمية تقتلك[13] الفئة الباغية قال فقال عمرو لمعاوية الا تسمع ما يقول هذا فقال معاوية[14] لا نزال[15] نحن تاتينا بهيتة فقتلناه[16] انما قتله الذين جاؤا به انتهى فانظر ايها المنصف الى تاويل الصحابة فنحن لا ناول مثل[17] هذا التاويل -

[1] يتبعه (ت-ن) [2] اطاعة (ش-د-ج) [3] وما اولوه (ف) [4] رضوان الله عليهم اجمعين (س [5] نؤول (ت-ص-ف-غ-ط-ل) [6] اطلاقه (ش-ج) [7] للمهدية (د) [8] الحرث (ب-ف-غ-س-حاش ض-ل) [9] فى منصرفة من صفين (كذا فى جميع النسخ الا ش، ب، د-ج) فى منصرفه من صفين (د حاشية ج) [10] ابن (ب-ف-ت-س) [11] عبد الله بن عمر (س-غ-ص-ش-ب-د) [12] ما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم (كذا فى جميع النسخ الا د) [13] لقتلك (ض) [14] معوية (ف-ص-غ-ط-س) [15] لا يزال نحن ياتينا البهيتة (ن-ت-ف) لا يزال نحن تاتينا البهيتة (ب) لا يزال نحن تاتينا بهيتة (د-س-ع) لا يزال نحن ياتينا البهيتة (ض-ش) [16] قتلناه (د-ب-غ-ف-ك-ط-ع-ت) [17] مثل هذا قوله الى آخره (ت-ص-غ)

جو حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلہ کے طالب تھے اور یہہ تاویل باوجود اسکے ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ اور انکے متبعین پر بغاوت کا حکم لگادیا تھا۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے اخواننا بغوا علینا (ہمارے بھائیوں نے ہم سے بغاوت کی) اور باغیوں کے احکام بھی ان پر جاری فرمادئے تھے۔ اور یہہ اسلئے کہ باغی کہتے ہی اُن لوگوں کو ہیں جو امام حق کے دائرہ اطاعت سے خارج ہو جائیں۔ انہیں ایسی تاویلات باردہ کی کیا حاجت تھی انہوں نے محض اسلئے کہں کہ لفظ بغی (جو پایہ عدالت سے گرا دینے والا ہے) کا اطلاق صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر نہو۔ بعض علماء اسکی تاویل میں یہہ کہتے ہیں کہ لفظ بغی کا اطلاق اُن صحابہ پر نہیں ہو سکتا جن سے اجتہادی خطا سرزد ہوی ہو حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بصراحت لفظ بغی کا اطلاق فرمایا ہے۔ ہم بھی جن چیزوں سے ہم پر اعتراض کیا جاتا ہے انکی ایسی عمدہ تاویل کرتے ہیں جو ہر منصف مزاج کے نزدیک پسندیدہ ٹھہرے اس طرح کہ غلطی اور خطا کا اطلاق اس پر نہ ہوسکے جو مہدی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسکے دلائل ہم عنقریب ذکر کرینگے انشاء اللہ۔ ہماری یہہ تاویل بعید از عقل ونقل بھی نہیں ہے۔

"مسند امام احمد بن حنبل" میں عبداللہ ابن حارث سے مذکور ہے وہ کہتے ہیں کہ "صفین سے واپسی کے وقت میں حضرت معاویہؓ اور عمرو بن العاص کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا کہ عبداللہ ابن عمرو بن العاص نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان! کیا آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمار بن یاسر کے بارہ میں یہہ ارشاد نہیں سنا کہ "اے ابن سمیہ افسوس ہے کہ تجھے ایک باغی جماعت قتل کر ڈالے گی" راوی کا بیان ہے کہ عمرو بن العاص نے یہہ سنکر معاویہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ جو کچھ یہہ لڑکا کہہ رہا ہے آپ نے سنا! معاویہ نے جواب میں فرمایا ہمیشہ ہم پر یہہ بہتان آتا ہے۔ کہ ہم نے عمار بن یاسر کو قتل کیا لیکن ان کے اصل قاتل وہی ہیں جو انہیں (جنگ میں) لائے ہیں۔ پس منصف مزاج آدمی کو صحابہ کی تاویل کی طرف نظر کرنی چاہئے درآنحالیکہ ہم تو ایسی تاویل کرتے بھی نہیں۔

قوله وتاويلهم مثلاً[1] ما ورد ان المهدى الموعود يملأ الارض شرقا وغربا بانه اذا اطاعه انسان[2] يحصل المقصود لان الانسان عالم كبير فانظروا الى انكارهم الحس اى تخطوا اقتضت العبارة حتى احتاجوا الى هذا التاويل۔

قلت لم اسمع هذا التاويل ممن عاصرتهم وما وصل الينا ممن لم نعاصرهم بنقل مشهور فلا ادرى من اين تحقق للشيخ هذا التاويل واى حاجة لنا الى هذا التاويل لان المباحث الدافعة لالزام الخصم ايانا فى هذا الحديث اكثر من ان تدخل تحت الضبط والحفظ فلعله وصل الى الشيخ ممن لم يقتد بهم ولم يعتد بهم فليس من الانصاف ان يلزم قوم[3] بما صدر من شخص غير مشهور بالعدالة والتقوى ثم اعلم ان مقصود الشيخ من ايراد الحديث ان المهدى يملأ الارض كلها قسطا وعدلا كما ملئت جورا وظلما يعنى لا يوجد الجور والظلم فى الارض اصلا وهذا المعنى لم يوجد فى زمان من ادعى انه المهدى فلا يكون مهديا قلت[4] على هذا المعنى للحديث معارضات من الكتاب والسنة الصحيحة منها قوله عليه السلام عن ثوبان رضى الله عنه انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا وضع السيف فى امتى لم يرفع عنها[5] الى يوم القيامة فاى زمان يخلص لاملاء القسط والعدل فى كل الارض لان السيف لا يكون الا بين اهل العدل واهل الظلم والجور ولا يزال[6] المقاتلة بين اهل الحق وغيره فتبين ان الظلم والجور لا ينتفيان[7] ابدا عن كل الارض ومنها

---

[1] مثلا (ط ع) [2] الانسان (ع) [3] قوما (ل) [4] اقول على هذا المعنى (ك) على هذا المعنى (ن) [5] عنهم (ع) [6] لا نزال (ع) [7] لا ينفيان (كذا فى جميع النسخ الا "ج - د - ش)

قولہ۔ مہدی موعود کے بارہ میں جو حدیث میں آیا ہے کہ "وہ زمین کو شرقاً وغرباً عدل والنصاف سے معمور کر دینگے" اسکی تاویل انکی طرف سے باین طور کیجاتی ہے کہ "انسان عالم کبیر ہے لہذا اگر اس کا ایک فرد بھی مدعی مہدیت کی اطاعت قبول کرلے تو مقصود حاصل ہو جاتا ہے"۔ دیکھو کہ یہہ محسوسات اور مشاہدات کا کیسا انکار کر رہے ہیں[۱]۔ عبارت حدیث[۲] کے مقتضیٰ میں کون سا مانع پیش آتا تھا کہ اس تاویل کے محتاج ہوے۔

قلت۔ شیخ کی بیان کردہ تاویل اپنے معاصرین یا غیر معاصرین سے کسی نقل مشہور کے ذریعہ میری سماعت میں نہیں آئی میں نہیں جانتا کہ شیخ کو یہہ تاویل کہاں سے متحقق ہوی۔ ہمیں ایسی تاویل کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ فریق مخالف کے اس حدیث کے ذریعہ سے قایم کردہ الزام کو دور کرنے کیلئے ہمارے پاس اس کثرت سے دلائل موجود ہیں کہ انکا یاد کرنا یا تحت ضبط لانا بھی آسان نہیں شاید یہہ تاویل شیخ تک ایسے لوگوں سے پہنچی ہے جو نہ مقتدائے قوم ہیں اور نہ کسی شمار میں لائے جانیکے قابل ہے کوئی انصاف کی بات نہیں کہ ایک جماعت پر ایسی چیز کا الزام قایم کیا جائے جسکا ایک ایسے شخص سے صدور ہوا ہو جو عدالت میں مشہور رہے نہ تقویٰ میں۔ اسکے علاوہ یہہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس حدیث کے بیان کرنے سے شیخ کا یہ مقصد ہے کہ مہدی موعود کرۂ ارض کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دیگا جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے معمور ہوگا یعنی ظلم و جور کا زمین پر نام و نشان باقی نہ رہے گا اور چونکہ مدعی مہدیت کے زمانہ میں یہہ چیز نہیں پائی گئی لہذا وہ مہدی موعود نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حدیث کے اگر یہہ معنی لئے جائیں تو اسپر قرآن کریم اور حدیث صحیح سے چند در چند معارضے واقع ہوتے ہیں منجملہ انکے آنحضرت کا وہ ارشاد ہے جو ثوبانؓ سے مروی ہے ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "میری امت میں جب باہم مقاتلہ شروع ہو جائیگا تو پھر قیامت تک دور نہ ہوگا" (اس ارشاد نبوت کے لبعد) وہ کونسا زمانہ رہ جاتا ہے جس میں تمام زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیا جائے اسلئے کہ وضع سیف کا تحقق تو اہل انصاف اور اہل ظلم و جور ہی کے مابین ہوگا اور اہل حق و باطل میں مقاتلہ بھی ہمیشہ رہے گا۔ تو اب یہہ بالکل واضح ہو گیا کہ تمام دنیا سے ظلم و جور دور نہیں ہو سکتے۔

---

[۱]۔ پس انکے انکار کی طرف دیکھو کہ وہ ظاہر ہے (شرح)

[۲]۔ اور عبارت حدیث آخر کس نا روا چیز کو مقتضی تھی جو انہیں اس تاویل کی ضرورت واقع ہوی (حاشیہ)

قوله[1] عليه السلام فى مسلم عن جابر بن عبد الله لا يزال طائفة
من امتى يقاتلون على الحق ظاهرين الى يوم القيامة[2] فاعلم ان مقاتلة
الطائفة على الحق دليل على ان الطائفة الاخرى على الباطل والظلم
والجور فاى ظلم وجور اعظم من المقاتلة مع اهل الحق وهو ثابت الى
يوم القيامة بلفظ الحديث فتبين ان ملاء القسط والعدل فى
الارض كلها بنفى الجور والظلم غير ممكن فمن حمل الحديث على
هذا المعنى فقد جهل ومنها ما قال الامام الزاهد تحت قوله تعالى
يا عيسى انى متوفيك ورافعك الىّ الآية قد اخبر النبى صلى الله عليه وسلم
انه[3] ينزل من السماء حين يخرج الدجال اللعين ويدور فى العالم
ووقع القحط واشتد الامر واجتمع المومنون بمكه والمدينة وبلغ
اللعين افق الارض غير مكة والمدينة فاذا قصد مكة ينزل[4]
عيسى عليه السلام من السماء بمكه وصلى[5] صلوة الصبح بالجماعة مع
قليل من المومنين ثم يخرج[6] عيسى عليه السلام الى قتال الدجال مع من معه
من المومنين الى هنا كلامه فانظر ايها المنصف لو كان المهدى ملكا
حين خروج الدجال لما[7] يملك الدجال افق الارض وان[8] ملك وافسد
فى جميع الارض فى حيوة المهدى فاين ملاء القسط والعدل فى الارض
كلها بنفى الجور والظلم واى ظلم اعظم من ظلم الدجال لقوله عليه السلام
فى حقه فعاث يمينا وعاث شمالا يا عباد[9] الله فاثبتوا انصف رحمك الله

---

[1] قوله عليه السلام لا تزال طائفة الى آخره (ع-ت-غ-ف-س-ك-ط) قوله لا يزال طائفة (ن) [2] هذا الحديث مذكور فى المسلم (مسلم) (ك-ط) ايضا هذا الحديث مذكور فى المسلم (مسلم) عن جابر بن عبد الله (ع-س)
[3] انه عليه السلام (ع-ض-ل) ايضا انه نزل (ن) [4] نزل (ص-ف-غ-س-ن-ع-ض) [5] ويصلى (ك) [6] يخرج عليه السلام (ن) ايضا يخرج الى (ض) [7] لم (ج) [8] وان ملك افسد (ج)
[9] ايا عباد الله (ج)

اور منجملہ انکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جو صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ "میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے بارہ میں مقاتلہ کرتا رہیگا اور وہی قیام قیامت تک غالب رہے گا۔" پس یقین کرلینا چاہئے کہ ایک گروہ کا امر حق پر مقاتلہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ دوسرا گروہ ظلم وجور اور باطل پر ہے پھر اہل حق سے مقاتلہ کرنے سے بڑا ظلم وجور اور کیا ہوسکتا ہے اور وہ قیامت تک کیلئے بالفاظ حدیث ثابت ہوچکا۔ پس یہہ بالکل واضح ہوگیا کہ عدل وانصاف سے زمین کے بھر جانے کے یہ معنی لینا کہ ظلم وجور بالکل باقی نہ رہے ناممکن ہے۔ اور حدیث مذکور کو جس کسی نے اس معنی پر محمول کیا وہ نادان ہے۔ اور منجملہ انکے امام زاہد کا وہ قول ہے جو انہوں نے ارشاد باری تعالیٰ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی (یا عیسیٰ تحقیق کہ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی جانب اٹھانے والا ہوں) کے ذیل میں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ ارشاد فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دجال ملعون کے خروج اور اس کے دنیا میں گھومنے کے بعد آسمان سے اترینگے۔ اُس زمانہ میں قحط پڑیگا۔ زندگی دشوار ہوجائیگی اور اہل ایمان مکہ اور مدینہ میں جمع ہونگے۔ اور وہ ملعون مکہ اور مدینہ کے سوا تمام دنیا کا گشت لگا چکا ہوگا۔ پھر اسکے بعد مکہ معظمہ کا ارادہ کریگا تو اسوقت حضرت عیسیٰ مکہ معظمہ میں آسمان سے نازل ہونگے اور تھوڑے سے مسلمانوں کے ساتھ صبح کی نماز جماعت سے ادا فرمائینگے۔ بعد ازاں اُن ہی اہل ایمان کے ساتھ دجال کے قتل کے واسطے بیرون مکہ معظمہ تشریف لیجائینگے (امام زاہد کا کلام یہاں ختم ہوگیا)

پس ہر منصف مزاج کو یہہ دیکھنا چاہئے کہ اگر خروج دجال کے وقت امام مہدی تمام جہان کے بادشاہ ہوتے تو دجال لعین ساری دنیا کا مالک نہ بن جاتا اور اگر وہ مالک ہوجائے گا تو تمام روئے زمین پر فساد پھیلا دیگا۔ وہ بھی امام مہدی کی حیات میں۔ پھر ایسی حالت میں تمام دنیا کا عدل وانصاف سے بھر جانا اور ظلم وجور کا منتفی ہونا کہاں پایا گیا اور کونسا ظلم دجال کے ظلم سے بڑا ہوسکتا ہے جس کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دجال دائیں بائیں ہر طرف فساد کرتا پھریگا۔ پس اے بندگان خدا اس وقت تم ثابت قدم رہنا" خدایا آپ پر رحم فرما کر آپ ہی انصاف کیجئے،

كيف يستقيم معنى الحديث على ما فهمت ومنها قوله تعالى والقينا بينهم العداوة والبغضاء الى يوم القيامة اعلم ان وجود العداوة بينهم يدل على وجودهم الى يوم القيامة ظالمين جائرين[1] ثم اعلم ان الظلم باعتبار مدلوله وهو وضع الشئ فى غير موضعه يشتمل الظلم على الغير كالقتل والغضب بغير الحق والضرب والشتم والايذاء كذلك[2] والظلم على نفسه[3] وهو الكفر والعصيان بجميع انواعه فكيف يمكن رفع[4] مادة الظلم عن اهل الارض جميعا ولا دليل فى الحديث على تخصيص الظلم بنوع من انواعه ذكر فى المدارك تحت هذه الآية فكلهم ابدا مختلفون[5] وقلوبهم شتى لا يقع بينهم توافق ولا[6] تعاضد ومنها قوله تعالى ولو شاء ربك لجعل الناس امة واحدة ولا يزالون مختلفين الا من رحم ربك ولذلك خلقهم فهذه الآية تدل على ان الله لم يشاء جعل الناس امة واحدة فلم يجعلهم امة واحدة وقوله تعالى ولا يزالون مختلفين تصريح فى عدم خلو زمان من الاختلاف بين اهل الحق والظلم والباطل فكيف يتصور[7] ارتفاع الظلم بجميع انواعه عن جميع اهل الارض فمن خصص الظلم بنوع من انواعه من غير مخصص فمن عند نفسه ثم اعلم ايها المنصف ان ملاء القسط والعدل مذكور فى الحديث على وجه التشبيه بالجور والظلم فلا يخلوا اما ان يكون التشبيه فى الكيفية او الكمية اما الاول فمسلم اى كيف ما تمكن الجور والظلم

---

[1] جابرين (ع-غ-ف-ص-ب-ض-ل) [2] وكذلك الظلم على نفسه (ك) ايضا كذلك الظلم على نفسه (س-ل) [3] هو الكفر (د) [4] دفع (ج-ش-ص-ض-ل) [5] مختلفين (حاشية ط) [6] وتعاضد (س) [7] تصور (ض)

کہ حدیث کے معنی جو آپ سمجھتے ہیں وہ کسطرح درست ہو سکتے ہیں۔ اور منجملہ اُن معارضات کے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "والقینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ" (ہم نے ان کے مابین قیامت تک کیلئے بغض وعداوت ڈالدی ہے) یہ جاننا چاہیئے کہ انکے مابین عداوت کا پایا جانا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ قیامت تک ظلم وجور سے متصف رہیں گے۔ پھر یہہ بھی جاننا چاہیئے کہ ظلم اپنے معنی "وضع الشی فی غیر موضعہ" (کسی چیز کا بے محل استعمال) کے اعتبار سے جسطرح ظلم علی الغیر کو شامل ہے۔ مثلاً کسی کو قتل کرنا۔ ناحق کسی کی کوئی چیز غصب کر لینا۔ کسی کو مارنا۔ بُرا بھلا کہنا۔ تکلیف پہونچانا وعلیٰ ہذا القیاس اس طرح اسکی تعریف میں اپنے نفس پر ظلم کرنا بھی داخل ہے اور وہ کفر اور ہر قسم کی نافرمانی ہے تو پھر تمام دنیا سے مادۂ ظلم کا دور کر دینا کیونکر ممکن ہے۔ اور حدیث میں کوئی اس قسم کی دلیل موجود نہیں ہے جس سے ظلم کو کسی خاص قسم کے ساتھ مخصوص کیا جا سکے۔ تفسیر مدارک میں اسی آیت کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ "ان لوگوں میں ہمیشہ ہمیشہ اختلاف رہے گا اور انکے دل[1] پراگندہ ہونگے نہ ان میں باہم موافقت ومعاونت ہو سکے گی"۔ اور منجملہ ان معارضوں کے باری تعالیٰ کا ارشاد "ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقہم" (اے محمدؐ۔ اگر تمہارا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک جماعت بنا دیتا (لیکن بخلاف اسکے) وہ لوگ ہمیشہ باہم مختلف رہینگے بجز انکے جن پر تمہارا رب رحم فرمائے اور تمہارے رب نے تو انہیں اسی واسطے پیدا کیا ہے) اور یہہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ باری تعالیٰ کو تمام لوگوں کا ایک گروہ بنانا منظور نہ تھا اسلئے اس نے انکو امۃ واحدۃ نہیں بنایا اور باری تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "انمیں ہمیشہ اختلاف رہیگا" اس امر کی تصریح ہے کہ اہل حق اور اہل ظلم وباطل کے اختلاف سے کوئی زمانہ بھی خالی نہیں رہیگا۔ پس ایسی حالت میں ہر قسم کے ظلم کا تمام دنیا سے اٹھ جانا کیونکر متصور ہو سکتا ہے۔ اور جس شخص نے ظلم کو اسکی کسی خاص نوع کے ساتھ مخصوص کیا ہے بغیر کسی وجہ تخصیص کے تو یہ اسکا ذاتی خیال ہے۔ اسکے بعد ہر انصاف پسند کو یہ جاننا چاہیئے کہ عدل وانصاف سے زمین کے بھر جانے کا ذکر جو حدیث میں کیا گیا ہے وہ بطور تشبیہ کے ہے ظلم وجور کے ساتھ اور اس تشبیہ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو باعتبار کیفیت کے مانی جائے یا باعتبار کمیت کے اگر پہلی صورت لی جائے تو وہ تو مسلم۔ یعنے جس طرح اہل زمین میں ظلم وجور

[1] ۔ انکے دل کبھی ایک نہونگے (حاشیہ)

فی اهل الارض یمکّن المهدی العدل والقسط فی البعض
ولادلالۃ فی الحدیث علی[1] الجمیع اواکثر اما الثانی ای[2] التشبیہ فی
الکمیۃ ای کمیۃ الافراد المملوء فیھم الجور والظلم فغیر
مسلم لما ذکرت من المعارضات والحدیث حسانی لایحکم
بصحتہ الابعد وجد انہ فیمن ورد فی حقہ ولایفسر معناہ بما[3]
یعارض الکتاب والصحاح فالتاویل[4] الصحیح ان یقال یملأ[5] الارض
قسطا وعدلا ای یملأ القسط والعدل فی بعض[6] اھل الارض
والبعض مطلق فی القلۃ والکثرۃ فلو ملأ جزءًا من اجزاء
الارض یصح[7] ان یقال ملأ الارض بالقسط والعدل لان بین
اجزائھا ملابسۃ من حیث انھا قطع متجاورات مدحوات ویؤید
ھذا[8] التاویل ما ذکر فی المدارک تحت قولہ تعالی وجعل القمر
فیھن نورا ای فی السموات وھو فی السماء الدنیا لان بین
السموات ملابسۃ من حیث انھا طباق[9] فجاز ان یقال فیھن[10] کذا
وان لم یکن فی جمیعھن کما یقال فی المدینۃ کذا وھو فی بعض
نواحیھا الی ھنا کلامہ ویؤیدہ[11] ایضًا ما ذکر فی شرح العقائد
فی وصف النبی[12] صلی اللہ علیہ وسلم واکمل[13] کثیرا من الناس
فی[14] الفضائل العلمیۃ والعملیۃ ونور العالم بالایمان والعمل الصالح

[1] علی الجمیع او الکثیر (حاشیہ ج) ایضا علی الجمیع اوالاکثر (س - ت - ع - ط - د - ب - ک - ض) [2] التشبیہ فی الکمیۃ (ج - د - ش) [3] بما یعارض الکتاب والصحیح (ض) ایضا بما یعارض الکتاب والسنۃ الصحاح (ب) ایضا بما یعارض الصحاح والکتاب (غ) [4] والتاویل الصحیح (ص - غ - ت - ع - ن - ض) [5] ملأ الارض (ص) [6] بعض الارض (س) [7] لصح (ک - ص - ف - ط - ع - ت - س - ض) [8] لھذا (ع) [9] اطباق (ک) [10] فیھن وان لم یکن (ج) [11] ویؤید ایضا (ج - د - ش - س - ض) [12] النبی علیہ السلام (ع - غ - ف - ص) [13] واکمل کثیر (ج - د - ط - ش - ل) [14] فی الفضائل العلمیۃ ونور العالم (ج - ش - غ - ت - س)

قرار پذیر رہے گا۔ اسی طرح امام مہدی بعض اہل زمین میں عدل و انصاف قایم فرماوینگے اور حدیث
میں اس امر کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ تمام اہل زمین یا اکثر اہل زمین عدل و انصاف سے معمور
ہونگے۔ رہی دوسری صورت یعنی تشبیہ بلحاظ کمیت اور مقدار اُن افراد کے جن پر ظلم وجور
کا تسلط ہے۔ تو اسے تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ معارضون کے ذیل میں بیان کیا جاچکا ہے
اور یہہ حدیث احادیث حسان سے ہے اسکی صحت کا حکم اس وقت کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ جس
کے بارے میں وارد ہوی ہے اس میں اسکا مضمون پایا جائے اور اس کے معنی ایسے
نہیں بیان کئے جاسکتے جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے معارض ہوں۔ پس اسکے صحیح معنی
اور درست تاویل یہی بیان کیجاسکتی ہے۔ "کہ مہدی موعود بعض اہل زمین کو عدل و انصاف
سے معمور کردینگے" اور بعض میں بھی قلت و کثرت کی کوئی قید نہیں ہے۔ چنانچہ اگر مہدی بسیط
ارض کے کسی جزو کو بھی عدل و انصاف سے معمور کردیں تو یہہ کہنا درست ہوگا کہ انہوں نے
روئے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیا کیونکہ اجزائے زمین میں باعتبار انکی باہمی قربت
اور پھیلے ہوئے ہونے کے ایک قسم کی نسبت اور تعلق ہے۔ اور ہماری اس تاویل کی تائید اس
مضمون سے ہوتی ہے جو تفسیر مدارک میں ارشاد باری عز اسمہ "وجعل القمر فیہن نوراً" (اور
بنایا خدا نے قمر کو آسمانوں میں نور) کے تحت میں بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ یہہ کہ آیت
مذکورہ میں فیہن سے مراد سموات ہیں یعنی تمام آسمان۔ حالانکہ قمر فقط آسمان دنیا میں
ہے اور یہہ اسلئے کہ آسمانوں میں بلحاظ تہ بہ تہ ہونے کے ایک قسم کی مشابہت ہے جس
کی وجہ سے قمر کے تمام آسمانوں میں نہونے کے باوجود تمام میں ہی کہنا جائز ٹھیرا مثلاً
کہا جایا کرتا ہے کہ شہر میں ایسا ہے حالانکہ وہ امر شہر کے کسی ایک حصہ میں ہوتا ہے (یہاں
تک تفسیر مدارک کی عبارت تھی) اور امر مذکور کی تائید اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو شرح
عقاید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف میں بیان کی گئی ہے اور وہ یہہ ہے کہ
آنحضرت صلعم نے بہت سے لوگوں کو فضائل علمیہ اور عملیہ میں کامل بنا دیا اور عالم کو منور فرمادیا ایمان اور عمل صالح سے

فانظر ايها المنصف الى قوله نور العالم فهذا القول مثل قوله
عليه السلام يملاء الارض وليس المراد بتنوير العالم كله او اكثره
بل البعض المطلق ولو عدوا ما بلغ[1] معشار الف الف[2] من في الارض
لان النبي صلى الله عليه وسلم مات وترك ماتہ الف واربعة و
عشرين الفا في رواية فما اقلهم بمقابلة من في العالم من الناس[3] فمثل
هذا الكلام لا يراد به[4] حقائقه بل المراد المجاز[5] المتعارف وهو في
هذا المقام ظهور ما لم يظهر ووجود ما لم يوجد ويويده ما
ذكر الكرماني تحت قوله عليه السلام يمحو الله بي الكفر اي من بلاد
العرب او بمعنى الغلبة بالحجة وظهور الدليل[6] مثاله ما يقال
ملاء السوق برا اي البر في السوق موجود ظاهر غير مختف و
ليس المراد منه[7] ان البر مملو في السوق بحيث لا يوجد موضع منه
الا والبر فيه مملو وكذلك لا يفهم منه ان البر اكثر الاطعمة التي
في السوق فكذا ههنا لان الحقيقة متعذرة بما ذكرت من المعارضات
المتقدمة والمجاز مستعمل متعارف فلا بد من المصير اليه فهو وجود
القسط والعدل وظهوره في بعض اهل الارض وما ذكرت معشار
ما عندي من المباحث في هذا الحديث فانظر الى غفلة الشيخ
الموذي لاولياء الله المبارز لحزب[8] الله كيف غفل عن هذه المعاني

[1] ما بلغوا (ع) [2] معشار الف الف مائة (ب ص د حاشيہ ج) [3] وفي جمع الجوامع ان عمر رض لما تعين فا فقال هذا حق ولو ان لي ما طلعت عليه الشمس لافتديت به من هول المطلع فقال ابن عباس رض يا امير المومنين ان اسلامك لنصر[a] وامارتك لفتحا ولقد ملئت الارض عدلا فقال عمر رض اتشهد لي بهذا عند الله يوم نلقاه قال نعم ففرح عمر رض بذلك واعجبه اخرجه ابن سعد في الكواكب الدراري شرح البخاري قال عمر رض سيخرج رجل من ولدي يملاء الارض قسطا وعدلا ويقال له العمر الاشج (ج ض ل) [4] بها حقائقها (د ش ک ط غ حاشيہ ج) [5] المعنى المتعارف (ج د) [6] وظهور دليل (ف ش ب ص) [7] وليس منه المراد (ع) [8] لحرب (ش س ف ص)

تيقن[a] لنصر

پس اے انصاف پسند صاحب شرح العقائد کے قول نور العالم (عالم کو روشن کر دیا) میں غور کرنا چاہیئے کیونکہ یہہ بالکل آنحضرت کے ارشاد یملاء الارض (روئے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا) کی طرح ہے اور اس سے تمام یا اکثر جہاں کو منور کر دینا مراد نہیں ہے بلکہ دنیا کا بعض حصہ مراد ہے اور وہ بھی بغیر (قلیل و کثیر کی) قید کے۔ اسلئے کہ اگر یہہ شمار کیا جائے کہ آنحضرتؐ نے کتنی دنیا کو نور ہدایت سے منور فرمایا تھا تو اسوقت کے اہل زمین کے کروڑویں درجہ کو بھی نہیں پہونچتا۔ کیونکہ ایک روایت میں آنحضرتؐ کی وفات کے وقت مسلمانوں کی تعداد (جو آپکے نور ہدایت سے مستفید ہوچکے تھے) ایک لاکھ اور چوبیس ہزار نفوس سے زیادہ نہ تھی اور یہ تعداد اُن بنی نوع انسان کے اعتبار سے جو اس وقت موجود تھے کس قدر کم ہے۔ پس ایسے کلام سے اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوا کرتے بلکہ مجاز مشہور مراد لیا جایا کرتا ہے اور وہ اس موقع پر غیر ظاہر چیز کا ظاہر ہونا اور غیر موجود چیز کا موجود ہونا ہے اور اسکی تائید کرمانی کے اس قول سے ہوتی ہے جو انہوں نے آنحضرتؐ کے ارشاد "یمحو اللّٰہ بی الکفر" (اللہ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹا دیگا) کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ کرمانی کہتے ہیں کہ محو کفر سے مراد بلاد عرب سے کفر کا محو و نابود ہو جانا ہے یا حجت سے غالب ہونا اور دلیل کا ظاہر ہو جانا مراد ہے اسکی مثال یوں سمجھنی چاہیئے کہ عام طور پر کہا جایا کرتا ہے کہ "بازار گیہوں سے بھر دیا"[ا] یعنی گیہوں بازار میں موجود اور نمایاں ہیں۔ ڈھکے چھپے نہیں ہیں اور اس کا یہ مطلب نہیں ہوا کرتا کہ بازار بھر میں گیہوں ہی گیہوں بھرے پڑے ہیں کوئی جگہ بھی ایسی نہیں ہے۔ جہاں گیہوں موجود نہوں اسی طرح اسکا یہ مفہوم بھی نہیں ہوا کرتا کہ "بازار میں جتنے قسم کے اناج ہیں گیہوں ان سب سے زیادہ ہیں" پس ایسے ہی یہاں بھی اس قسم کے معانی نہیں مراد لئے جا سکتے کیونکہ حقیقی معنی مراد لیا جانا تو متعذر ہے بسبب ان معارضات کے جنکا ذکر ہم سابق میں کر چکے ہیں۔ رہا مجاز تو وہ مستعمل بھی ہے، متعارف بھی تو لامحالہ اسی کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور وہ محض عدل و انصاف کا پایا جانا اور زمین کے کسی حصہ پر انکا ظاہر ہو جانا ہے۔ اور یہ جو کچھ (اس حدیث کے بارہ میں) ہم نے ذکر کیا ہے ان مباحث کا جو ہمارا ہیں عشر عشیر سمجھنا چاہیئے اور یہہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ اولیاء اللہ کو ستانے والا اور حزب اللہ سے مقابلہ کرنیوالا شیخ کیسا غافل رہا ان معانی

ا۔ بازار گیہوں سے بھر گیا (مترجم) اس لحاظ سے بجائے ملا کے ملی رہا ہوگا۔

المذكورة واقدام يجهله[1] من اللعن والطعن على قوم هم على اقدام الصحابة في احياء الدين كفانا فيه ذرني والمكذبين -

قوله وقد ورد في الحديث ما يرد تاويلهم ملوك[2] الارض اربعة مومنان وكافران فالمومنان ذو القرنين وسليمان والكافران[3] نمرود وبخت نصر وسيملكها[4] خامس من اهل بيتي -

قلت العجب من الشيخ العاري من فنون العلوم[5] كيف اورد الالزام علينا بهذا الحديث وهو لا يصلح[6] للاحتجاج به اذ لم يصرح احد من ائمة الحديث على[7] تصحيحه ولو صرحوا عليه فلا يفيد الاعتقاد[8] اذ هذه المسئلة ليست مسئلة عملية فيكتفي فيها بالظن الذي هو كاف في العمليات بل هي مسئلة اعتقادية يطلب فيها الجزم واليقين فكيف قال الشيخ وقد ورد في الحديث ما يرد تاويلهم ان سلمناه[9] على زعم الشيخ اما ترى ان الحديثين وردا في عدد الانبياء في حديث مائتا[10] الف وعشرون الفا وفي حديث مائة[11] الف وعشرون الفا فلما لم يفد اجزما ويقينا توقف العلماء في تعيين[12] العدد وقالوا لا نقتصر على عدد ثم اعلم ان الخبر اما ان يجب تصديقه وهو ما نص[13] الائمة على تصحيحه واما ان يجب تكذيبه وهو ما نصوا على تكذيبه ووضعه واما ان

---

[1] من جهله من اللعن والطعن (ج - د - ش) ايضا من جهله على اللعن والطعن (حاشيه ج) [2] ملوك الارض كلها (ب - ص - ت) [3] والكافران (ج - د - ش - غ) [4] سيملك (ض) [5] العلم (ص) [6] لا يصح الاحتجاج به (ع) [7] بتصحيحه ولو صرحوا به (ت - س - ن) [8] لان (ت) [9] سلمنا (حاشيه ج) ايضا سلمنا عن التاويل على زعم الشيخ (س - غ - ع - ف - ط - ب - ص) ايضا سلمنا التاويل على زعم الشيخ (د) [10] مائتان وعشرون الفا (ض) [11] مائة الف واربعة وعشرون الفا (ک - ط) ايضا مائة الف واربع وعشرون الفا (ن) [12] تعيين العدد (د - ب - ش - ص - ن)

[13] نصوا (كذا في جميع النسخ الا (س - ک - ط)

مذکورہ سے اور اپنی جہالت سے ان لوگوں پر لعن وطعن کرنے میں کیسی پیش قدمی کی جو احیاء دین میں حضرات صحابہ کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ شیخ مذکور کے بارہ میں ہمارے لئے خدا تعالیٰ کا ارشاد "ذرنی والمکذبین" (چھوڑ دیجئے آپ ای نبی مجھے اور ان تکذیب حق کرنے والوں کو۔)

قولہ۔ حدیث مذکور الذیل کا مضمون انکی تاویل کو رد کردیتا ہے (حدیث یہ ہے) تمام روئے زمین کے بادشاہ چار شخص ہونگے۔ دو مومن اور دو کافر۔ مومنین میں سے ذوالقرنین اور سلیمان ہیں اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر اور عنقریب میرے اہل بیت میں سے ایک شخص تمام زمین کا مالک بن جائے گا جو ان چار کے بعد پانچواں ہوگا۔

قلت۔ تعجب ہے کہ اس فنون علم سے عاری شیخ نے اس حدیث کے ذریعہ سے کسطرح ہم پر الزام قائم کردیا حالانکہ وہ اسکی صلاحیت ہی نہیں رکھتی کہ اُسے حجت کے طور پر پیش کیا جائے کیونکہ ائمہ حدیث میں سے کسی نے بھی اسکے صحیح ہونے کی تصریح نہیں کی ہے۔ اور بالفرض اگر وہ اسکی صحت کی تصریح کر بھی دیتے تب بھی وہ مفید اعتقاد نہوتی کیونکہ یہہ کوئی عملی مسئلہ تو ہے نہیں جس میں ظنیات کو کافی سمجھ لیا جائے کہ وہ عملیات کے لئے کافی ہوتے بلکہ یہہ تو اعتقادی مسئلہ ہے جس میں جزم ویقین کی ضرورت ہے۔ خدا جانے شیخ نے کس طرح یہہ کہدیا "کہ حدیث میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ انکی تاویل کو رد کرتا ہے"۔ اور اگر اُسے ہم زعم شیخ کے مطابق تسلیم بھی کرلیں تو آپ ملاحظ فرمائیے کہ تعداد انبیا کے بارہ میں دو حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن میں سے ایک میں انکی تعداد دولاکھ بیس ہزار اور دوسری میں ایک لاکھ بیس ہزار بیان کیگئی ہے۔ لیکن چونکہ ان دونوں سے جزم ویقین کا فائدہ نہیں حاصل ہوتا اسلئے علمائے کوئی تعداد معین نہیں کی اور کہدیا ہم کسی عدد معین کے ساتھ اسکو محدود نہیں کرسکتے۔ اسکے علاوہ یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جس حدیث کی صحت کی ائمہ حدیث صراحت فرمادیتے ہیں اسکی تو تصدیق ضروری ہوتی ہے اور جس کی وہ تکذیب یا اس کے موضوع ہونے کی تصریح فرمادیتے ہیں اسکی تکذیب واجب ہے۔ اور

يتوقف فيه وهو ما سكتوا عنه فالحديث[1] الذى يجب تصديقه لا يكون حجة فى الاعتقاديات الجازمة بل يفيد غالب الظن اما المتوقف فيه فلا يفيد الصحة فى نفسه فكيف يفيد الاعتقاد لغيره[2] ثم اعلم ان الحديث متنه لا يدخل تحت الاعتبار الا نادرا بل يكتب صفته[3] من القوة والضعف ويبين[4] بين بحسب[5] اوصاف الرواة من العدالة والضبط والحفظ وخلاف ذلك او بحسب[6] الاسناد من الاتصال والانقطاع[7] والارسال والاضطراب والصحيح من الحديث ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط عن مثله وسلم عن شذوذ وعلة واقسامه سبعة واعلاه ما اتفق عليه البخارى ومسلم ثم ما انفرد به البخارى ثم ما انفرد به مسلم ثم ما كان على شرطهما وان لم يخرجاه ثم ما كان على شرط البخارى ثم ما كان على شرط مسلم ثم ما صححه[8] غيرهما من الائمة فما كان بصيغة الجزم نحو قال فلان وفعل وامر او[9] روى وذكر معروفا فهو حكم بصحته[10] و ما روى من[11] ذلك مجهولا فليس حكما[12] الصحته ذكر فى الحسامى وغيره من كتب الاصول ان كان الراوى معروفا بالفقه والتقدم فى الاجتهاد[13] كالخلفاء الراشدين والعبادلة الثلثة و[14] زيد بن ثابت ومعاذ بن جبل وابى موسى الاشعرى وعائشة رضى الله عنهم وغيرهم

---

[1] وفى الحديث الذى (ج-س-ط) ايضًا فالحديث الصحيح الذى (ن) [2] فكيف يفيد الاعتقاد لغيره (ج-د-ش) [3] صفة (د-ک-ص-ف-غ-ط-ت) ايضًا بل يكتب فيه صفة (س-ع) [4] وبين بين وبحسب وصاف الرواة ... (ج) ايضا وبيّن بحسب وصاف الرواة (ک) [5] يحسب (ض) [6] يحسب (ض) [7] ومن الحديث (ض) [8] ما كان صححه (ج-ت) [9] وذک-ف-ص-غ-س-ط-ع-ت-ن) ض) [10] حكم بصحته (ص) ايضًا حكما بصحته (ل) [11] عن (ب-ت-حاشيه ج-ن) [12] بصحته (ب-ک-ط-ت-س-ف-ع-ن-ض-ل) ايضا بصحة (ص) [13] بالاجتهاد (ج) [14] زيد بن ثابت ومعاذ بن جبل (ت-غ)

جس حدیث کے بارہ میں وہ سکوت سے کام لیتے ہیں۔ اس کے بارہ میں توقف کیا جانا چاہئے
پھر جس حدیث کی تصدیق ضروری ہوتی ہے۔ قطعی عقائد میں وہ بھی حجت نہیں بن سکتی
محض غلبہ ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ بھلا جس حدیث کے بارہ میں توقف کیا گیا ہو وہ اپنی ہی
صحت کیلئے مفید ہونے سے قاصر ہے کسی دوسرے کیلئے مفید اعتقاد کیونکر ہو سکتی ہے۔
یہہ بھی جاننا چاہئے کہ متن حدیث بہت ہی کم تحت اعتبار داخل ہوتا ہے۔ تو پھر وہ کسی
دوسری چیز کے لئے کس طرح مفید اعتقاد بن سکتا ہے۔ بلکہ اسکو قوت و ضعف یا اسکی درمیانی
حالت سے جو متصف کیا جاتا ہے وہ یا تو راویوں کے اوصاف عدالت ضبط اور حفظ وغیرہ
کے لحاظ سے ہوتا ہے یا سند کے اتصال و انقطاع ارسال اور اضطراب کے اعتبار سے
اور حدیث صحیح اس حدیث کو کہتے ہیں جسکی سند متصل ہو اسکو کسی عادل و ضابط نے اپنے
ہی جیسے اوصاف والے شخص سے روایت کیا ہو اور وہ شذوذ اور علت قادحہ سے بھی
محفوظ ہو۔ پھر اسکی سات قسمیں ہیں۔ اور اسکی اعلیٰ قسم وہ ہے جو بخاری اور مسلم کی متفق علیہ ہو
پھر وہ جسے فقط بخاری نے روایت کیا ہو۔ پھر وہ کہ جسے تنہا مسلم نے بیان کیا ہو۔ پھر وہ جو ان
دونوں اماموں کی شرطوں کے موافق ہو اگرچہ ان دونوں سے مروی نہو۔ پھر وہ جو امام بخاری کی
شرط کی جامع ہو۔ اسکے بعد وہ جس کے اندر امام مسلم کی شرطین پائی جائیں۔ اور سب سے آخری درجہ
صحت حدیث کا یہہ ہو کہ امام بخاری و مسلم کے سوا دوسرے ائمہ حدیث نے اسکی تصحیح کی ہو۔ پھر جو حدیث
یقینی اور معروف صیغہ کیساتھ مروی ہو اس پر تو صحت کا حکم لگایا جاتا ہے کہ "قال فلان یا فعل
امر۔ رَوَی اور ذکر اور جو بصیغہ مجہول بیان کیگئی ہو اسپر صحت کا حکم نہیں کیا جاسکتا۔ علم اصول
کی کتابوں میں سے حسامی وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر راوی حدیث فقاہت اور اجتہاد
میں مشہور اور متقدم ہو تو اسکی حدیث حجت ہوتی ہے اور اسکے مقابلہ میں قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے
جیسے کہ خلفائے راشدین۔ عبادلۂ ثلٰثہ (حضرت عبداللہ ابن عباسؓ۔ عبداللہ ابن عمرؓ۔ عبداللہ ابن مسعودؓ
زید ابن ثابت۔ معاذ ابن جبل۔ ابو موسیٰ اشعری۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور انکے سوا وہ لوگ ہیں

ممن اشتهر بالفقه[1] والنظر كان حديثه حجة يترك به القياس فينبغي للشيخ المعرض عن الانصاف والمقبل الى الاعتساف ان يصحح الحديث اولا ثم يلزمنا به ثانيا وليس هذا الحديث من صحاح الاحاديث ومثل هذا الحديث[2] ما روى الكلبي لم يملك الارض كلها الا ثلثة ابرار سليمان وذو القرنين وابو كرب وثلثة كفار وهم النمرود وبخت نصر والضحاك منقول من شرح الشفاء فهذا يقتضي ان يكون ملوك الارض كلها ستة غير المهدي فلا يحتج بمثل هذه الاحاديث والاقوال الا مثل هذا الشيخ العاري -

قوله ويقاس على هذا باقي التاويلات -

قلت تاب الله عليك ايها الشيخ المفتري افتر[3] علينا باقي التاويلات كما افتريت اولا -

قوله فبهذا الاعتقاد صاروا مبتدعين ضالين لانهم اعتقدوا ما يخالف ظواهر الاحاديث -

قلت لا نسلم انا اعتقدنا خلاف ظواهر الاحاديث بل نعتقد[4] على الاحاديث على مراتبها ولا نتمسك بها لان السلف لم يجوزوا[5] التمسك بها للعامي بل الشيخ المتعصب صار مبتدعا ضالا بالتمسك بالاحاديث على خلاف عقيدة[6] السلف لانه جعل كل حديث ورد في هذا الباب كالمتواتر في افادة الجزم واليقين

---

[1] بالفقه والنظر فيه (د-ك-ط-س) [2] هذا الحديث (ع) [3] افترى (ج-د-ك-ت-ش-ب-ن-ض) [4] نعتقد على مراتبها ولا نتمسك بها (ع)
[5] لم يجوزوا التمسك بها (ص)
[6] عقيدة علماء السلف (حاشية ش)

جو اپنی فقاہت اور فکر و نظر میں مشہور رہیں۔

پس انصاف سے روگردان اور کجروی کی طرف مائل شیخ کو پہلے تو اس حدیث کی صحت ثابت کرنا چاہیئے اور اسکے بعد ہمیں اس سے الزام دینا چاہیئے۔ حالانکہ واقعہ یہہ ہے کہ یہہ حدیث احادیث صحیحہ میں سے نہیں ہے اور اسی جیسی حدیث وہ ہے جسے کلبی نے روایت کیا ہے کہ "تمام روے زمین کی بادشاہی صرف تین نیک شخصوں کو حاصل ہوگی جو سلیمانؑ ذوالقرنین اور ابوکرب ہیں اور تین کافروں کو اور وہ نمرود بخت نصر اور ضحاک ہیں (یہہ عبارت شرح شفا سے نقل کیگئی ہے) پس اس حدیث کا مقتضیٰ یہہ ہے کہ تمام روئے زمین کے بادشاہ علاوہ امام مہدی کے چھ ہوں۔ (حالانکہ شیخ کی بیان کردہ حدیث سے مع مہدیؑ کے صرف پانچ ثابت ہوتے ہیں) حاصل یہہ کہ ایسی احادیث و اقوال سے بجز اس شیخ کے جو علوم و فنون سے عاری ہے اور کوئی استدلال نہیں کر سکتا۔

قولہ۔ اور باقی تاویلات کا اسی سے اندازہ کر لیا جائے۔

قلت۔ اے افترا پرداز شیخ خدا تجھ پر رحم فرمائے۔ تو نے جس طرح پہلے ہم پر بہتان باندھے تھے ویسے ہی باقی تاویلوں میں بھی ہم پر بہتان باندھ لے۔

قولہ۔ پس اس اعتقاد کی وجہ سے وہ بدعتی اور گمراہ ہو گئے۔ کیونکہ وہ ایسی چیزوں کے معتقد ہیں جو حدیثوں کے صافہ اور صریح معنی کے خلاف ہے۔[۱]

قلت۔ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے کہ ہمارا اعتقاد احادیث کے صافہ و ظاہر معنی کے خلاف ہے[۲] بلکہ ہمارا اعتقاد احادیث کے بارہ میں ان کے مراتب کے اعتبار سے ہے اور ان حدیثوں سے ہم اسلیئے تمسک نہیں کرتے کہ سلف نے عامی آدمی کیلیئے ان سے تمسک کرنا جائز نہیں رکھا البتہ شیخ متعصب بدعتی اور گمراہ ہو گیا کیونکہ اس نے عقیدہ سلف کے خلاف احادیث سے استدلال کیا ہے اسلیئے کہ اس نے ہر اس حدیث کو جو اس بارہ میں آئی ہے افادہ جزم و یقین میں متواتر کی برابر ٹھہرا دیا

۱۔ صاف و صریح حدیثوں کے خلاف ہے۔ ۲۔ احادیث صریحہ کے خلاف ہے

۳۔ عقیدہ سلف کے خلاف احادیث سے تمسک کر کے شیخ متعصب بدعتی اور گمراہ ہو گیا کیونکہ اسنے ہر اس حدیث کو الی آخرہ

وما متيز في مراتب الاحاديث والرواة حيث قال في آخر[1] الرسالة
بهذه العبارة فالحاصل ان المهدى لايتحقق الاوان يوجد فيه
جميع ما ورد في شانه من الاحاديث اذ لو[2] تحقق ببعض منها لم
يكن لذكر الباقي فائدة الى هنا كلامه فانظر ايها المنصف الى جهالة
الشيخ وحماقته كيف جعل الاحاديث الصحيحة والحسنة[3] والضعيفة
المتعارضة بعضها ببعض بمنزلة[4] المتواتر في افادة الجزم واليقين
وهذا هو عين البدعة والضلالة[5] فقد[6] الزم بما الزم ووقع في ما فرعنه
قوله فلما آل الامر الى ذكر بدعتهم رأيت[7] ان اسرد الكلام في معنى
البدعة واقسامها حتى يعرف ان بدعتهم من[8] اى قسم هي البدعة
في الشرع هي احداث ما لم يكن في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
وهي منقسمة الى حسنة وقبيحة قال الشيخ الامام المجمع على امامته
الملقب بسلطان العلماء[9] ابو محمد عبد العزيز بن عبد السلام رحمة الله[10] عليه
في آخر كتابه القواعد العقائد البدعة منقسمة الى واجبة ومحرمة
ومندوبة ومكروهة ومباحة قال والطريق في ذلك ان تعرض
البدعة على قواعد الشرع فان دخلت في قواعد الوجوب فهي واجبة
او في قواعد التحريم فمحرمة او في المندوب فمندوبة او في المكروه[11]

[1] آخر هذه الرسالة (د-ک-ص-ت-س) [2] اذ لو يتحقق ببعض منها (ف) ايضاً اذ لو تحقق بعض منها (ک) [3] والحسنة والمعارضة (ع) [4] بمنزلة المتواترة (ط-س) [5] والضلال (ع-ف-ص-س-غ-ک-ط-ن-ض) [6] فقد الزم بما الزم ووقع فيما فر (ک) ايضاً فقد الزم ما الزم ووقع في ما فر (ت-ن) ايضاً فقد الزم ما الزم ووقع في ما فر عنه (ج) [7] رايت الى ان اسرد الكلام (ج) [8] في اى قسم (ص) [9] سلطان العلماء (ف) [10] رحمه الله (ع-ن) [11] او المكروهة فمكروهة او المباح فمباحة (ع-س-غ-ک-ب-ص-ف-ت-ط-ش)

اور مراتب حدیث اور مراتب رواۃ میں بھی تمیز نہیں کی چنانچہ رسالہ کے آخر میں وہ کہتا ہے کہ "حاصل یہہ ہے کہ مہدی موعود کا تحقق اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اسمیں وہ تمام چیزیں پائی جائیں جو اسکی شان میں احادیث میں وارد ہوی ہیں کیونکہ اگر ان میں سے بعض ہی کے وجود کے بعد وجود مہدیؑ متحقق ہو جائے تو باقی چیزوں کا ذکر بے فائدہ ثابت ہوگا۔" (شیخ کا کلام یہاں تک تھا)

اب اے انصاف پسند شیخ کی جہالت وحماقت کی طرف نظر کرنی چاہیئے کہ اس نے احادیث کو جن میں صحیح بھی ہیں حسن بھی ہیں ضعیف بھی ہیں باہم متعارض بھی ہیں افادۂ جزم ویقین کے اعتبار سے احادیث متواترہ کے درجہ میں ٹھیرایا جو عین بدعت اور گمراہی ہے اور اس طرح جس کا الزام اس نے ہمیں دیا تھا خود اس کا ملزم ٹھیرا اور جس سے گریز کیا تھا آپ اسی میں مبتلا ہوا۔

قولہ۔ اب جبکہ گفتگو کا رخ ذکر بدعت کی طرف پھر چکا ہے تو میں مناسب سمجھتا ہوں کہ بدعت کے معنی اور اس کے اقسام کو بھی ذیل بیان میں لے آؤں تا کہ یہہ معلوم ہو جائے کہ انکی بدعت کس قسم کی ہے۔

بدعت اصطلاح شریعت میں ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو عہد نبوت میں نہو اور اب اسے پیدا کر لیا گیا ہو اور اسکی دو قسمیں ہیں حسنہ اور قبیحہ شیخ امام ابو محمد عبد العزیز ابن عبد السلامؒ نے (جنکی امامت مجمع علیہا اور جن کا لقب سلطان العلما ہے) اپنی کتاب "قواعد العقائد" کے آخر میں فرمایا ہے کہ بدعت کی چند قسمیں ہیں۔ واجبہ۔ محرمہ۔ مندوبہ مکروہہ اور مباحہ اور اسکی تقسیم کا طریقہ انہوں نے یہہ بتلایا ہے کہ بدعت کو قواعد شریعت پر پیش کیا جائے پس اگر وہ قواعد وجوب کے تحت میں داخل ہو تو واجبہ قواعد تحریم کے ذیل میں آئے تو محرمہ اور قواعد مندوبہ مکروہہ یا مباحہ میں درج ہو جائے تو مندوبہ

فمكروهة او فى المباح فمباحة وللبدعة الواجبة امثلة منها الاشتغال
بعلم النحو الذى يفهم[١] به كلام الله وكلام رسوله وذلك واجب
لان حفظ الشريعة واجب ولا يتاتى حفظها الا بذلك وما لا يتم
الواجب الا به فواجب[٢] ومنها غرائب الكتاب والسنة ومنها
تدوين اصول الفقه ومنها الكلام فى الجرح والتعديل وتمييز
الصحيح من السقيم وقد دلت قواعد[٣] الشرع على ان حفظ الشريعة
فرض كفاية فيما زاد على المتعين وللبدع[٤] المحرمة امثلة منها مذاهب
القدرية والجبرية والمرجية والمجسمة[٥] والرد على هولاء من البدع[٦]
الواجبة وللبدع[٧] المندوبة امثلة مثل احداث الربط والمدارس
وكان احداثهم لم يعهد فى العصر الاول ومنها التراويح والكلام
فى دقائق[٨] التصوف وفى الجدل ومنها جمع المحافل للاستدلال
فى المسائل ان قصد بذلك وجه الله وللبدع المكروهة امثلة
كزخرفة المساجد وتزويق المصاحف[٩] وللبدع المباحة امثلة منها
المصافحة عقيب[١٠] الصبح والعصر ومنها التوسع فى اللذائذ من
الماكل والمشارب والملابس والمساكن ولبس الطيالسة وتوسيع[١١]
الاكمام وقد يختلف فى ذلك بعض العلماء انها من البدع المكروهة
ويجعله[١٢] اخرون من السنن المفعولة فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم

---

[١] يفهم به كلام الله ورسوله (ف) ايضًا يفهم به كلام الله وكلام رسول الله (حاشية ج وحاشية ش) [٢] فهو واجب (ص) [٣] قواعد الشريعة (د-ك-ش-ص-غ-ط-ع-ن) [٤] للبدعة (ج-س-ش) [٥] المجسمية (ج-د-ش-غ-ن) [٦] البدعة (ج) [٧] للبدعة (س) [٨] فى دقائق التصوف ومنها جمع المحافل (ج-د-س) [٩] المساجد (حاشية (ج-ن ض) [١٠] عقب (حاشية (ط)
[١١] توسعة (ب-ف-حاشية ج-حاشية ش)
[١٢] يجعل (ط).

مکروہہ اور مباحہ۔ اور بدعت واجبہ کی بہت سی مثالیں ہیں۔
منجملہ ان کے یہہ کہ علم نحو میں مشغولیت رکھنا جس کے ذریعہ سے قرآن و حدیث کو سمجھا جاسکے اور یہہ واجب ہے کیونکہ حفاظت شریعت واجب ہے اور وہ بغیر اس کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور جس چیز کے بغیر کوئی واجب کامل اور تام نہ ہو سکتا ہو وہ چیز خود واجب ہو جاتی ہے اور ان ہی مثالوں میں سے ہیں غرائب قرآن وحدیث اور ان ہی میں سے ہے اصول فقہ کا مدون کرنا جرح و تعدیل اور صحیح کو سقیم سے ممیز کرنے کے بارہ میں گفتگو کرنا۔ اور قواعد شریعت اس پر دال ہیں کہ فرائض معینہ سے زیادہ امور کے بارہ میں شریعت کی حفاظت فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح بدعت محرمہ کی بھی بہت سی مثالیں ہیں مثلاً قدریہ۔ جبریہ۔ مرجیہ۔ اور مجسمہ کے مذاہب اور ان کا رد کرنا بدعت واجبہ میں داخل ہے۔ نیز بدعت مندوبہ کی بھی چند مثالیں ہیں مثلاً رباطا اور مدارس کا قایم کرنا وغیرہ یہ چیزیں بعد کی پیدا کردہ ہیں اور ان کا پتہ ہمیں عصر اول میں نہیں چلتا یا مثلاً نماز تراویح پڑھنا اور نکات تصوف میں گفتگو اور مناظرہ کرنا۔ اسی طرح مسائل شرعیہ پر دلیلیں قایم کرنے کی غرض سے محفلوں کا اجتماع بشرطیکہ اس سب سے مقصود خوشنودی باری ہو۔ نیز بدعت مکروہہ کی بھی چند مثالیں ہیں۔ مثلاً مسجدوں کا مزین کرنا اور قرآن کریم پر نقش و نگار کرنا اور بدعت مباحہ کی بھی بہت سی نظیریں ہیں جیسے نماز فجر او عصر کے بعد مصافحہ کرنا کھانے پینے کی لذیذ چیزوں۔ لباس۔ مکان اور طیلسان وغیرہ کے اوڑھنے میں وسعت اور کشادہ دلی سے کام لینا اور چوڑی چوڑی آستینیں رکھنا اور ان چیزوں کے بارہ میں علما باہم مختلف ہیں بعض کی رائے تو یہہ ہے کہ یہہ مکروہ بدعتوں میں سے ہے اور بعض انہیں ایسی سنتیں قرار دیتے ہیں جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

وفيما بعده[1] انتهى كلام الشيخ المذكور۔

قلت لا يخفى ان البدعة امر غامض لم يتحقق كلها للعلماء فاختلفوا فى انها من السنن او البدع

قوله وقال الشافعى رحمة الله عليه المحدث بين الامور ضربان احدهما ما احدث مما يخالف كتابا او سنة او اثرا او اجماعا فهذه[2] البدعة هى الضلالة والثانى ما احدث من الخير[3] لا خلاف فيه لواحد من هذا فهذا محدث غير مذموم وقال فى النهاية ما ورد كل محدث بدعة انما يريد ما خالف[4] اصول الشريعة ولم يوافق السنة واكثر ما يستعمل البدعة فى الذم فاعلم اسعدك الله تعالىٰ ان بدعة هولاء لا شك[5] انها من السئة[6] المحرمة اشد[7] الحرمة۔

قلت رحم[8] الله من انصف وتامل فيما قال الشيخ بالتعصب و العناد كيف حكم علينا بالبدعة المحرمة اشد الحرمة[9] وهى لا تثبت الا على من ترك سنة صحيحة لا تحتمل[10] التاويل والمجاز ولا يعارضها سنة اخرى والاحاديث الواردة فى هذا الباب آحاد لا تفيد القطع واليقين مع ان بعضها يعارض بعضا و يحتمل التاويل والمجاز اذ[11] المتواتر فى هذا الباب هو القدر المشترك الحاصل من الاحاديث وهو وجود[12] المهدى فقط ولذلك[13] قال البيهقى اختلف الناس فى امر

---

[1] فما بعده (ع - ف - ط - س - ت) [2] فهذه البدعة الضلالة كذا فى جميع النسخ الا "ک" [3] الخير (ض) [4] اخلف (ت) [5] لا شك فيه من البدعة السئة المحرمة (ب) [6] البدعة (ض) [7] اشد المحرمة كذا فى جميع النسخ الا (د - ک - حاشیہ ح) [8] رحم الله على من انصف (ک) ايضا رحم الله تعالىٰ من انصف (ف) [9] المحرمة كذا فى جميع النسخ الا (ک) [10] لا يحتمل (ج - ن - حاشیہ ض) ايضا لا تحمل (ض) [11] اذا المتواتر (ج - ت - س - ن)
[12] مجيئ المهدى (حاشیہ ع) [13] وكذلك (س)

اور اس کے بعد بھی عمل کیا گیا (شیخ مذکور کا کلام یہاں ختم ہو گیا)

قلت - یہ ظاہر ہے کہ بدعت ایک امر غامض[1] ہے - اس کے پورے پورے معنی علما پر متحقق نہیں ہوے اس لئے ان امور کے مسنون یا بدعت ہونے کے بارہ میں وہ باہم مختلف الرائے ہو گئے -

قولہ - امام شافعی رحہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ امور شرعیہ میں جو چیز نئی پیدا کیجائے اسکی دو قسمیں ہیں - ایک تو یہہ ہے کہ وہ امر مُحدث قرآن و حدیث یا آثار و اجماع کے خلاف ہو اور یہہ بدعت ضلالت ہے اور دوسری یہہ کہ وہ نئی پیدا کردہ چیز اچھی ہو اور ان (چاروں) میں سے کسی کے خلاف نہو یہ وہ محدث ہے جس کو مذموم نہیں کہہ سکتے - نہایہ میں ہے کہ ہر نئی پیدا کی ہوی چیز کو جو بدعت کہا گیا ہے اس سے وہ اُمور مراد ہیں جو اصول شریعت اور سنت کے مخالف ہوں اور اکثر بدعت کا استعمال مذموم ہی چیزوں میں کیا جاتا ہے پس آپ کو معلوم ہونا چاہئے (خدائے برتر آپ کو سعادت سے بہرہ ور فرمائے) کہ ان لوگوں کی بدعت بھی بے شک و شبہ شدید ترین بدعات سیئہ محرمہ میں سے ہے

قلت - ہر منصف مزاج کو (خدا اس پر رحم فرمائے) ان امور میں غور و تامل کرنا چاہئے جو شیخ نے تعصب اور عناد سے ہمارے متعلق بیان کئے ہیں اور کس طرح اس نے ہم پر شدید ترین بدعت محرمہ کا حکم لگا دیا ہے - درآنحالیکہ مرتکب بدعت اسی شخص کو سمجھا جاتا ہے جو ایسی حدیث صحیح کو ترک کرے جسمیں تاویل یا رجوع الی المجاز کا احتمال نہو - اور نہ کوئی دوسری حدیث اسکے معارض ہو - اور اس بارہ میں جتنی احادیث وارد ہوی ہیں سب کی سب آحاد ہیں ان سے قطعیت و یقین کا فائدہ نہیں حاصل ہوتا معہذا وہ ایک دوسرے کے معارض بھی ہیں اور تاویل و مجاز کا احتمال بھی پایا جاتا ہے اس لئے کہ اس بارہ میں وارد شدہ احادیث کے مجموعہ کا جو قدر مشترک تواتر طور پر حاصل ہوتا ہے وہ صرف امام مہدی کا وجود ہے اسی بنا پر امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ امام مہدی کے بارہ میں لوگ مختلف الخیال

[1] - ایک نہایت دقیق چیز ہے

المهدی فتوقف جماعة واحالوا العلم الی عالمه واعتقدوا انه واحد من اولاد فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم یقدر احد علی تشخیص المهدی قطعًا ویقینًا لعدم ما یحصل به القطع فی هذا الباب الا هذا الشیخ البلید حیث قال ولا یثبت[1] المهدی الا وان یوجد فیه جمیع ما ورد فی شانه -

قوله لان احکام الشرع نوعان اصول ای المعتقدات وفروع ای المعاملات الظاهرة والبدعة فی الاصول اشد من البدعة فی الفروع والبدعة فی الاصول لا یعرفها الا من احاط بالاحادیث النبویة خصوصا الاحادیث[2] التی وردت فی خروج المهدی -

قلت العجب من الشیخ المعتوه تارة یتکلم بکلام العقلاء وهو قوله والبدعة فی الاصول لا یعرفها الا من احاط بالاحادیث النبویة وتارة یتکلم بکلام المجانین وهو قوله خصوصًا الاحادیث[3] التی وردت فی خروج المهدی لان المراد بقوله والبدعة فی الاصول الاعتقادیات فای الاعتقادات الفاسدة[4] یعلم[5] من الاحادیث الواردة فی[6] المهدی والفرق الاسلامیة کل واحد منهم ینسب بعضهم بعضًا الی البدعة والضلالة متمسکین بالکتاب والسنة فای بدعة فیهم حکم بها بالاحادیث الواردة فی المهدی فانظر فی العبارة السابقة تبین[7] بلادة الشیخ -

---

[1] ولا یثبت المهدی الا ان یوجد فیه (س) ایضا ولا یثبت الا وان یوجد فیه (ص) [2] الاحادیث النبویة التی (ع - ث - ب - غ - ف - ص - ن - ض - ع) [3] الاحادیث النبویة التی (ت) [4] الفاسدات (ج) [5] تعلم (ع) [6] فی باب المهدی (ک) [7] لتبین (ج)

ہیں ایک گروہ نے تو اس بارہ میں توقف کیا ہے اور اس کے علم کو اس کے
عالم ہی کے حوالہ کر دیا ہے ان کا عقیدہ صرف یہہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی کی اولاد میں سے ایک فرد ہونگے اس بارہ
میں چونکہ کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جس سے کسی قطعی فیصلہ تک پہنچا
جا سکے اس لئے کسی شخص کو بھی یہہ قدرت حاصل نہیں ہوی کہ قطعی اور
یقینی طور پر امام مہدی کو مشخص کر سکے بجز اس غبی شیخ کے جو کہتا ہے کہ
"مہدی موعود وہی ہو سکتا ہے جس کے اندر وہ تمام امور پائے جائیں جو
اس کے متعلق احادیث میں وارد ہوئے ہیں"۔

قولہ۔ اس لئے کہ احکام شریعت دو قسم پر ہیں اصول یعنی اعتقادی چیزیں
اور فروع یعنی ظاہری معاملات اور اصولی بدعت فروعی بدعت سے زیادہ
شدید ہوتی ہے اور اصولی بدعت کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو احادیث نبویہ پر حاوی ہو
بالخصوص ان احادیث پر جو خروج مہدی کے بارہ میں وارد ہوی ہیں۔

قلت۔ اس دیوانے شیخ پر تعجب ہے کہ کبھی تو وہ دانشمندوں کی سی باتیں کرنے
لگتا ہے مثلاً کہتا ہے کہ "جو بدعت اصول دین میں ہوتی ہے اسکو احادیث نبویہ کے ماہر
کے سوا کوئی نہیں سمجھہ سکتا" اور کبھی دیوانوں کی گفتگو کرتا ہے کہ "خاصکر جو احادیث خروج
مہدی کے بارہ میں وارد ہوی ہیں انکو اس کا علم محیط ہو" اور یہہ اسلئے کہ "بدعت فی الاصول"
سے شیخ کی مراد اعتقادیات ہیں پس وہ کونسے اعتقادات فاسدہ ہیں جنکا علم مہدی کے بارہ
وارد شدہ حدیثوں کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے در آنحالیکہ تمام اسلامی فرقے ایک دوسرے
کو بدعت اور گمراہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس پر قرآن و حدیث ہی سے استدلال
کرتے ہیں۔ پس ایسی کونسی بدعت انمیں پائی جاتی ہے جس کا حکم ان پر ان احادیث سے لگایا جائے جو مہدی
موعود کے بارہ میں آئی ہیں عبارت سابقہ میں نظر کرنے سے ہر صاحب نظر پر شیخ کا غبی ہونا عیاں ہو جائیگا

قوله ولهذا قيل الجهاد مع المبتدعة[1] افضل من الجهاد مع الكفار لان الكافر يعرفه كل احد[2] بهيئته وزيه انه كافر فلا يقربه ولا يقبل كلامه واما المبتدع فهو في زي الاسلام والصلاح لا يعرفه الامن ملاء علمًا بالكتاب والسنة ـ

قلت قوله ولهذا علة لقوله والبدعة في الاصول اشد من البدعة في الفروع وغرضه ان بدعة هولاء بدعة في الاصول والجهاد معهم افضل من الجهاد مع الكفار لانهم يعتقدون غير المهدي مهديا والعجب من الشيخ اباح قتلنا بلا موجب بمجرد هذا الاعتقاد بالعناد وعدم الانصاف لانه ان سلم الخطاء في هذا الاعتقاد بسبب كثرة الاختلاف[3] من السلف والخلف واحتمال الاحاديث[4] للتاويل والمجاز وعدم المجتهد المرجوع اليه في المعضلات لايسلم[5] اباحة قتل المسلم المخطي في الاجتهاد[6] في الامور المشتبهة لان هذا الخطاء المفروض شبيه بخطاء من اخطاء القبلة في يوم ذي غيم وصلى الى جهة بشهادة قلبه فان قيل كيف يكون هذا الخطاء المفروض شبيها بخطاء[7] من اخطاء القبلة لان تحريه انما كان لعدم وجدانه من يسئله عنها فيحصل العلم بخبره وفيما نحن فيه احاديث ناطقة باوصاف المهدي فمن اين يشبه[8] هذا بذلك قلت ذكرمرارا ان الاحاديث بعضها ضعاف نهاية[9] الضعف وبعضها

---

[1] المبتدع (ع) [2] واحد (ع ـ ص ـ ت) [3] الاختلافات (ض) [4] الحديث (ج ـ ط ـ ش) [5] لانسلم (ک ـ ط ـ ص ـ غ ـ ع) [6] اجتهاد (ب ـ ن) [7] بخطاء القبلة (ع) ايضًا بخطا من اخطا للقبلة (ص) [8] تشبه بذلك (ک) [9] غاية (د ـ س ـ حاشيه ط) ايضًا في غاية الضعف (حاشيه ن)

قولہ۔ اسی سبب سے کہا گیا ہے کہ اہل بدعت سے جہاد کرنا کافروں سے جہاد کرنے سے افضل ہے کیونکہ کافر کو ہر شخص اسکی صورت اور وضع قطع سے پہچان لیتا ہے کہ یہہ کافر ہے اس بنا پر اس سے بچتا اور اس کے کلام کو رد کرتا ہے لیکن بدعتی کو اسلام اور اہل صلاح کے بھیس میں ہونے کیوجہ سے صرف وہی شخص پہچان سکتا ہے جس کا سینہ قرآن وحدیث کے علم سے معمور ہو۔

قلت۔ شیخ کا قول "لہذا" علت ہے اس کے اس قول کی "والبدعۃ فی الاصول اشد من البدعۃ فی الفروع" (اور اصول دین میں بدعت زیادہ سخت ہوتی ہے بدعت فی الفروع سے) اور اسکی غرض یہہ ہے کہ ان لوگوں کی بدعت اصول دین میں سے ہے پس انکے ساتھ جہاد کرنا کافروں سے جہاد کرنے سے افضل ہے کیونکہ وہ غیر مہدی کو مہدی مانتے ہیں۔ تعجب ہے کہ شیخ نے بے وجہ محض اس اعتقاد کی بنا پر ناانصافی اور عناد سے ہمارے قتل کو مباح قرار دیا۔ اگرہم اپنے اس اعتقاد میں وجود خطا کو تسلیم بھی کرلیں کیونکہ سلف سے خلف تک اسمیں کثرت سے اختلاف ہوتا چلا آیا ہے نیز حدیث میں تاویل اور مجاز کا بھی احتمال ہے اور کوئی مجتہد اسوقت ایسا موجود نہیں ہے جسکی طرف مسائل مشکلہ میں رجوع کیا جاسکے تب بھی یہہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ مشتبہ امور میں اجتہادی خطا کے مرتکب مسلمان کا قتل مباح ہے کیونکہ یہ مفروضہ خطا ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص ابر کے دن غلطی سے محض اپنی شہادت قلب پر اعتماد کرکے قبلہ کے سوا کسی دوسری جہت کی طرف منہ کرکے نماز پڑھ لے۔ اگر یہہ کہا جائے کہ یہہ خطا "خاطی فی القبلہ" کی خطا کے مشابہ کیونکر ہوسکتی ہے۔ اسلئے کہ اس نے تو اپنی شہادت قلب پر محض اسلئے عمل کیا کہ اس کے پاس کوئی ایسا شخص موجود نہیں تھا جس سے جہت قبلہ دریافت کرکے اسکے متعلق علم حاصل کرسکتا اور جس مسئلہ میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اسکے بارہ میں تو بہت سی حدیثیں ایسی موجود ہیں جو مہدی کے اوصاف بیان کرتی ہیں تو پھر یہ صورت اسکے مشابہ کیسے ہوسکتی ہے میں کہتا ہوں کہ یہ امر بارہا ذکر کیا جاچکا ہے کہ ان حدیثوں میں سے بعض حدیثیں تو انتہا درجہ ضعیفہ ہیں اور بعض

متعارضة ببعض[1] لاستوائها قوةً وضعفا وبعضها توجد فيمن
نصدق[2] به وليس فی هذا الباب حدیث یفید القطع والیقین لان
خبر[3] الآحاد وان کان صحیحا لا یزید[4] الا الظن والظن لا یفید
الاعتقاد کما ذکر فی کتب الاصول[5] فاشتبه[6] لعدم حصول العلم
بالاحادیث فصار هذا شبیها بذلک نعم یقتضی قول الشیخ
اباحة[7] بل افضلیة قتل من انکر المهدی المحقق[8] فی الواقع ونسبه
وقومه الی الضلال[9] والاضلال[10] واباح قتلهم اقراء کتابک کفی
بنفسک الیوم علیک حسیبا

قوله ولهذا تری الجهال والعوام یعتقدون لهذه الطائفة
المبتدعة لانهم یرون اعمالهم الظاهرة من الصلوة والصوم
والانزواء من[11] الخلق

قلت ولله در من قال ان الکذوب قد یصدق صدق
الشیخ فی وصف اصحابنا بالاخلاق الحمیدة والاوصاف الجمیلة
المثمرة من بذر التصدیق وهذا هو العلة فی تصدیق الانبیاء
علیهم السلام کما ذکر فی شرح العقائد واتم مکارم الاخلاق
واکمل کثیرا[12] من الناس فی الفضائل العلمیة والعملیة ونور العالم

---

[1] لبعض (ک) [2] تصدق (ک-غ-ط) [3] الجز الآحاد (س-ک) [4] لا یزید الا الظن کما ذکر فی کتب الاصول (ص-س-ع) ایضا لا یزید الا الظن والشک کما ذکر الی آخره (ص-ع) [5] اذ المتواتر فی هذا الباب هذا القدر المشترک الحاصل من الاحادیث وهو وجود المهدی فقط یعنی من غیر قطع علی صفة ثبوتیة او سلبیة فاذا کان کذلک (ج) [6] فاشتبه امر المهدی علی الخلق لعدم حصول العلم (ج) [7] اباحة افضلیته بل قتل من انکر المهدی (ج) [8] المتحقق (س) [9] الضلالة (ت-ض) [10] او (غ-ش-ب-د-س-ت-س) [11] عن (دک-حاشیه غ-حاشیه ط) [12] کثیر (ج) ایضا کثیرة حاشیه (ج)

قوت وضعف میں مساوی ہونے کے باعث بعض کے معارض ہیں اور کچھ ایسی ہیں جن کا مفہوم انکے اندر پایا جاتا ہے جن کے مہدی موعود ہونے کی ہم تصدیق کرتے ہیں۔ اس بارہ میں ایسی ایک حدیث بھی موجود نہیں ہے جو یقین اور قطعیت کا فائدہ دے سکے اس لئے کہ اخبار آحاد چاہے صحیح کیوں نہوں ظن ہی میں اضافہ کر سکتی ہیں اور ظن مفید اعتقاد ہوتا نہیں جیسا کہ اصول کی کتابوں میں مذکور ہے (پس تمام احادیث سے متواتر طریقہ پر یہی قدر مشترک حاصل ہوتا ہے کہ وجود مہدی یقینی ہے فقط اسی قدر بغیر اس کے کہ کسی صفت کا انکے اندر ہونا یا نہونا یقینی طور پر ثابت ہوتا ہو) اور جب صورت واقعہ یہہ ٹھیری تو مہدی موعود کا مسئلہ مخلوق خدا پر مشتبہ ہو گیا اور احادیث سے اس بارہ میں کوئی علم حاصل نہو سکا۔ پس یہہ خاطی فی القبلہ کے مشابہ ہو گیا۔ البتہ شیخ کے قول کا مقتضیٰ یہہ ہے کہ اُن لوگوں کا قتل کر دیا جانا مباح بلکہ افضل ہے جو اس مہدی کا انکار کرتے ہیں جن کا وجود نفس الامر میں ثابت ہو چکا ہو اور اسکی اور اسکی قوم کی طرف گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کی نسبت کرتے ہیں۔ اور ان کے قتل کو مباح قرار دیتے ہیں اقرأ کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا (اپنا نامۂ اعمال پڑھ۔ آج کے دن تیرا نفس ہی تیرے محاسبۂ اعمال کیلئے کافی ہے) قولہ۔ اس وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ عوام اور جاہل ان لوگوں کے ظاہری اعمال نماز۔ روزہ اور دنیا سے علٰحدگی کو دیکھکر اس بدعتی گروہ کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ قلت۔ اللہ ہی کیلئے اس کہنے والے کی خوبی کہ ان الکذوب قد یصدق "جھوٹا بھی کبھی سچ بول لیتا ہے" شیخ نے ہمارے اصحاب[ا] کو اخلاق حمیدہ اور اوصاف جمیلہ سے (جو شمر تخم تصدیق ہیں) متصف کرنے میں پیرایہ صدق اختیار کیا اور یہی چیز انبیاء علیہم السلام کی تصدیق میں علت کا کام دیتی ہے چنانچہ شرح عقاید میں آنحضرت صلعم کی شان میں بیان کیا گیا ہے۔ "آپ نے مکارم اخلاق کو حد اتمام تک پہنچا دیا بہت سے لوگوں کو فضائل علمیہ و عملیہ میں کامل بنا دیا اور منور فرما دیا عالم کو

[ا]۔ ساتھیوں۔

بالايمان والعمل الصالح وكما قال الراغب لكل نبى آيات عقليه يعرفها البصراء[1] كالانوار الرائقة عليهم والاخلاق الكريمة لهم[2] والعلوم الزاهرة[3] بان يكون كلامهم ذا حجة وبيان يشفى السامعين[4] وهذه الاحوال لايطلب معها بصير معجزة الاعنادا اذا الامراض الروحانية غالبة على الاكثر[5] فاذا راينا من يعالجها ويكمل النفوس علمنا انه طبيب حاذق ونبى صادق والثانية معجزة[6] لابد للقاصر عن ادراك الفرق بين كلام الله وكلام البشر عن طلبها وانت خبير[7] بان هذه الاوصاف انما حصلت لاصحابنا بعد التصديق واى[8] مرض اعظم من محبة الدنيا واهلها واى كريمة اشرف من تركها مع اهلها وهذه الخصلة الواحدة توازى جميع الاخلاق وقد حصلت لهم بالتصديق كما شهد[9] عليه الشيخ[10] لكن الاعمى لايبصر ونسبة الشيخ للمصدقين الى الجهل كنسبة المخالفين لاصحاب النبى صلى الله عليه وسلم الى السفه[11] حيث قالوا انؤمن كما آمن السفهاء ولله در القائل۔

ومن يك ذا فم مر[12] مريض ❊ يجد مرا به الماء الزلالا

ارى الاحسان فى الحر حميدا ❊ وفى اهل الاراذل كان ذنبا

كماء المزن فى الاصداف درا[13] ❊ وفى فم الافاعى صار سما

---

[1] البصير (ج) [2] بهم (ض) [3] الظاهرة (ج۔ش۔ف۔غ۔ن۔ض) [4] للسامعين (ص۔ل) ايضاً السامعين وهذه احوال (ص۔ف۔ع۔ط۔غ) [5] على الاكثر من الناس (ب۔ت۔ن) [6] المعجزة (ج۔ف۔ع۔ب) [7] خبير بهذه الاوصاف (س) [8] فاى مرض (غ) [9] شهد به الشيخ (حاشيہ ل) [10] لانهم يرون اعمالهم الظاهرة من الصلوة والصوم والانزواء من الخلق (ج۔حاشيہ د) [11] السفهة (ع) [12] ان اشعار کے اوپر لفظ "شعر" بطور عنوان لکھا ہے (ج ع۔ض) ایضا دوسرا شعر نہیں ہے (ص۔ف۔غ۔ل) ایضا پہلا شعر دوسرے شعر کی جگہ اور دوسرا شعر پہلے شعر کی جگہ ہے (س۔ت۔ک۔ع) تیسرے شعر سے پہلے ولآخر لکھا ہے (ع)

[13] در (ج)

ایمان اور عمل صالح کی روشنی ہے اور اسی طرح راغبؒ نے کہا ہے
ہر نبی کے لئے دو نشانیاں ہوا کرتی ہیں عقلی جسکو اہل نظر ہی پہچان سکتے ہیں مثلاً انبیاءؑ
(کے چہروں) کے انوار رائقہ ان کے شریفانہ اخلاق اور انکے روشن علوم اس طرح کہ
انکا کلام دلیل کے ساتھ اور اُن کا بیان سامعین کے واسطے شفابخش ہوتا ہے اور
یہہ چیزیں ایسی ہیں کہ انکے ہوتے ہوئے کوئی صاحب بصیرت معجزہ طلب نہیں کرتا
عناد کی اور بات ہے۔ اسلئے کہ امراض روحانیہ اکثر لوگوں پر غالب ہیں جب ہم کسی
ایسے شخص کو دیکھ پاتے ہیں جو ان امراض کا معالجہ اور نفوس بشریہ کی تکمیل کرتا ہے
تو ہم جان لیتے ہیں کہ وہ آزمودہ کار طبیب اور سچا نبی ہے۔ دوسری نشانی معجزہ
ہے اور جو شخص کلام خدا اور کلام بشر میں ادراک فرق سے قاصر ہے اس کے واسطے
اسکا طلب کرنا ضروری ہے۔ اور آپ یہہ بات جانتے ہیں کہ ہمارے اصحاب[1] کو یہہ
اوصاف تصدیق کے بعد ہی حاصل ہوئے ہیں۔ پھر دنیا اور اہل دنیا کی محبت سے بڑا مرض
اور کونسا ہے اور اسی طرح ترک دنیا و اہل دنیا سے شریف ترین خصلت کونسی ہوسکتی ہے
بلکہ واقعہ یہہ ہے کہ یہی ایک خصلت تمام اخلاق کے برابر ہے جو ہمارے اصحاب[2] کو تصدیق
ہی سے حاصل ہوئی ہے جیسا کہ خود شیخ اس کا شاہد ہے (اسلئے کہ لوگ انکے اعمال
ظاہرہ۔ نماز۔ روزہ اور عزلت عن الخلق کو دیکھتے ہیں) البتہ نابینا کو نظر نہیں آتا اور
شیخ کا تصدیق کرنے والوں کی طرف جہل کی نسبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مخالفین اسلام اصحاب
نبی کریم صلعم کیطرف سفاہت (بے عقلی) کی نسبت کرتے تھے چنانچہ وہ کہتے تھے "کیا ہم بھی ایسے ہی ایمان
لے آئیں جیسے کہ وہ سفیہ ایمان لے آئے ہیں" اور اللہ ہی کیلئے ہے خوبی ان اشعار کے قائل کی ؎
جس مریض[3] کے منہ کا مزہ تلخ ہو وہ۔ اس مرض ہی کیوجہ سے آب زلال میں بھی تلخی پاتا ہے
شریف آدمی کے ساتھ میں حسن سلوک کو محمود سمجھتا ہوں لیکن کمینوں کے ساتھ احسان ایک گناہ ہے
یہہ ایسے ہی ہے جیسے کہ ابر کے قطرے صدف میں موتی اور سانپوں کے منہ میں زہر بن جاتے ہیں

[1]۔ ساتھیوں۔ [2]۔ ساتھیوں۔ [3]۔ جس کے منہ کا مزہ تلخ ہو وہ مریض ہے اور مرض ہی کی وجہ سے الی آخرہ

قوله ولا يعرفون ان لهذه الاعمال الظاهرة تعلقا بالاعمال الباطنة[1] التي هي المعتقدات والاصول فاذا صحت المعتقدات صحت هذه الاعمال الظاهرة واذا اقترنت المعتقدات ببدعة بطلت هذه الاعمال الظاهرة كما ورد في السنة[2] لا يقبل الله لصاحب[3] البدعة صلوة ولا صوما ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جهادا ولا صرفا ولا عدلا يخرج من الاسلام كما يخرج الشعرة من العجين اخرجه ابن ماجه عن حذيفه وورد ايضا ابى الله ان يقبل عمل صاحب بدعة حتى يدع بدعته اخرج[4] ابن ماجه[5] وابن ابي عاصم في السنن[6] عن عباس رضي الله عنه ايضا ان الله احتجر[7] التوبة على[8] صاحب كل بدعة اخرجه ابن[9] فيل والطبراني في الاوسط والبيهقي ايضا[10] عن انس بن مالك رضي الله عنه وغير ذلك من الاحاديث التي وردت فيها۔

قلت ان مراد الشيخ من ايراد[11] الاحاديث ان اعمال هذه الطائفة محبطة ببدعة هي تصديقهم غير المهدي مهديا و قد سلف[12] ان اثبات البدعة علينا في امر مختلف فيه محال كيف[13] والمهدي هو الحاكم والفارق[14] بين البدعة والسنة المختلف فيهما[15] لانه من خصائصه لما تذكر[16] عليه من الدلائل في

[1] الباطنية (ج-د-ب-ش-ع) [2] السنن (ج-ض) ايضا الحديث والسنة (حاشيه ج-حاشيه ش) [3] لصاحب بدعة (كذا في جميع النسخ الا (ج-د-ب-ش-ن) [4] اخرجه ابن ماجه وورد ايضا (ج) [5] في سننه (حاشيه ش) ايضا اخرجه ابن ماجه وابن ابي عاصم (ع) [6] في السنة (ب-ک-ف-غ-ک-ت-س-ع-ن) [7] احتجز (نسخه ض) [8] على كل صاحب بدعة (ت) [9] كذا في جميع النسخ لعله ابن حنبل [10] ايضا عن انس وغير ذلك (س-ص-ک-ط-ت-ع-ض-ن) وايضا (ب-ش) [11] اسناد (ب-ص-ف-غ-ت-ع) [12] سبق (حاشيه ت) ايضا سلفت (د-ک-ظ-ش) [13] وكيف (ص) [14] والفاروق (ص) ايضا الحكم والفاروق (ض) [15] المختلفة فيها (ط) ايضا المختلف فيها (ک-حاشيه ط) ايضا فيها (ض) [16] تذكر عليه (ج)

قولہ- اور وہ یہہ نہیں جانتے کہ ان اعمال ظاہری کو باطنی اعمال یعنی اصول و معتقدات سے بھی ایک قسم کا تعلق ہے پس جب معتقدات صحیح ہوتے ہیں تو یہہ اعمال ظاہرہ بھی صحت پذیر ہو جاتے ہیں اور اگر معتقدات بدعت سے قریب ہو جاتے ہیں تو یہہ ظاہری اعمال بھی باطل ٹھیرتے ہیں چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے "باری تعالیٰ بدعتی کی نماز روزہ زکوٰۃ حج عمرہ جہاد صرف اور عدل کچھ بھی قبول نہیں فرماتا اور وہ اسلام سے اسی طرح خارج ہو جاتا ہے جس طرح کہ آٹے سے بال" (یہ حدیث ابن ماجہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کی ہے) نیز وارد ہوا ہے کہ "جب تک بدعتی اپنی بدعت کو چھوڑ نہ دے باری تعالیٰ اس کے عمل کے قبول کرنے سے انکار فرماتا ہے۔ ابن ماجہ اور ابن ابی عاصم نے سنن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکی تخریج کی ہے) حدیث میں یہہ بھی آیا ہے کہ "ہر بدعتی پر باری تعالےٰ نے[1] توبہ حرام کر دی ہے" اس حدیث کی ابن حنبل نے تخریج کی ہے اور طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے بھی انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کی تخریج کی ہے) اور ان حدیثوں کے علاوہ اور بھی حدیثیں اس بارہ میں وارد ہوئی ہیں۔

قلت- شیخ کی مراد ان احادیث کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ اس گروہ کے اعمال اس بدعت کی وجہ سے کہ انہوں نے غیر مہدی کے مہدی ہونے کی تصدیق کی ہے۔ حبط ہو گئے- حالانکہ یہہ گذر چکا ہے کہ ایک مختلف فیہ امر میں ہم پر بدعت ثابت کرنا محال ہے اور یہہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ خود مہدی ہی بدعت و سنت کے مختلف ہونے کی صورت میں بدعت و سنت کا حکم لگا سکتے ہیں اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر سکتے ہیں کیونکہ یہ امر انہیں کی خصوصیتوں میں سے ہے اور یہ ان دلائل سے واضح ہو جائیگا جو

---

[1] ۔ اللہ تعالیٰ رد کرتا ہے بدعتی کی توبہ کو (حاشیہ مصباح الانوار)

اثبات المهدی بالحج عند تمثیل الشیخ ببقة ثم اعلم ان
الاحادیث الواردة فی تغلیظ اهل البدعة وتشدیدهم تنغی[1] علی
اعمال المنکرین لانه اذا ثبت وتحقق المهدی فکیف لا یبطل
اعمال منکریه[2] ویحبط افعالهم لانهم[3] ارفع درجة فی الضلالة
حیث نسبوا المهدی وقومه الی[4] الضلال والاضلال تاب الله علی
بعض اخواننا المتوقفین فی تکفیرهم

قوله فقولنا الاعمال[5] الظاهرة هی الفروع لها تعلق بالاعمال
الباطنة[6] التی هی الاصول والمعتقدات لا یعرفه العامی والجاهل
اذا مثل[7] هذا المعنی بمثال محسوس لاشك انه یفهم ویقبل وهو
ان علم البناء والعمارة مثلا علی نوعین اصول وفروع الاصول
ما یعرفه المهندسون من استقامة البناء واعوجاجها وبعض
دقائقها التی هی معروف عند المهندسین والفروع ما یعرفه
البنا من وضع الحجر علی الحجر واجرة هذا[8] البنا معلوم کل
یوم درهم معدودة واجرة المهندسین لقوة علمهم فی قواعد
البناء لهم وظائف مثل[9] الملوك والامراء وسبب هذا ان
البناء له عمل ظاهر ولهذا العمل تعلق بعلم الباطن الذی
للمهندسین من حیث الصلاح والفساد فالجاهل والعامی

---

[1] تنفی (ک ـ ط) [2] یحبط افعالهم (ص) [3] فانهم (حاشیة غ) [4] الضلالة (ت ـ ن) [5] الاعمال الظاهرة التی هی الی اخره (ت) [6] الباطنیة (ج ـ د ـ ب ـ ش)
[7] اذا مثل له هذا المعنی (ف ـ س ـ ط ـ ع ـ ت ـ ص) ایضا ولکن اذا مثل له هذا المعنی (ن) ایضا اذا مثل هذا المعنی بمثال مهندس (ت) ایضا لکن اذا مثل له هذا المعنی (ض) ایضا اذا مثل هذا المعنی بمثل محسوس (غ)
[8] هذه البناء کذا فی جمیع النسخ الا (س ـ ب ـ ن)
[9] من (ک ـ ط ـ ص ـ ع)

اثبات مہدی کے بارہ میں بطور حجت کے ہم وہاں ذکر کرینگے جہاں شیخ نے پتھر کی مثال پیش کی ہے۔

بعد ازیں یہہ معلوم ہونا چاہئے کہ بدعتیوں پر سختی اور شدت کے بارہ میں جو احادیث وارد ہوی ہیں وہ منکرین مہدیؑ کے اعمال[1] کے حق میں بیام مرگ ہیں اس لئے کہ جب مہدیؑ کا ظہور ثابت اور متحقق ہوگیا تو پھر ان کے منکرین کے اعمال وافعال کیونکر باطل اور حبط نہونگے کیونکہ ان لوگوں کا مرتبہ تو گمراہی میں بہت ہی رفیع ہے اس بنا پر کہ یہہ مہدیؑ اور اصحاب مہدیؑ کو گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ خدائے برتر ہمارے بعض ان بھائیوں پر رحم فرمائے جنھیں انکی تکفیر میں توقف ہے۔

قولہ۔ ہمارے اس قول کو کہ "اعمال ظاہر جو فروع ہیں انھیں اعمال باطنہ سے جو اصول اور معتقدات ہیں ایک قسم کا تعلق ہے" عامی اور جاہل نہیں سمجھ سکتے البتہ یہی مفہوم اگر کسی محسوس مثال کے ذریعہ سے بیان کیا جائے تو بے شبہ اُسے وہ بھی سمجھ کر قبول کریگا اور وہ مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ مثلاً علم بنا و عمارت کی دو قسمیں ہیں اُصُول اور فروع۔ علم اصول وہ ہے جسے مہندس (انجنیر) جانتے ہیں مثلاً عمارت کا مستقیم یا کج ہونا اور اس قسم کے بعض وہ نکتے جنہیں مہندس ہی جانتے ہیں اور علم فروع کو معمار جانتا ہے مثلاً پتھر پر پتھر کس طرح رکھا جائے۔ لیکن اس معمار کی اجرت معلوم ہے کہ روزانہ چند درم ہوتے ہیں۔

بخلاف اجرت مہندس کے کہ قواعد تعمیر کے متعلق انکی قوت علم کے باعث انکے مشاہرے[2] بادشاہوں اور امیروں جیسے ہوتے ہیں اور اس کا سبب یہی ہے کہ معمار کا عمل ظاہر سے متعلق ہے اور اس عمل ظاہر کا تعلق اس علم باطن سے ہے جو باعتبار راستی و خرابی عمارت کے مہندس (انجنیر) کو حاصل ہوتا ہے پس جاہل اور عامی

---

[1] اعمال کو ظاہر کرتی ہیں۔ [2] انہیں بادشاہوں اور امیروں کی طرف سے وظائف ہوتے ہیں۔

لا یعرف هذه المسئلة و یغتر[1] بظاهر عملهم فیقع[2] فی شبکتهم
قلت العجب[3] من تلبیس الشیخ اوهم کل من لا یعلم احوال هذه
الطائفة ان کلهم عامیون غیر عالمین ولیس الامر کما قال بل
فیهم علماء کانبیاء بنی اسرائیل تارکین للدنیا راغبین[4] للخلق
الی ترکها متوکلین علی الله فی جمیع الاحوال مفوضین امورهم
الیه فی کل الاهوال یملؤن[5] بالعلوم الظاهرة مکاشفون بالعلوم
الباطنة[6] اما الاکثرون منهم فهم امیون عامیون کما کان اصحاب
الانبیا علیهم السلام فی کل زمان کما فی نص التنزیل هو الذی
بعث فی الامیین رسولا وما نرٰیك اتبعك الا الذین هم
اراذلنا بادی الرای انومن لك واتبعك الارذلون کما دل
علیه قول هرقل عند جوابه لابی سفیان وسالتك[7] اشراف
الناس اتبعوه ام ضعفاؤهم فذکرت بل ضعفاؤهم اتبعوه
وهم اتباع الرسل و یدل علیه ما قال ابن سعود رض لانسان فی زماننا
قلیل قراؤه کثیر فقهاؤه یحفظ[8] فیه حدود القرآن یضیع[9]
حروفه وقلیل من یسأل کثیر من یعطی یطیلون فیه الصلوة و
یقصرون فیه الخطبة یبدون فیه باعمالهم قبل اهوائهم وسیاتی
علی الناس زمان کثیر قراؤه قلیل فقهاؤه یحفظ[10] فیه حروف القرآن
ویضیع حدوده کثیر من یسأل قلیل من یعطی یطیلون فیه الخطبة

---

[1] یغتر (س حاشیہ ش) ایضاً یغتر بظاهر علمهم (د) ایضاً یغتر بذلك (ض-ل) [2] نوقع (ک) [3] من تلبیس الشیخ (ج) [4] وداعین للخلق (ض-ل) [5] یملوون (ب-ک-ظ-ت-س-ف غ-ن) [6] الباطنة کذا فی جمیع النسخ الا (ل-ج-س) [7] سالتک (ج) [8] یحفظون فیه (ج) [9] ویضیع حروفه (ض) [10] یحفظون فیه (ج) -

اس بات کو نہیں سمجھتا اور انکے ظاہری عمل سے دہوکہ کھاکر انکے جال میں پھنس جاتا ہے۔
قلت۔ شیخ کی تلبیس سے تعجب ہے کہ وہ ہر اس شخص کو جو اس گروہ کے حالات سے واقف نہیں ہے اس وہم میں مبتلا کرنا چاہتا ہے کہ یہ لوگ سب عامی اور جاہل ہیں حالانکہ واقعہ اسکے بیان کے مطابق نہیں ہے بلکہ انہیں تو انبیاء بنی اسرائیل جیسے علما موجود ہیں جو خود بھی تارک دنیا ہیں اور خلق اللہ کو ترک دنیا کی طرف راغب کرتے ہیں ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور ہر خوفناک موقع پر اپنے امور اللہ کو سونپ دیتے ہیں علوم ظاہرہ سے انکے سینے معمور اور علوم باطنی ان پر مکشوف ہیں البتہ ان میں سے اکثر لوگ ایسے ہی امی عامی ہیں جیسے کہ ہر زمانہ میں انبیا علیہم السلام کے اصحاب ہوتے آے ہیں چنانچہ خود قرآن کریم میں منصوص ہے "وہ وہی ہے جس نے امیون میں انہیں میں سے رسول مبعوث فرمایا" اور "ہم آپ کا متبع ان ہی لوگوں کو دیکھتے ہیں جو اول نظر ہی میں ہم میں ارذل دکھائی دیتے ہیں۔" "کیا ہم آپ پر ایمان لے آئیں درآنحالیکہ آپکے متبعین رذیل ہیں"۔ اور اسی پر ہرقل کا وہ قول دلالت کرتا ہے جو اس نے ابوسفیان کے جواب میں کہا تھا کہ "میں نے تم سے دریافت کیا کہ انکے متبعین شریف لوگ ہیں یا کم درجہ کے لوگ"۔ تم نے بیان کیا کہ اسکی اتباع کرنے والے کم درجہ کے لوگ ہی ہیں۔ اور وہی رسولوں کے پیرو ہوا کرتے ہیں اور اسی پر دلالت کرتا ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا وہ ارشاد جو انہوں نے کسی سے فرمایا تھا کہ ہمارے زمانہ میں پڑھنے والے کم اور سمجھنے والے بہت ہیں اس زمانہ میں حروف قرآن ضائع لیکن حدود قرآن محفوظ ہیں۔ سائل کم ہیں اور بخشنے والے زیادہ۔ نمازیں لمبی لمبی پڑھتے ہیں اور خطبہ میں اختصار سے کام لیتے ہیں۔ اور اپنی خواہشوں سے پہلے اپنے اعمال کی ابتدا کرتے ہیں اور عنقریب لوگوں پر وہ زمانہ آنے والا ہے جس میں قاری بہت ہونگے فقیہ کم حروف قرآن کی حفاظت کیجائیگی اور حدود قرآن برباد ہونگے۔ مانگنے والوں کی کثرت ہوگی اور دینے والوں کی قلت۔ اس زمانہ میں خطبے طویل ہونگے

[1] اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع انہیں لوگوں نے کیا ہے جو ہم میں بالکل رذیل ہیں (جنکی عقل اکثر خفیف ہوتی ہے چہرہ وہ اتباع بھی محض سرسری رائے ہے ۱۲۔ البتہ ہمارے زمانہ میں ایسے لوگ ہیں درا شرح)

ویقصرون الصلوۃ یبدؤن باھوائھم قبل اعمالھم[1] کذا فی
شرح السنۃ فی باب تغیر الناس وذھاب الصالحین[2] وایضًا
قال علی کرم اللہ وجہہ لحذیفہ او ابن مسعود حین افتی
باجتھادہ بعد تاملہ شہرین[3] وشہد علی ذلک اعرابی قائلًا
سمعت[4] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھکذا فسر حذیفہ
او ابن مسعود فقال علی رضی اللہ عنہ ما[5] تصنع بقول رجل
بوال علی عقبیہ منقول من التحقیق شرح الحسامی فعلم ان
اتباع الرسل کانوا امیین[6] ولذا عاب المخالفون کالشیخ
فالمھدی وقومہ اتباع[7] فی الانبیاء فلا نکترث بمقالۃ المنکرین
ثم اعلم ان مقصود الشیخ تحذیر الخلق عن المخالطۃ بھذا
القوم واعراضھم عنھم وھکذا ینبغی لہ ان یفعل[8] قال اللہ تعالیٰ
یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ
الکافرون ذکر فی الفتوحات المکیۃ فی حق المھدی اذا خرج
ھذا[9] الامام المھدی فلیس لہ عدو مبین الا الفقہاء خاصۃً
لانہ لا یتبقی ریاستھم واذا حکم بغیر مذھبھم یعتقدون انہ
علی الضلالۃ[10] فی ذلک الحکم لانھم یعتقدون ان زمان الاجتھاد
قد انقطع وان لا یوجد بعد ائمتھم احد لہ درجۃ الاجتھاد[11]

---

[1] کذا (س ـ ظ ـ ص ـ ض) [2] ایضًا (د ـ ب ـ ش ـ ک ـ ع ـ ن) [3] بشہرین (ص ـ ظ ـ ت ـ ن) ایضًا بشہر (غ) [4] سمعت النبی علیہ السلام فسر حذیفہ الی اٰخرہ (ج) [5] اما تصنع (ج) [6] امیین[عا] میین (ت ـ ص ـ ف ـ غ ـ ظ ـ س ـ حاشیہ د ـ ن) [7] اتباع الانبیاء (ط) [8] یفعلہ (ط ـ حاشیہ س) [9] ھذا الامام فلیس لہ الی اٰخرہ (ص ـ ف ـ غ ـ ت) [10] ضلالۃ (ک ـ ص ـ ف ـ ع ـ ظ ـ ت ـ س ـ ن ـ ض) [11] واما من یدعی بتعریف الٰہی والھام ربانی فھو عندھم مجنون فاسد الخیال لا یلتفتون الیہ (ک ـ ط)

اور نمازیں کو تاہ اور اعمال سے پہلے خواہشات نفسانی کو شروع کرینگے۔ اسی طرح ہے شرح السنۃ میں "تغیر الناس وذہاب الصالحین" کے باب میں نیز علی کرم اللہ وجہہ نے حذیفہ رض یا ابن مسعود رض سے کہا جبکہ دو ماہ کے غور و تامل کے بعد کسی مسئلہ میں اپنے اجتہاد سے فتویٰ دیا اور کسی اعرابی نے اس فتوی پر یہہ کہکر گواہی دی کہ "میں نے رسول اللہ صلعم سے اسی طرح سنا ہے" حذیفہ رض یا ابن مسعود رض اعرابی کی اس شہادت سے مسرور ہوئے اس پر حضرت علی رض نے فرمایا تم ایسے شخص کے کہنے پر کیا[1] خوش ہوتے ہو جو اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرتا ہے"۔ یہہ حسامی کی شرح التحقیق سے منقول ہے۔ بہر حال اتنا معلوم ہوگیا کہ رسولوں کے پیرو امی ہوتے تھے اس لئے شیخ جیسے مخالفین نے اسے معیوب ٹھیرایا پس مہدی اور انکی قوم انبیا علیہ کے تابع ہیں پس ہم منکرین مہدی کے کہنے سننے سے نہیں ڈرتے اس کے بعد یہہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ شیخ کا مقصد یہہ ہے کہ مخلوق خدا کو انکے میل جول سے بچائے کر ان سے اعراض کرے اور ایسے ہی کرنا بھی چاہئے تھا باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون (وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونک مار کے بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کامل کرنیوالا ہے چاہے کافر اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں)

امام مہدی علیہ السلام کے بارہ میں فتوحات مکیہ میں مذکور ہے کہ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا تو ان کے کھلم کھلا دشمن خاص کر فقہا ہی ہونگے کیونکہ انکی ریاست باقی نہیں رہیگی اور جب مہدی موعود انکے مذہب کے خلاف کوئی حکم کرینگے تو وہ یہہ سمجھینگے کہ وہ اس حکم میں گمراہی پر ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ تو یہہ ہے کہ زمانہ اجتہاد ختم ہوگیا اور انکے ائمہ مجتہدین کے بعد اب کوئی شخص ایسا نہیں پایا جاسکتا جسے درجۂ اجتہاد حاصل ہو بلکہ

---

[1] ۔ کیا عمل کرتے ہوئے ۔ دین میں انبیا کے تابع ہیں (از شرح)

ولولا ان السيف بيده لافتى الفقهاء بقتله وان[1] كان ذا
مال وسلطان لانقاد الفقهاء اليه طمعا فى ماله وخوفا من سلطانه
وايضا قال الشيخ عز الدين عبد الرزاق القاشانى[2] فى تفسيره[3] المسمى
بتاويلات[4] القرآن فى بيان[5] قوله تعالى لم يكن الذين كفروا اى
حجبوا اما عن الدين وطريق الوصول الى الحق كاهل الكتاب
واما عن الحق[6] كالمشركين منفكين عما هم فيه من الضلالة[7]
حتى تاتيهم البينة اى الحجة الواضحة الموصلة الى المطلوب فى ذلك
ان الفرق المختلفة المحتجبة[8] باهوائهم وضلالاتهم من اليهود
والنصارى[9] كانوا يتخاصمون ويتعاندون ويدعى كل حزب بحقيقة[10]
ما عليه ويدعو صاحبه اليه وينسب دينه الى الباطل ثم يتفقون
على ان لا ننفك عما نحن فيه حتى يخرج النبى الموعود فى الكتابين
المامور باتباعه فيهما فنتبعه ونتفق على الحق على كلمة واحدة كما
عليه الآن بعينه حال هولاء المتعصبين من اهل المذاهب
المتفرقة وانتظارهم خروج المهدى فى اخر الزمان ووعدهم على
اتباعه متفقين على كلمة واحدة ولا احسب[11] حالهم الا حال اولئك اذا خرج[12]
اعاذنا الله من ذلك فحكى الله قولهم وبين انهم ما تفرقوا[13] تفرقا قويا
وما اشتد اختلافهم وتعاندهم الا من بعد ما جاءتهم البينة بجرد وجد[14] لا بل كل فرقة بل كل[15] شخص

---

[1] وان كان ذا مال او سلطان (د - ش - ب - ک - ف - س) ايضا ولو كان ذا مال وسلطان (ط) ايضا و لو كان ذا مال سلطان (ص) [2] كاشانى (ج) ايضا الكاشى (س) ايضا الكاشانى (ص - ف - ت - ن - من) [3] فى تفسيره يسمى (ج - ب - ش - غ) [4] بالتاويلات فى بيان (ف - غ - ط - ص - ت) [5] فى قوله تعالى (ط) [6] الحق ايضا (غ ط - س) [7] ضلالة (ج - ب - ع - ن) [8] المحتجبة (از رسالهٔ تصديق الآيات) [9] والمشركين (ظ - د - ک - ب ش - غ - ص - ف - س - ت - س - ن) [10] حقيقة (ظ - ک - غ) [11] ولا حسب (ج - ش - ت - س - غ) [12] واذا خرج (ج - ع - ف - ن) [13] ما تفرقوا تفرقا وما اشتد اختلافهم وتعاندهم (ج - ع) [14] اى بجرد حد (د - ک - ط - س) [15] بل شخص (س - ت - ظ - ب - ص - ف - ض)

اگر امام مہدی کے ہاتھ میں تلوار نہ ہوتی تو یہ فقہا انکے قتل کا فتوی دیدیتے۔ البتہ اگر وہ صاحب دولت و سلطنت ہوتے تو یہ یقیناً ان کے مال کی طمع اور انکے غلبہ کے خوف سے انکے مطیع و منقاد ہوجاتے
شیخ عزالدین عبدالرزاق کاشی نے اپنی تفسیر تاویلات القرآن میں ارشاد باری تعالیٰ لم یکن الذین کفروا (نہ تھے وہ لوگ کہ کافر ہوئے اہل کتاب سے) کے ذیل میں بیان کیا ہے یعنی ان[1] پر پردہ پڑگیا ہے دین اور حق تک پہنچنے کے طریقہ میں جیسے کہ اہل کتاب یا حق ہی سے محجوب ہیں جیسے کہ مشرکین وہ جس گمراہی میں مبتلا ہیں اس سے باز نہ آئینگے تا آنکہ ان کے پاس دلیل یعنی کوئی واضح اور مطلوب تک پہنچانے والی حجت نہ آجائے اور واقعہ یہ ہے کہ یہود و نصاری کے وہ مختلف فرقے جو اپنی نفسانی خواہشوں اور گمراہیوں کے حجاب میں گھرے ہوئے تھے وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے اور ہر گروہ اپنے معتقدات کے حق ہونے کا مدعی تھا اور اُن ہی کی طرف اپنے ساتھیوں کو بلاتا تھا اور انکے دین کو باطل کی طرف منسوب کرتا تھا پھر وہ لوگ اس امر پر اتفاق کرتے تھے کہ ہم جس (دین) پر ہیں اس سے باز نہیں آئینگے یہاں تک کہ تورات و انجیل میں جس نبی کا وعدہ اور جسکے اتباع کا حکم کیا گیا ہے وہ ظہور میں آجائے تو پھر ہم اس نبی کا اتباع کرینگے اور ایک کلمہ کے ساتھ حق پر متفق ہوجائینگے۔ بعینہ یہی حال آجکل ان مختلف مذہب والے متعصبین کا ہے جو آخر زمانہ میں مہدی علیہ السلام کے ظہور کے منتظر ہیں اور اس کا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم کلمہ واحد پر متفق ہوکر امام مہدی کی اتباع کرینگے اور ان کا حال بالکل ان (یہود و نصاری) کے حال کے موافق پاتا ہوں جبکہ امام مہدی کا ظہور ہوگا (خدا انکے اختلاف کلمہ سے ہمیں پناہ دے) پس باری تعالیٰ نے ان کا قول نقل فرمایا اور بیان فرمایا کہ ان میں اتنی مخالفت اور اتنا شدید اختلاف و عناد اسکے بعد ہی ظاہر ہوا جبکہ نبی موعود[2] کے ظہور سے ان کے پاس دلیل آگئی اور یہ اسلئے کہ ہر فرقہ بلکہ ہر شخص کو

---

[1] جو لوگ دین اور حق تک پہنچنے کے طریقہ سے محجوب ہیں۔
[2] امام موعود (از شرح)

توهم انه يوافق هواه ويصوب رأيه لاحتجا به بدينه فلما ظهر خلاف ذلك ازداد كفره وعناده واشتدت شكيمته وضغينته انتهى وروى عن ابى عبد الله الحسين بن على رضى الله عنهما انه قال لو قام المهدى لانكره الناس لانه[1] يرجع اليهم شابا وهم يحسبونه شيخا كبيرا كذا فى عقد الدرر وفى[2] مظهر شرح المصابيح المهدى رجل عزيز لا[3] يعرفه الا العارفون فالمقصود من ايراد هذه الاقوال ان مخالفة الناس حجة لنا فى التصديق ويؤيده ايضا ما[4] ذكر فى البخارى من قول ورقه بن نوفل للنبى عليه السلام حين قال النبى عليه السلام او مخرجى هم قال نعم ما جاء رجل بمثل ما جئت به الا عودى فعلم من هذا النقل ان عداوة الخلق مع الانبياء عليهم السلام سنة جارية فالمهدى تابع[5] للنبى عليه السلام فى اقامة الدين كما[6] قال به النبى يقوم بالدين فى آخر الزمان كما قمت به فى اول الزمان فالمهدى جاء بمثل ما جاء به الانبيا من الدين والدعوة الى كونه مهديا من عند الله كالانبياء دعوا الخلق الى[7] الدين والى كونهم انبيا من عند الله فان قيل ما جاء المهدى بالدين من عند الله بل دعى الى دين النبى عليه السلام قلت

---

[1] لان يرجع اليهم (ج) ايضا يرجع اليهم (حاشيه ج) [2] وفى المظهر (س-ع) ايضا فى المظهر (حاشيه ط) [3] لا يعرفونه (س) [4] ما ذكر البخارى (ض)
[5] تابع النبى عليه السلام (ب-ص-ف-غ-ض-س-ع-ن)
[6] كما قال النبى (ص-ع)
[7] الى الله (س-حاشيه غ)

وہم تھا کہ نبیٔ[ل] موعود انکی ہوائے نفس کی موافقت اور اس کی رائے کی تصویب کرینگے اور اس کا یہہ خیال اپنے دین (باطل) کے حجاب میں گھرے ہوئے رہنے سے تھا۔ پس جب اسکے خلاف ایک چیز ظاہر ہوئی تو اس کا کفر و عناد بڑھ گیا اور اسکی سرکشی اور کینہ شدید ہوگیا (شیخ عزالدین کا کلام یہاں ختم ہوگیا) اور ابو عبداللہ حسین ابن علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب امام مہدی کا قیام ظہور میں آئیگا تو انکی مہدیت کا لوگ محض اس لئے انکار کرینگے کہ آپ انکے پاس جوانی کی حالت میں تشریف لائینگے حالانکہ وہ آپ کو شیخ کبیر سمجھے ہوئے ہونگے" (عقد الدرر میں ایسا ہی ہے) نیز مصابیح کی شرح مظہر میں ہے کہ "امام مہدی ایک باعزت و وقار انسان ہونگے جنہیں صرف عارفین ہی پہچان سکینگے"۔ ان اقوال کے ذیل بیان میں لانے کا مقصد یہہ ہے کہ لوگوں کی مخالفت تصدیق کے بارہ میں ہمارے لئے حجت ہے اور اسکی تائید ورقہ ابن نوفل کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو بخاری میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت کہا تھا جبکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ "کیا وہ لوگ مجھے نکالنے والے ہیں تو ورقہ نے کہا کہ جو شخص بھی (انبیا میں سے) وہ چیزیں لیکر آیا جو آپ لیکر آئے ہیں تو اس سے ضرور عداوت کی گئی" پس اس نقل سے یہ معلوم معلوم ہوگیا کہ انبیا علیہم السلام کے ساتھ مخلوق کی دشمنی ایک سنتہ جاریہ ہے۔ مہدیؑ بھی اقامت دین میں نبی علیہ السلام کے تابع ہیں جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "مہدی آخر زمانہ میں دین کو قایم کرینگے جس طرح کہ میں نے اُسے ابتدائے زمانہ میں قایم کیا ہے"۔ پس مہدیؑ بھی دین اور اپنے مہدیؑ ہونے کی دعوت اسی طرح من جانب اللہ لیکر آئے ہیں جسطرح کہ انبیا نے خلق اللہ کو دین اور اپنے منجانب اللہ نبی ہونے کی دعوت دی تھی۔ اگر اس پر یہ اعتراض کیا جائے کہ "مہدی تو منجانب اللہ کوئی دین لیکر نہیں آئے بلکہ انہوں نے نبی کریم صلعم ہی کے دین کی دعوت دی ہے" تو میں جواب دیتا ہوں کہ

ل۔ امام موعود (ضیا القلوب)

اكثر الانبياء كانوا كذلك لم يأتوا بدين جديد بل دعوا الى اقامة الدين القديم [51]كانبياء بنى اسراءيل دعوا الى لتوراة والعمل بما فيها فالعداوة من ثمرة اقامة الدين و [52]الدعوة اليه كما قال الله تعالىٰ افكلما جاءكم رسول بما لا تهوىٰ انفسكم استكبرتم ففريقا كذبتم وفريقا تقتلون .

قوله بل هم يمنعون اصحابهم ان يتعلموا العلم ويرون هذا الجهل فضيلة ويستدلون [53]من حماقتهم على جهلهم بان النبى كان اميا فانظر الى سفاهتهم يقابلون الجهل بالمعجزة التى هى [54]العلم اللدنى من الله سبحانه وتعالىٰ قبحهم الله وقطع آثارهم

قلت فانظر ايها المنصف الى عداوة الشيخ وعناده كيف موّه كلامه بكتمان احوال اخواننا الذين هم على اقدام اصحاب الصفة قال الله تعالىٰ الا لعنة الله على الظالمين يصدون عن سبيل الله ويبغونها عوجا [55]وقال الله تعالى ايضا ان الذين يحادون الله ورسوله اولئك فى الاذلين ثم اعلم ان اصحابنا لا يمنعون احدا من [56]التعلم بل فيهم علماء مشحونون بالعلوم الظاهرة المكتسبة [57]بالتعلم من الاساتذة والعلوم [58]الباطنة الحاصلة

---

[51] كانبياء بنى اسراءيل الذين دعوا الى التوراة (ج) [52] والدعوة اليه قال الله تعالىٰ (ص)
[53] من حماقتهم بان النبى (ج - د - ب) [54] علم اللدنى (ج - د - ش - ف - ت - س - ن) [55] ايضا قال الله تعالىٰ (ک - ظ)
[56] من تعلم العلم (ظ - س) ايضا من تعلم بل فيهم (س - ن - د - ک - ب - غ) [57] بالتعليم (ض - ل) المكتسبة من الاساتذه (س) ايضا من اساتذه (حاشيه ش)
[58] الباطنية (ج د - ب - ل - ط - س - ع)

اکثر انبیا ایسے ہی تھے کہ کوئی نیا دین لیکر نہیں آئے بلکہ پہلے ہی دین کی طرف انہوں نے لوگوں کو بلایا جیسے بنی اسرائیل کے نبی کہ انہوں نے تورات پر اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی دعوت دی"۔ حاصل یہ ہے کہ عداوت اقامت دین اور اسکی طرف دعوت دینے کا ثمرہ ہے جیسا کہ باری تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے "پس کیا جب کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لائے جنکو تمہارا جی نہیں چاہتا تھا تو تم نے تکبر کرنا شروع کر دیا۔ پھر بعض کی تم نے تکذیب کی اور بعض کو قتل کرنے لگے"

قولہ۔ بلکہ وہ لوگ تو اپنے ساتھیوں کو علم حاصل کرنے سے روکتے ہیں اور اپنی اس نادانی کو فضیلت سمجھتے ہیں اور اپنی حماقت سے اس نادانی کی تائید میں یہ استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم امی تھے انکی یہ خفت عقل دیدنی ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کے معجزہ (علم لدنی) کا جو منجانب اللہ آنحضرت صلعم کو عطا ہوا تھا جہل سے مقابلہ کرتے ہیں خدا ے برتر انکا برا کرے اور انکی نشانیوں کو ملیا میٹ کر دے۔

قلت۔ انصاف پسند آدمی کو شیخ کی اس عداوت و عناد کی طرف نظر کرنی چاہئے کہ اس نے ہمارے اُن بھائیوں کے حالات چھپا کر جو اصحاب صفہ کے قدم بقدم ہیں اپنے کلام میں کیسی تلبیس کی۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "خبردار! اللہ کی پھٹکار انہیں ظالموں پر ہے جو دوسروں کو بھی خدا کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی نکالنے کی جستجو میں رہتے ہیں" نیز ارشاد ہوتا ہے۔ ان الذین یحادون اللہ و رسولہ اولئک فی الاذلین (بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ نہایت ہی ذلیل لوگ ہیں) اس کے بعد یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہم لوگ کسی کو بھی علم حاصل کرنے سے نہیں روکتے بلکہ ہم میں تو ایسے علما موجود ہیں جو[1] ان علوم ظاہریہ سے مملو و معمور ہیں جو استادوں سے سیکھکر حاصل کئے گئے ہیں اور ان علوم باطنیہ[2] سے بھی

---

[1] ۔ جن کے سینے ان علوم ظاہریہ سے لبریز ہیں۔ [2] ۔ باطنی۔

من الرياضات[1] والاشتغال بالذكر والانزواء عن الخلق وصحبة المرشدين على مقتضى قول النبى عليه السلام من اخلص لله[2] اربعين صباحا جرت[3] ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه ولكنهم يرشدون الناس الى طلب الله وترك طلب غيره ويامرونهم[4] باخلاص السر عن تعلق الكونين فمن اراد الله فى حقه خيرا يترك الدنيا ثم يصحبهم مشتغلا بما ذكر فيحصل له فى ايام قلائل ما لا يحصل لغيرهم[5] فى سنين وذلك نتيجة التصديق والاخلاص فلا حاجة لهم الى تحصيل العلوم المكتسبة بالسبق والدرس لان فيهم من يقوم بذلك فان وقع لهم حاجة الى المسائل الفقهية وغيرها يسألون اخوانهم الذين هم مملوؤن بالعلوم وهكذا كان داب المشتغلين باعمال القلوب من الذكر والفكر والمراقبة والتوجه اجتهد واكل الاجتهاد فى الامور الباطنة[6] وتساهلوا[7] فى الامور الظاهرة بعد الاخذ عما لابد لهم منه فى اصل[8] الدين واساسه من الشرع ويدل عليه ما قال شيخ[9] الشيوخ شهاب الدين فى العوارف وقد ورد فى الخبر فضل العالم على العابد كفضلى على امتى والاشارة فى[10] هذا العلم ليس الى علم البيع والشرى والنكاح والطلاق والعتاق وانما الاشارة الى العلم

---

[1] الرياضة (ت - ن) [2] الله (ب - ش - ص - ک - س) [3] جرت له (ک - س) ايضا جرت ينابيع الحكمة عن قلبه (س - ک حاشيه ط) [4] يامرون (ب) [5] لغيره (حاشيه ن) [6] الباطنية كذا فى جميع النسخ الا (ف - ش - غ) [7] وتساهلون كذا فى جميع النسخ الا (ک - ط - ف - ت - ن) [8] فى اصول الدين (ک - ط - س)
[9] شيخ الشيوخ شيخ (الشيخ) شهاب الدين (ک - غ - ض - ع - ل)
[10] الى هذا العلم ليست (ع - حاشيه غ)

جو صاحب ارشاد و ہدایت بزرگوں کی صحبت دنیا سے علیحدگی اور ذکر اللہ میں مشغولیت جیسی ریاضتوں سے انہیں حاصل ہوئے ہیں اور یہہ ریاضتیں انحضرت[۱] کے اس ارشاد کے مقتضیٰ کے موافق ہیں کہ "جو شخص[ؔ] چالیس صبح خالص اللہ کے لئے کر دیتا ہے اس کے دل سے اسکی زبان پر حکمت کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں"۔ البتہ وہ لوگ اللہ کی طلب اور طلب غیر اللہ کے ترک کی ضرور لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں اور انہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنے باطن کو کونین کے تعلق کی آمیزش سے خالص کرلیں۔ اب جس کے حق میں اللہ بھلائی کرنا چاہتا ہے وہ دنیا کو ترک کرکے ان کے ساتھ امور مذکورہ میں مشغول ہو جاتا ہے اور چند ہی روز میں اُسے وہ چیز حاصل ہو جاتی ہے جو دوسروں کو برسوں میں نصیب نہیں ہوتی۔ اور یہہ فقط تصدیق و اخلاص کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی لئے انہیں ایسے علوم کے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی جو سبقت اور درس کے ذریعہ سے حاصل کئے جاتے ہیں کیونکہ انمیں وہ لوگ بھی ہیں جو اُن (علوم) میں ماہر ہیں اور اگر انہیں مسائل فقہیہ وغیرہا کی تحقیق کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ اپنے ان برادران دینی سے دریافت کرتے ہیں جن کے سینے علوم ظاہریہ سے معمور ہیں اور یہی طریقہ تھا ان لوگوں کا جو ذکر و فکر مراقبہ اور توجہ الی اللہ جیسے اعمال قلوب میں مشغول رہتے تھے امور باطنی میں وہ پوری پوری کوشش کرتے تھے اور اصل دین و اساس شریعت کیلئے جسقدر ضروری ہے اس قدر امور ظاہرہ حاصل کرکے (اس سے زیادہ کے بارہ میں) تساہل اختیار فرماتے تھے اور اسی پر دلالت کرتا ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین (سہروردی) کا قول جو انہوں نے اپنی کتاب العوارف میں ذکر کیا ہے کہ حدیث میں آیا ہے "عالم کو عابد پر وہی فضیلت حاصل ہے جو مجھے اپنی امت پر"۔ لیکن اس علم کا اشارہ بیع و شرا نکاح و طلاق اور عتاق وغیرہ کی طرف نہیں ہے بلکہ اس کا اشارہ علم

ؔ۔ جو شخص چالیس دن خلوص سے اللہ کی عبادت کرتا ہے۔

بالله[1] وقوة اليقين وقد يكون العبد عالما بالله ذا يقين كامل[2] وليس عنده علم من فرض[3] الكفاية وقد كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اعلم من علماء[4] التابعين بحقائق اليقين[5] ودقائق المعرفة وقد كان علماء التابعين فيهم من هو اقوم بعلم الفتوى[6] والاحكام من بعضهم رضوان الله عليهم اجمعين وفيه ايضا فنفوس هؤلاء امتلأت من الجزئى[7] واشتغلت به وانقطعت بالجزئى[8] عن الكلى ونفوس العلماء الزاهدين بعد الاخذ[9] عما لابد لهم منه فى اصل الدين واساسه من الشرع اقبلوا على الله وانقطعوا اليه انتهى

قوله ولهذا يستحلون قتل العلماء ويرجحون قتلهم على قتل[10] الكفار بكذا وكذا درجة قاتلهم الله انى يؤفكون

قلت[11] لعن الله الشيخ المفترى على عباد[12] الله لا نستحل قتل العلماء على الاطلاق كما قال الشيخ بل نقول من يستحل قتلنا بهذا الاعتقاد كالشيخ يحل[13] قتله ومن لا فلا والمفتى على ذلك ما ذكر الشيخ وهو قوله والجهاد مع المبتدعة افضل من الجهاد مع الكفار والمنكر اسوء حالا من المبتدعة خصوصا المستحل لقتل اخواننا

---

[1] بالله تعالى (ع-س-غ-ک-ص-ف-ط-د-ض-ل) [2] كاملا (ر-ف يس ت-ع-ط-د-ک) [3] فرض الكفايات (ص-ب-ن-د-حاشية ش) ايضا فروض الكفايات (س-ت-ط-ع-غ-ف-ک) [4] العلماء التابعين (ن-ب-ف) [5] المدين (ع) [6] التقوى (ج-غ-ض-ل) [7] الجزى (كذا فى جميع النسخ الا (ص) [8] بالجزى كذا فى جميع النسخ الا (ک-ط) [9] من بعد الاخذ (ک-ط) [10] قتال (ر-ح-ج) ايضا على الكفار (د) [11] اقول (د-ک-ص-ع حاشية ج-غ) [12] عباد الله المخلصين (ص-ف-ش-ت-ن) ايضا عباد الله المخلص (س-د-ک-ط-ع-ف-غ-ل)

[13] يحل (ج-د-ش-ص-ک-ط)

باللہ اور قوت یقین ہی کی طرف ہے چنانچہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک بندۂ خدا عالم باللہ اور صاحب یقین کامل تو ہوتا ہے لیکن فرض کفایہ سے لاعلم ہوتا ہے نیز یہہ بھی یقینی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقائق یقین اور دقائق معرفت کے اعتبار سے علما ر تابعین سے زیادہ عالم تھے لیکن بے شبہ علما ر تابعین میں سے بعض ایسے بھی تھے جو علم فتوی اور علم احکام شریعت میں بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے زیادہ ماہر تھے نیز کتاب العوارف میں ہے کہ "ان لوگوں کے نفوس امر جزئی (یعنی علم ظاہری) سے لبریز اور اسی میں مشغول ہو گئے اور بسبب امر جزئی کے امر کلی (یعنی علم باطنی) سے منقطع ہو گئے اور علما و زاہدین کے نفوس امر جزئی سے اسی قدر حاصل کرنے کے بعد جتنی کہ اصل دین اور اساس شریعت کیلئے اسکی ضرورت تھی اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اسی کے ہو رہے (کتاب العوارف کی عبارت ختم ہو گئی)

قولہ۔ اور اسی وجہ سے وہ علما کے قتل کو حلال سمجھتے ہیں اور ان کے قتل کو کفار کے قتل پر اتنے درجے تک ترجیح دیتے ہیں قاتلہم اللہ انی یوفکون (ان پر خدا کی مار ہو۔ وہ الٹے کدھر جا رہے ہیں)

قلت۔ شیخ مفتری پر خدا کی پھٹکار جو بندگان خدا پر بہتان باندھتا ہے ہم تو علما کے قتل کو مطلقا حلال نہیں سمجھتے جیسا کہ وہ کہتا ہے بلکہ ہم تو یہہ کہتے ہیں کہ جو ہمارے قتل کو بسبب اس اعتقاد کے شیخ کی طرح حلال سمجھتا ہے اس کا قتل بھی حلال ہو جائیگا۔ اور جو نہیں تو نہیں۔ اور اس کا فتوی دنیا والا تو شیخ ہی کا یہہ قول ہے کہ "ان بدعتیون کے ساتھ جہاد افضل ہے کافروں کے ساتھ جہاد کرنے سے" پھر منکر کا حال تو اہل بدعت سے بھی زیادہ برا ہے بالخصوص جو ہمارے بھائیوں کے قتل کو حلال قرار دے۔

قوله وكفى هذا دليلاً على جهلهم وضلالتهم وعجزهم عن اثبات مدعاهم الباطل۔

قلت اثبتنا مدعانا بما اثبت به العلماء توحيد الله ونبوة الانبياء من دليل العقل والاخلاق كما سنذكر[1] تحت تمثيل الشيخ بيقة ولكن من اسبل حجاب العناد على بصيرته لا يبصر قل فلله الحجة البالغة فلو شاء لهدٰكم اجمعين قال الله تعالٰى ذلك الكتاب لا ريب فيه اى فى الحقيقة[2] عند من انصف[3] و آمن دون من انكر وعاند

قوله ثم من قبائحهم تفسيرهم القرآن بالراى فورد من قال فى القرآن بالراى فاصاب فقد اخطاء

قلت كلام الشيخ ملحق باصوات البهائم لا يشبه بكلام الاوسط[4] فضلاً عن[5] كلام الفصحاء والبلغاء انظر[6] الى فاء فورد اى ارتباط[7] له بما قبله بل المناسب بالمقام ان يقول[8] تفسيرهم القرآن بالراى وذلك غير جائز لانه قد ورد وقد اغمضنا عما سبق من[9] عبارته اما ما اورد الشيخ علينا من تفسير القرآن بالراى فمن مفترياته لان المبينين من اخواننا الذين يعتمد عليهم يقرؤن التفاسير ويبينون على قاعدة العربية وان صدر منهم قول

[1] سنذكره (ک - ط - س) ايضا ستذكر (غ) [2] التحقيق (ک - س - ص - غ - ط - ل) ايضا التحقيق (ب - ف - ت - ع - ض) [3] وعند من انصف (غ - غ - ص - ف - ت - ل) ايضا عند من انصف ومن دون من انكر وعاند (ک) [4] الاوساط (غ - ب - ص - ع - ن) ايضا اوساط (د - حاشيہ ج) [5] من (حاشیہ ج) [6] انظر فاء فورد (د - ش - ک - ط - ص)
[7] اى ارتباط بما قبله (ط - ض - ل)
[8] ان تفسيرهم القرآن (ض - ل - غ) [9] عن (ط - ع)

قولہ۔ اور یہہ انکی جہالت گمراہی اور اپنے باطل مدعا کے ثابت کرنے سے عاجز رہنے کی کافی دلیل ہے۔

قلت۔ ہم نے اپنے مدعیٰ کو انہیں عقلی اور اخلاقی دلیلوں سے ثابت کیا ہے جس سے علمانے اللہ کی توحید اور انبیاء کی نبوت ثابت کی ہے (چنانچہ ہم ان دلائل کو عنقریب شیخ نے جو چھپر کی مثال بیان کی ہے اس کے تحت میں ذکر کرینگے لیکن جنکی بینائی تغلب پر عناد کا پردہ چھوڑ دیا گیا ہے اسے نظر نہیں آتا قل فللہ الحجۃ البالغۃ فلو شاء لھدٰکم اجمعین (ای محمدؐ آپ فرما دیجئے کہ حجت کاملہ تو اللہ ہی کے لئے ہے) البتہ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت فرما دیتا) باری تعالیٰ نے فرمایا ہے ذالک الکتاب لاریب فیہ (یہہ وہ کتاب ہے جسمیں شک نہیں) یعنی حقیقت میں اُس میں شک نہیں ہے منصف و مومن کے نزدیک نہ کہ منکر و معاند کے۔

قولہ۔ پھر منجملہ ان کے قبائح کے ان کا اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ "من قال فی القرآن بالرای فاصاب فقد اخطاء" (جو شخص قرآن کریم میں اپنی رائے سے کلام کرے اور مصیب بھی ہو تب بھی وہ خاطی ہے۔

قلت۔ کلام شیخ "اصوات بہائم" سے ملتا جلتا ہے اوسط درجہ کے لوگوں کے کلام کے بھی مشابہ نہیں چہ جائیکہ فصحا و بلغا کے کلام سے مشابہت رکھتا ہو۔ کلام شیخ میں "فورد" کی فا کو دیکھنا چاہیئے کہ اسے اپنے ماقبل سے کیا ربط اور تعلق ہے بلکہ مقام کی مناسبت سے تو انہیں "تفسیرہم القرآن بالرای فورد" کے بجائے "تفسیرہم القرآن بالرای وذالک غیر جائز لانہ قد ورد" کہنا چاہیئے تھا اور ہم نے شیخ کی پہلی عبارتوں میں (جو خامیاں تھیں ان سے) چشم پوشی کی ہے اور شیخ نے ہم پر قرآن کی تفسیر بالرای کا جو اعتراض کیا ہے وہ انکی افترا پردازیوں میں سے ہے اسلئے کہ ہمارے اخوان دین میں سے جو معتمد مفسرین ہیں وہ تفسیرین پڑھتے اور عربی قاعدہ کے مطابق (معانی) بیان کرتے ہیں اور اگر انہوں نے کوئی ایسی بات بھی کہی ہے

لا یوجد فی تفسیر یوجد[1] فی آخر وما سمعت من احد منهم قولا
یخالف العقائد الثابتة بالقطعیات واما الشروط التی توغل فیها
الشیخ فیما بعد لیست بلازمة علی ما سنبینه انشاء الله[2] تعالی وای
محظور یلزم لمن یعرف اللغات وشان النزول فی التفسیر وان لم
یعلم جمیع ما ذکر الشیخ فی العبارة الآیة[3] واعلی الآی فی کتاب
الله فصاحة وبلاغة قوله تعالی یا ارض ابلعی ماءك ویا سماء اقلعی
وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی لان[4] فیها من
النکات ما عجز منه[5] الفصحاء والبلغاء حتی اقر بعضهم انها
لیست من کلام البشر بل هی من کلام الله ولقد فسرها
اکثر المفسرین من[6] غیر تلك[7] النکات التی فیها وما تعرض[8]
لها الا اقل القلیل کما یری[9] فی التفاسیر ولو فسر[10] احد علی هذا
النمط ای محظور یلزمه قوله تعالی یا ارض ابلعی ماءك ای زمین فرو
بر آب خویش را ویا سماء اقلعی ای امسکی ماءك[11] ای لا تمطری اے
آسمان باز مان از باریدن وغیض الماء وفرو برده شد آب وقضی الامر وتمام
کرده شد کار ہلاک قوم نوح واستوت علی الجودی وقرار گرفت کشتی
بر کوه که مسمی است به جودی ثم اذکر الفرق بین التاویل المسموع
والتفسیر الممنوع انشاء الله تعالی ۔

---

[1] یوجد فی اخره (ج ـ د ـ ش ـ غ ـ ک ـ ط ـ س) ایضًا یوجد فی تفسیر اخر (ع ـ د ـ ک ـ ط ـ خ ـ ش) [2] انشاء الله وای محظور (ط ـ ت) [3] الآیة (ع) [4] وقیل لان فیها من النکات (ع) ایضًا لان فیها النکات (ج) [5] عنه (ص)
[6] عن (د) [7] ذلك (د ـ ش ـ ک ـ ط ـ غ ـ ف) [8] یعرض (ص)
[9] یروی (س) [10] فسرها احد (غ ـ ش ـ ل)
[11] ای ماءک (س)

جو کسی ایک تفسیر میں نہیں پائی جاتی تو وہ کسی دوسری تفسیر میں ضرور موجود ہے اور اور میں نے ان میں سے کسی ایک کا بھی کوئی ایسا قول نہیں سنا جو دلائل قطعیہ سے ثابت شدہ عقاید کے خلاف ہو لیکن جن شرطوں کے بارہ میں شیخ نے بعد کو غلو سے کام لیا ہے وہ ضروری نہیں ہیں۔ جیسا کہ ہم انشاء اللہ عنقریب بیان کرینگے۔ اور کس نادرا امر کا الزام اس شخص پر تفسیر کے بارہ میں قائم ہوتا ہے جو اگرچہ ان تمام چیزوں کو تو نہیں جانتا جو شیخ نے عبارت آیندہ میں بیان کی ہیں لیکن لغات اور شان نزول سے واقف ہے۔

اور باعتبار فصاحت و بلاغت کے آیات قرآنی میں سب سے بلند تر آیت باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ یا ارض ابلعی مارک و یا سماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی (اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا پانی جذب ہو گیا اور قصہ ختم اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہر گئی) اور یہہ اس لئے کہ اس آیت میں وہ نکات ہیں جن سے فصحا اور بلغا عاجز رہے حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے اس امر کا اقرار کر لیا کہ یہہ آیت کلام بشر نہیں بلکہ کلام اللہ ہے۔ اور اسی آیت کی اکثر مفسرین نے بغیر ان نکات کے تفسیر کی ہے جو اسمیں ہیں اور ان نکات سے تو بہت کم ہی لوگوں نے تعرض کیا ہے۔ جیسا کہ تفاسیر میں دیکھا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص اسی طرح باری تعالیٰ کے اس قول کے معنی بیان کرے کہ یا ارض ابلعی مارک (اے زمین اپنا پانی جذب کرلے) و یا سماء اقلعی (اے آسمان برسنے سے باز رہ) وغیض الماء (اور پانی جذب ہو گیا) وقضی الامر (اور قوم نوح کی ہلاکت کا کام پورا ہو گیا) واستوت علی الجودی (اور کشتی جودی نامی پہاڑ پر ٹھہر گئی) تو اس پر کس ناجائز امر کا الزام قائم ہوتا ہے اس کے بعد میں تاویل ممنوع اور تفسیر ممنوع کا باہمی فرق بیان کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

لے۔ اور تمام کیا گیا کام۔

قوله اخرجه ابو داود والترمذی والنسائی ایضاً[1] من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوء مقعده من النار[2] رواه ابو داود عن ابن عباس[3] قال الشیخ جلال الدین سیوطی رحمة الله علیه فی الاتقان فی علوم القرآن ناقلاً عن ابن النقیب جملة ما یحصل فی معنی حدیث التفسیر بالرای خمسة اقوال احدها التفسیر من غیر حصول العلوم التی یجوز معها التفسیر الثانی تفسیر المتشابه الذی لا یعلمه الا الله الثالث التفسیر المقرر للمذهب الفاسد بان یجعل المذهب اصلاً والتفسیر تابعاله فیرد الیه بای طریق امکن وان کان ضعیفاً الرابع ان مراد الله کذا علی القطع من غیر دلیل الخامس تفسیره بالاستحسان والهوی واکثر هذه الاقسام بل جمیعها[4] توجد فی هذه الطائفة۔

قلت قول الشیخ اکثر هذه الاقسام بل جمیعها[5] توجد فی هذه الطائفة من مفتریاته علینا لان القسم الواحد من هذه الاقسام الخمسة لا یوجد فینا ونجیب عن کل منها اما الجواب عن الاول فقد مر تحت قول الشیخ ثم من قبائحهم تفسیرهم القرآن بالرای فلا[6] نعید ههنا اما الجواب عن الثانی وهو قوله تفسیر المتشابه فهو انا لا نفسر المتشابه ولا نثبت الجارحة فی تفسیر الید ولا[7] الوجه المشتمل علی العینین والانف والاذنین

[1] وایضا (ع) [2] من النار قال الشیخ جلال الدین سیوطی رحمة الله علیه (ج م د) قال الشیخ الی آخره (ع) [4] جمیعا (ص) [5] جمعها (ص) [6] فلا نعید ههنا (د - ب) ایضا فلا نعید ههنا والجواب (ض ل) [7] والوجه المشتمل (ع - ض - ل)۔

قولہ - یہہ حدیث ابوداؤد - ترمذی اور نسائی نے روایت کی ہے اس بارہ میں یہہ حدیث بھی ہے من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوء مقعدہ من النار (جو شخص قرآن میں بغیر علم کے گفتگو کرے اُسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیئے) ابو داؤد نے اسے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں "ابن نقیب" سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ تفسیر بالرای والی حدیث کے معنی میں جملہ اقوال جو حاصل ہوتے ہیں وہ پانچ ہیں ایک ۱ تو یہہ کہ ایسے علوم کے حاصل کئے بغیر تفسیر کیجائے جن کے حصول کے بعد ہی تفسیر جائز ہوتی ہے۔ دوسرے ۲ یہہ کہ اُن متشابہات کی تفسیر کیجائے جن کا علم بجز اللہ کے اور کسی کو نہیں ہے۔ تیسرے ۳ یہہ کہ مذہب فاسد کے ثابت کرنے کیلئے اس طرح تفسیر کیجائے کہ مذہب کو اصل اور تفسیر کو اس کے تابع بنایا جائے اور تفسیر کو جس طریقہ سے بھی ممکن ہو مذہب ہی کی طرف لوٹایا جائے اگرچہ وہ طریقہ ضعیف ہی کیوں نہو- چوتھے بغیر کسی دلیل کے یہہ کہا جائے کہ اللہ کی مراد قطعی طور پر یہہ ہے۔ پانچویں استحسان اور ہوائے نفس سے تفسیر کرنا- اوران میں کی اکثر قسمیں بلکہ تمام کی تمام اس گروہ کے اندر پائی جاتی ہیں۔

قلت - شیخ کا یہہ کہنا کہ "یہہ اکثر قسمیں بلکہ تمام اس گروہ کے اندر پائی جاتی ہیں" منجملہ اُن بہتان طرازیوں کے ہے جو وہ ہم پر لگاتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ ان پانچوں میں سے ایک بھی تو ہمارے اندر نہیں پائی جاتی اور ہم ان میں سے ہر ایک کا جواب دیتے ہیں۔ پہلی قسم کا جواب تو شیخ کے قول "اور منجملہ انکی برائیوں کے انکا قرآن کی تفسیر بالرای کرنا ہے" کے تحت میں گذر چکا ہے جس کا ہم یہاں اعادہ نہیں کرتے دوسری قسم یعنی تفسیر متشابہ کا جواب یہہ ہے کہ ہم آیات متشابہ کی تفسیر نہیں کرتے۔ نہ ید کی تفسیر میں جارحہ (عضو) کا اثبات کرتے ہیں اور نہ وجہ کی تفسیر میں اس وجہ (یعنی چہرہ) کو ثابت کرتے ہیں جو آنکھ ناک کان

واللسان والشفتين وغير ذلك فى تفسير الوجه وكذلك لا نفسر
الاستواء[1] بالاستقرار ومذهبنا فى المتشابهات[2] مذهب السلف
نؤمن[3] به ولا نشتغل بكيفيته احبط الله اعمال الشيخ كيف فترى
علينا بتفسير المتشابه بل الخلف[4] فسروا المتشابه بالتاويل
فاولوا اليد بالقدرة والوجه بالذات والاستواء بالاستيلاء
والقصد كما هو فى التفاسير فايراد تفسير المتشابهات التى
لا يعلمها الا الله فى التفسير بالراى الزام على الخلق[5] اما الجواب
عن الثالث وهو قوله التفسير المقرر للمذهب الفاسد بان يجعل
المذهب اصلا والتفسير تابعا له فيرد عليه باى طريق
امكن وان[6] كان ضعيفا فهو[7] ان هذا ايضا افتراء علينا اذ
ليس لنا مذهب برأسه[8] حتى نجعله اصلا ونجعل التفسير
تابعا له فترده اليه باى وجه امكن بل المهدى[9] جعل القرآن
اصلا فما وافقه من احكام المذاهب صوبه وحسنه وما لا فلا و
ذلك[10] من عهدته لما ورد فى صفته يقوم بالدين فى اخر الزمان
كما قمت به فى اول الزمان[11] وكما روى عن جعفر انه سئل
باى سيرة يسير المهدى اذا قام قال بما سار به النبى يهدم[12]
ما قبله كما صنع رسول الله صلى الله عليه وسلم وسنذكر هذا البحث

---

[1] استواء (حاشيہ ش) [2] المتشابه (ع) [3] نؤمن بها ولا نشتغل بكيفيتها (حاشيہ ن)
[4] الخلق (س - ف - حاشيہ ل - ش - ن) [5] الخلق (ش - ب - ج - ن)
[6] ان كان ضعيفا (س) [7] فهذا ايضا (ج) [8] براثه (د - ب - ش - ك - ت - ن) -
[9] المهدى صلى الله عليه وسلم (د) [10] وذلك مهدته (ب - غ) [11] ولما (ص - ب -
ك - ف - غ - ت - ع - س) ايضا لما (ض - ل)
[12] يهدم بما قبله (د - ب - ك - ج)

زبان ۔ اور ہونٹوں وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اسی طرح ہم استواء کی تفسیر استقرار (قرار پذیر ہونا) سے نہیں کرتے۔ بلکہ آیات متشابہات کے بارہ میں ہمارا مذہب وہی ہے جو سلف کا ہے کہ اس پر ایمان لاتے ہیں لیکن اسکی کیفیت (کی کھوج کادی) میں مشغول نہیں ہوتے۔ خدائے برتر شیخ کے اعمال کو حبط فرمائے کہ اس نے تفسیر متشابہ کی کیسی تہمت ہم پر تراشی ہے۔ البتہ خلف نے ضرور متشابہ آیات کی تاویلی تفسیر کی ہے چنانچہ انہوں نے ید (ہاتھ) کی تاویل قدرت سے وجہ کی ذات سے اور استواء کی غلبہ اور قصد سے کی ہے جیساکہ تفاسیر میں موجود ہے۔ پس متشابہات کی تفسیر کو (جس کا علم بجز خدا کے کسی کو نہیں ہے) تفسیر بالرائے کے ذیل میں لانا ایک قسم کا خلف پر الزام ہے۔

تیسری چیز (یعنی ایسی تفسیر جو مذہب فاسد کو ثابت کرتی ہو باین طور کہ مذہب اصل اور تفسیر اسکی تابع ٹھیرے اور تفسیر کو مذہب کی طرف جس طریقہ سے بھی ممکن ہو لوٹایا جائے خواہ وہ طریقہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو) اس کا جواب یہہ ہے کہ یہہ بھی ہم پر بہتان ہے اس لئے کہ ہمارا مذہب بذات خود کوئی الگ مذہب نہیں ہے تاکہ اسے اصل ٹھیرا کر تفسیر کو اس کے تابع بنائیں اور تفسیر کو اس مذہب کی طرف جس طرح بھی ممکن ہو لوٹائیں بلکہ امام مہدیؑ نے قرآن کریم کو اصل ٹھیرایا ہے پس احکام مذاہب میں جو اس کے موافق ہوتے ہیں اسکی تصویب فرماتے ہیں اور اسی کو اچھا سمجھتے ہیں ورنہ نہیں۔ اور یہی ان کا فریضہ ہے کیونکہ انکی صفت ہی حدیث میں یہہ بیان کیگئی ہے کہ "آخر زمانہ میں وہ اسی طرح دین کو قایم کرینگے جس طرح کہ اول زمانہ میں نے اسے قایم کیا ہے"۔ نیز جعفرؓ سے مروی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ مہدی موعود کا جب ظہور ہوگا تو وہ کونسی سیرت اختیار کرینگے۔ تو آپ نے جواب میں کہا کہ اسی سیرت پر چلینگے جس پر نبی کریم صلعم چلے تھے۔ آپ اپنے سے پہلے کی (باطل) چیزوں کی بنیادیں ڈھادینگے جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا تھا (اور اس بحث کو ہم انشاء اللہ عنقریب

مشبعا انشاء الله تعالى اما الجواب عن الرابع وهو قوله ان مراد الله
كذا على القطع من غير دليل فهو انا لا نحكم بانفسنا بل الذى
نعتقده بالمهدى ويترحكم فى بعض الآيات انها فى حقه وحق
قومه[١] وذلك من خصائصه فكما[٢] ان علمه بذا تر انه المهدى
الموعود قطعى كذلك علمه بآيات كتاب الله انها[٣] فى حقه
وحق قومه قطعى فاى دليل اعظم من قوله اذا صدقناه
بالمهدوية[٤] بالدلائل التى بها وجب تصديق الانبياء لما
سنذكره انشاء الله تعالى اما الجواب عن الخامس وهو قوله
التفسير بالاستحسان والهوى فهو انا لا نفسر بالاستحسان
والهوى بل الحق ان هذا القسم داخل فيما قبله فايراده قسما
براسه ليس بصواب يا اخى قد صحبت اصحاب المهدىؑ و
سمعت بيانهم فكم من باك صارخ بعد سماع بيانهم وكم من
متضرع مطرق راسه وكم من جالس قد تغير لونه وكم من ساقط
مغشى عليه وكم من مرتعد ترتعد[٥] فرائصه وكم من منقبض
يقشعر شعره كلما طار طيور افكارهم فى بساتين القرآن و
ورموزه تجدها مثمرة لا مقطوعة ولا ممنوعة وكلما جال
خيول اذهانهم فى[٦] ميادين كنوز القرآن واشاراته تصادفها
مكشوفة غير مستورة يا اخى من يطلب منهم فصاحة اللسان

---

[١] ذلك من خصائصه (ج - ب - ش) [٢] فكما علمه بذاتر (ب) ايضا
كما ان علمه بذاتر (ض - ل) [٣] بانها (ض - ل)
[٤] بالمهديتر (د) [٥] مرتعد كذلك فى جميع النسخ الا (ج - د - ط - ت)
[٦] بميادين (ع)

پوری تفصیل سے بیان کرینگے)

چوتھی چیز (یعنی بغیر دلیل کے یہہ کہنا کہ اس آیت سے باری تعالیٰ کی مراد قطعی طور پر یہ ہے) اس کا جواب یہہ ہے کہ اس قسم کا حکم ہم خود نہیں لگاتے بلکہ بعض آیات کے بارہ میں جن کے ہم مہدی موعود ہونیکے معتقد ہیں وہ یہہ حکم فرماتے ہیں کہ وہ آیتیں انکے اور انکی جماعت کے بارہ میں ہیں اور یہہ امر انکی خصوصیتوں میں سے ہے چونکہ جس طرح اپنے مہدی موعود ہونے کے متعلق ان کا علم قطعی ہے اسی طرح قرآن کریم کی آیتوں کے بارہ میں بھی انکا یہہ علم قطعی ہے کہ وہ انکے اور انکی جماعت کے بارہ میں ہیں اور جب ہم اُن دلائل سے انکے مہدی موعود ہونے کی تصدیق کرتے ہیں جن سے انبیا علیہم السلام کی تصدیق واجب ہوجاتی ہے اور جنہیں ہم عنقریب ذکر کرینگے تو پھر انکے ارشاد سے بڑھ کر دلیل اور کونسی ہوسکتی ہے۔ اور پانچویں قسم (یعنی استحسان اور ہوائے نفس سے تفسیر کرنا) اس کا جواب یہہ ہے کہ ہم استحسان اور ہوائے نفس سے تفسیر نہیں کرتے بلکہ حق یہہ ہے کہ یہ بھی اپنے سے ماقبل کی قسم میں داخل ہے اور اسکو ایک مستقل قسم بتانا درست نہیں

میرے بھائی میں تو اصحاب مہدی کے ساتھ رہا ہوں اور میں نے انکا بیان بھی سنا ہے انکا بیان سنکر کتنے ہی لوگ رونے چیخنے لگتے اور کتنے ہی سر جھکائے ہوئے تضرع وزاری میں مصروف ہوجاتے اور بہت سے ایسے بیٹھنے والے جن کا رنگ (رخ) متغیر ہوجاتا اور بہت سے ایسے جوش کھاکھا کر گرتے۔ اللہ کے خوف سے لرزنے والے بھی ایسے بہت ہیں جن کے شانوں کا گوشت خشیۃ اللہ سے لرزتا رہتا اور ایسے[۱] بھی بہت ہیں جنکے رونگٹے بحالت قبض کھڑے ہوجاتے ہیں جب انکی فکروں کے پرندے قرآن ورموز قرآن کے باغوں میں پرواز کرتے تو انہیں ایسے میوہ دار پاتے کہ نہ تو انکی کوئی انتہا ہوتی اور نہ ان سے کسی کو روکا جاتا اور جب انکے ذہنوں کے رہوار خزائن و اشارات قرآنیہ کے میدانوں میں جولانی کرتے تو انکو[۲] بالکل کھلا ہوا اور غیر مستور پاتے برادرم اس عیاں کے بعد کون ان فضائل سے حجت لی

۱۔ اور ایسے بھی بہت ہیں کہ حالت قبض میں ہوتے ہوئے بھی انکے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

۲۔ تو انکو ایسا کھلا ہوا پاتے جن پر کوئی پردہ نہ ہوتا۔

بعد هذا[1] العيان -

قوله فيخصون قوله تعالىٰ قل هذه سبيلى ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعنى بالمهدى واصحابه -

قلت قوله واصحابه مكتوب من غير صحة لان المراد بمن هو المهدى فقط دون اصحابه و[2]هذا ما ثبت بالتواتر عن المهدى

قوله وفى[4] قوله تعالى فسوف ياتى الله بقوم يحبهم ويحبونه هم[3] المهدى واصحابه -

قلت لا اعلم هذه العبارة الموحشة بعينها عبارة الشيخ ام تصحيف الكاتب اذ لا يمكن تصحيح العبارة باى وجه فتامل والعبارة الصحيحة ان يقال فيها قوله تعالىٰ بالنصب[5] ليكون هذا القول عطفا على القول الاول الذى هو مفعول يخصون اى[6] ويخصون ذلك القول وهذا القول او يقال ويقولون فى[7] قوله فسوف ياتى الله الآية هم المهدى واصحابه وذكر المهدى فى تفسير هذا القوم ليس عند اصحابنا بل المروى عن المهدى بالتواتر ان المراد من القوم الموعود اتيانه هو قومه لاغير[8] وذلك من خصائصه بعد النبى لما نذكره انشاء الله تعالىٰ فهانا الآن اشرع فى الفرق بين التاويل المباح والتفسير المحرم فاقول اما المأول[9] فما ترجح من المشترك[10] بعض وجوهه

---

[1] هذا البيان (ج-ش-س) [2] هذا ما ثبت (ع-ض-ل) [3] هم المهدى الموعود واصحابه (ع) [4] وقوله تعالى (د-ک-ط-ع-س) [5] بالنصب بفتح اللام ليكون الى آخره (ج) [6] اى يخصون (ت-ف-ص-ب-ن-ل) [7] فى قوله تعالى (ض-ل)
[8] لاغيره كذا فى جميع النسخ الا (ج-د-ش-ب)
[9] المؤول (ت) [10] مشترك (س)

طلب کریگا۔ قولہ۔ وہ لوگ باری تعالیٰ کے ارشاد "آپ فرما دیجئے کہ یہہ میرا راستہ ہے خدا کی طرف بر بنائے بصیرت بلاتا ہوں میں اور وہ جو میرا تابع ہے" کو مہدی اور اصحاب مہدی کے ساتھ خاص کرتے ہیں

قلت۔ شیخ کا " اور اصحاب مہدی" لکھنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ آیت قرآنیہ میں لفظ مَن سے فقط مہدی مراد ہیں نہ کہ انکے اصحاب بھی اور یہہ علی سبیل التواتر مہدی موعود سے ثابت ہے۔

قولہ۔ اور ارشاد باری تعالےٰ "فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔ میں ہم" کو مہدی اور اصحاب مہدی کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔ قلت۔ معلوم نہیں کہ یہہ وحشت انگیز عبارت بعینہا شیخ کی ہے یا کاتب کا کچھ تصرف ہے۔ کیونکہ اس عبارت کو کس طرح بھی درست نہیں کیا جاسکتا (آپ خود غور فرمائے) صحیح عبارت اس طرح ادا کیجاسکتی ہے کہ فی قولہ کے بجائے صرف قولَہٗ (لام کے زبر کے ساتھ) کہیں تاکہ یہہ قول اس پہلے قول پر عطف ہو جائے جو یخصون کا مفعول ہے۔ اب عبارت یوں ہو جائیگی ویخصون ذالک القول وہذا القول (اور خاص کرتے ہیں وہ اُس قول کو اور اس قول کو) یا عبارت اس طرح ہو ویقولون فی قولہ فسوف یاتی اللہ الآیۃ ہم المہدی واصحابہ۔ اور اس قوم کی تفسیر میں مہدی موعود کا ذکر ہم لوگوں کی طرف سے نہیں ہے بلکہ مہدی موعود سے متواتراً یہ مروی ہے کہ جس قوم کے آنے کا وعدہ کیا گیا ہے اس سے مراد جماعت مہدی ہی ہے۔ نہ کہ غیر از ان۔ اور یہہ امر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مہدیؑ کی خصوصیتوں میں سے ہے جیسے ہم عنقریب ذکر کرینگے۔ اب ہم یہاں تاویل مباح اور تفسیر حرام کے مابین فرق بیان کرنا شروع کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ تاول کے معنی یہ ہیں کہ لفظ مشترک کے بعض وجوہ

لہ۔ اللہ ایسے لوگوں کو لائے گا جنھیں وہ دوست رکھے گا اور وہ اس کو محبوب رکھیں گے

بغالب الرای ماخوذ من آل یؤول[ع] اذا رجع واولته اذا رجعته و
صرفته لانك لما تاملت فی موضع اللفظ وصرفت اللفظ الی
بعض المعانی خاصة فقد اولته الیه وصار ذلك[1] العاقبة الاحتمال
بواسطة[2] الرای قال الله تعالی هل ینظرون الا تاویله ای عاقبته
فاما المفسر فما ظهر المراد[3] من اللفظ ببیان من قبل المتکلم
بحیث لا یبقی معه احتمال التاویل والتخصیص فانه یسمی مفسرا ای
مکشوفا کشفا بلا[4] شبهة ماخوذ[5] من قولهم اسفر[6] الصبح اذا اضاء[7]
اضاءة لا شبهة فیه واسفرت[8] المرأة عن وجهها اذا[9] کشفت
النقاب فیکون هذا اللفظ مقلوبا من التسفیر وهذا معنی قول
النبی صلی الله علیه وسلم من فسر القرآن برایه فلیتبوأ مقعده من
النار ای قضی بتاویله[10] باجتهاده علی انه[11] مراد الله قطعا فالفرق
بین التاویل والتفسیر الذی ذکرت مذکور فی کتب الاصول کالمنار
وغیره فاخواتنا لا یفسرون علی هذا الوجه فلا یدخلون تحت
وعید[12] قوله من فسر القرآن برایه فلیتبوأ مقعده من النار واما المهدی
الموعود فبیانه لیس من مرتبة الاجتهاد والرای الذی یحتمل الخطاء
والصواب لان المهدویة فوق الاجتهاد لقوله علیه السلام فی حقه
یقفو اثری ولا یخطی لقوله[13] علیه السلام یقوم بالدین فی آخر الزمان

[1] عاقبة الاحتمال (س) ایضا العاقبة لاحتمال (ص-ل) [2] بواسطة تفسیر الرای (س) [3] المرام (ک)
[4] بلا شبهة فیه (د) [5] ای ماخوذ من قول العرب (س) ایضا هو ماخوذ من قولهم (حاشیه غ)
[6] سفر الصبح (حاشیه ن) [7] اضاء له اضاءة (ک) [8] سفرة المرأة (حاشیه ن) [9] کشف
(ص-ت) [10] بتفسیره (ک-ف-ع-ط حاشیه غ-ن) [11] ان (ک) [12] وعید من فسر
القرآن (ت) ایضا وعیده من فسر القرآن (س)
[13] ولقوله یقوم الی آخره (س) [ع] یؤل (ت-ف)

غلبہ رائی سے راجح ہو جائیں۔ یہہ ماخوذ ہے آل یؤل سے جس کے معنی ہیں رَجَعَ (لوٹا) اور جب تم کسی چیز کو لوٹاتے اور پھیر دیتے ہو کسی خاص حال کی طرف تو کہا جایا کرتا ہے اَوَّلتہٗ (تو نے اسے لوٹا دیا) پس جب تم کسی لفظ کے موضع استعمال میں غور کرکے کسی خاص معنی کی طرف لوٹا دیتے ہو تو یقیناً تم اس لفظ کی اس معنی کی طرف تاویل کرتے ہو اور یہی[1] امر بذریعہ رائے کے احتمال کا انجام بن جاتا ہے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "اور وہ اسکی تاویل ہی کے منتظر ہیں" یعنی اسکے انجام کے اور مُفسَّر کے معنی یہہ ہیں کہ متکلم کی طرف سے جو الفاظ بیان کئے گئے ہیں انھیں سے اس طرح پر مراد ظاہر ہو کر اسکے ساتھ کسی تاویل و تخصیص کا احتمال نہ باقی رہے۔ اور اسی لئے اس کا نام مُفسَّر رکھا گیا ہے یعنی کہ وہ بالکل کھلی ہوی چیز ہے کہ کوئی شبہ اسمیں نہیں ہے یہہ ماخوذ ہے انکے قول (یعنی قول عرب) "اَسفر الصبح" سے۔ یہہ اس وقت کہا جایا کرتا ہے جبکہ صبح بالکل روشن ہو جاوے اور اسمیں کوئی شبہ نہو۔ نیز کہا جایا کرتا ہے "اسفرت المراۃ عن وجھھا" جبکہ عورت اپنے چہرہ سے نقاب اٹھادے۔ پس یہہ لفظ تسفیر کا مقلوب ہے اور یہی معنی ہیں آنحضرت صلعم کے ارشاد "جو شخص اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہئے" کے یعنی جو شخص[2] اجتہاد کرکے اپنی تاویل سے یہہ حکم لگائے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی یقینی مراد یہی ہے۔ پس میں نے جو فرق تاویل و تفسیر کے مابین بیان کیا ہے وہ اصول کی کتابوں (منار وغیرہ) میں مذکور ہے۔ پس ہمارے اخوان دین چونکہ اس طرح تفسیر نہیں کرتے اسلئے وہ ارشاد نبوت "من فسر القرآن الی آخرہٖ" کی وعید کے تحت میں داخل نہیں ہوتے۔ رہا مہدی موعودؑ کا بیان تو وہ مرتبۂ اجتہاد و رائے سے نہیں ہے جو خطا و صواب دونوں کو محتمل ہو اسلئے کہ درجۂ مہدیت درجہ اجتہاد سے بالاتر ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نے مہدی موعودؑ کے بارہ میں ارشاد فرمایا ہے "وہ میرے نقش قدم پر چلینگے اور ان سے خطا نہو گی" نیز ارشاد فرمایا ہے "یقوم بالدین فی آخر الزمان الی آخرہ" (مہدی موعود آخر زمانہ میں دین کو قایم کرینگے

[1] اور یہی امر بذریعہ رائے کے انجام کا راحتمال بن جاتا ہے۔ [2] یعنی جو شخص اپنے اجتہاد سے قرآن کی اسطرح تاویل کرے

كما قمت به فی اول الزمان و باقی الدلائل سأذكرها ان شاء الله تعالٰی
ومن[1] المحال ان يقوم بالدين فی آخر الزمان كما قام به النبی عليه السلام
من لم يتحققه عن الله والرسول بمشاهدة و وجدان اذا[2] التابع للاختلاف
الظنی المستفاد[3] من تاويل الآيات والاحاديث والاخذ ببعضه[4]
دون بعض لا يسمی انه قام بالدين كما قام به النبی عليه السلام
اذ النبی صلی الله عليه وسلم تابع لليقين وهو تابع للظن[5] غير
مامون من الوقوع فی الخطاء فاين الظن من اليقين ان الظن
لا يغنی من الحق شيئًا وانما يكون بيانه بامر الله وتعليمه فان
قيل ما معنی امر الله فان امر الله مختص بالانبياء والمهدی
ليس بنبی[6] لان النبوة اغلق بابها واسبل حجابها يقال لا نسلم
ان الامر الالهی لا يكون لغير الانبياء الا تری ان الخضر لما ودع[7]
موسی عليه السلام اجاب[8] عما لم يصبر عليه فقال وما فعلته عن
امری ای بل فعلته بامر الله وبعض الروايات يدل علی ان الخضر
ولی من اولياء الله تعالٰی فاطلاق لفظ امر الله فی حق الولی
مفهوم من كتاب الله تعالی فكيف لا يطلق علی المهدی الذی
وقع فی حقه فی بعض الاحاديث[9] وجبرئيل مقدمته وميكائيل
ساقته فالحاصل ان ما ثبت عن المهدی بعد تحقق كونه مهديا

---

[1] ومن المحال يقوم بالدين (ب) [2] اذ (ط - ف - ص - ع - ض) [3] المفاد كذا فی جميع النسخ الا (حاشيه د - حاشيه ش) [4] ببعضها (ن) [5] الظن (ب) [6] ليس بنبی (ت - س - ع) [7] واعد (ض ل)
[8] فاجاب (ک - ط) [9] عن النبی صلی الله عليه وسلم قال هو رجل من عترتی يقاتل علی سنتی كما قاتلت انا علی الوحی[10] واخرجه الامام ابو عبد الله نعيم بن حماد (حاشيه ش - ج)
[10] اخرجه (د)

جس طرح کہ میں نے ابتداے زمانہ میں قایم کیاہے) اور باقی دلیلیں میں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ذکر کرونگا۔ اور یہ محال ہے کہ آنحضرت صلعم کی طرح آخر زمانہ میں وہ شخص دین کو قایم کرے جس پر دین بتعلیم الہی اور رسول اللہ کی روح کے مشاہدہ سے متحقق نہوا ہو اسلئے کہ جو شخص اس مظنون اختلاف کے تابع ہو جو آیات و احادیث کی تاویل کرنے اور [۱] ان میں سے بعض کے لینے اور بعض کے نہ لینے سے مستفاد ہوتا ہے اُسے ایسا قائم بالدین نہیں کہا جاسکتا جیسے آنحضرت صلعم تھے اسلئے کہ نبی کریمؐ تو تابع یقین تھے اور یہ تابع ظن ہونگے اور خطا میں مبتلا ہونے سے محفوظ نہ رہینگے پس کہاں ظن اور کہاں یقین حقیقت میں ظن امر حق سے کچھ بے نیاز نہیں کرتا اور اس کے علاوہ یہ کہ مہدیؑ موعود کا بیان خدا کے حکم اور اسکی تعلیم ہی سے ہوتا ہے۔ اس پر اگر یہ کہا جاے کہ امر اللہ کے کیا معنی ہیں کیونکہ امر اللہ تو انبیا علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور مہدی موعود حجاب نبوت چھوڑدے جانے اور اس کا دروازہ بند کردئے جانے کی وجہ سے نبی نہیں تو اسکے جواب میں یہ کہا جائیگا کہ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے کہ امر الہی غیر انبیا کیلئے نہیں ہوتا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو رخصت کیا تو جن چیزوں پر موسیٰ علیہ السلام صبر نہیں فرماسکتے تھے ان کا جواب دیتے ہوئے فرمایا و "ما فعلتہ عن امری" (اور میں نے اپنے حکم سے نہیں کیا) یعنی بلکہ خدا کے حکم سے کیا ہے اور بعض روایتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ خضر علیہ السلام منجملہ اولیاء اللہ کے ایک ولی تھے۔ پس لفظ امر اللہ کا اطلاق ولی کے بارہ میں قرآن کریم سے مفہوم ہوتا ہے تو پھر اس کا مہدی موعود پر کیونکر نہ اطلاق کیا جاے گا جن کے بارہ میں [۲] بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہہ ثابت ہے کہ "وجبرئیل مقدمتہ ومیکائیل ساقتہ" (جبرئیلؑ انکے آگے ہونگے اور میکائیلؑ انکے پیچھے ہونگے۔ حاصل یہہ کہ مہدیؑ سے انکی مہدیت متحقق ہوجانیکے بعد جو کچھ بھی ثابت ہو

---

[۱] ۔ اور بعض کے لینے اور بعض کے نہ لینے سے مستفاد ہوتا ہے۔

[۲] ۔ امام حسنؓ نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے متعلق یہہ کہا ہے "قد کان رسول اللہ صلعم (بقیہ صفحہ ۸۱ پر)

حجة لازمة وجب قبوله على الكافة[1] وترك معارضته[2] باقوال
المجتهدين[3] وغيرهم لانا لو قدرنا اجتماع[4] المهدى والائمة[5] الاربعة
رحمة الله عليهم اجمعين فلا يخلوا اما ان يكون المهدى تابعا لهم
او متبوعا لهم اما الاول فغير مسلم لان المهدى محفوظ عن الخطاء
قطعًا منصوص بالخلافة عن الله وعن الرسول عليه السلام مبعوث
للدعوة مفترض الطاعة والمجتهد ليس كذلك فتعين الثانى و
اذا تحقق لنا المهدى بالحجج التى تحقق بها كون الانبياء انبياء
فدليلنا قوله فقط وافقه اقوال العلماء اولا[6] لانه هو الحجة
ولا يحتج عليها ولا[7] يحتاج الى الحجة كما[8] ذكر الامام المهتدى ابوشكور
السالمى فى تمهيده فى كيفية مرور الانبياء على الصراط روى انه
جرى ذكر المهدى عند[9] الحسين بن على رض فقال لو ادركته لخدمته
ايام حياته واورد الشيخ هذا النقل فى الرسالة وكذا فى عقد الدرر
ثم اعلم ايها المنصف ان تخصيص المهدى للآيتين[10] فى
حقه وحق قومه ليس خارجًا من قاعدة العربية اذ العام قد
يخصص[11] وفى البزدوى ومن يحتمل الخصوص والعموم وفى
المتوسط شرح الكافية المعروف فى ديارنا بالوافية وهما اعنى
من وما يستعملان للمفرد والمثنى والمجموع والمذكر والمونث

---

[1] كافة (س) [2] معارضته (ت-ع-ن) [3] باقوال المجتهدين رحمهم الله (ع) [4] لاجتماع المهدى (ت-ب-ص) [5] والائمة الاربعة المجتهدين رحمة الله عليهم اجمعين (ك-ف-ص-غ-د-ط-ض-ت-س-ن) ايضا والائمة الاربعة المجتهدين رحمهم الله (ع) [6] وافقه اقوال العلماء اولا (س) ايضا فقد وافقه اقوال العلماء اولا (ج-ش-ك-ت-س) [7] ولا تحتج عليها ولا يحتاج الحجة الى الحجة (ض) ايضا ولا تحتج عليها ولا يحتاج الى الحجة (ك-ص-ف-ط-ت-س) ايضا ولا يحتج عليها ولا تحتاج الى الحجة (ع) ايضا والحجة لا تحتج عليها ولا يحتاج الى الحجة (د) [8] كما ذكر المهتدى ابوشكور السالمى (س-ع-ف-غ-ص-ن) [9] عند الحسين بن على رضى الله عنهما (ع) ايضا عند الحسن بن على (ك-ط) [10] لآيتين (ب-ت) [11] تخصص (ت-ض)

وہ ایک ضروری حجت ہے جس کا قبول کرنا سب پر واجب ہے اور اقوال مجتہدین وغیرہم سے اس کے معارضہ کا ترک کرنا ضروری اسلئے کہ اگر ہم مہدی موعودؑ اور ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام احمد ابن حنبلؒ) کا اجتماع فرض کرلیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو مہدی موعود انکے تابع ہونگے یا متبوع اول کو تو بہر حال تسلیم نہیں کیا جا سکتا اسلئے کہ مہدی موعود قطعی طور پر خطا سے محفوظ ہیں۔ اللہ اور اسکے رسول کی خلافت انکے واسطے منصوص ہے۔ دعوت دین کیلئے ان کو مبعوث کیا گیا ہے اور انکی فرمانبرداری فرض ہے۔ لیکن مجتہد کی یہہ شان نہیں پس دوسری صورت (یعنی مہدی کا متبوع ہونا) متعین ہو گئی اور جب مہدی موعود ان دلائل سے ہم پر متحقق ہو جائیں جن سے کہ انبیا کا انبیا ہونا متحقق ہوا ہے تو ان کا قول ہی ہمارے لئے دلیل ہے علما کے اقوال ان کے قول کے موافق ہوں یا نہوں کیونکہ وہ خود حجت ہے۔ اور حجت پر کوئی دلیل نہیں لائی جا سکتی اور نہ وہ کسی حجت کا محتاج ہے جیسا کہ امام مہتدی ابو شکور سالمی نے اپنی کتاب تمہید میں انبیا کے پل صراط پر سے گذرنے کی کیفیت کے سلسلہ میں ذکر کیا ہے۔ مروی ہے کہ حسین ابن علیؓ کی خدمت میں مہدی موعود کا ذکر چھڑا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں انکو پاتا تو عمر بھر انکی خدمت کرتا (یہ عبارت شیخ بھی اپنے رسالہ میں لایا ہے (جو اس رسالہ سے پہلے لکھا تھا) اور عقد الدرر میں بھی اسی طرح ہے)

اس کے بعد انصاف پسند آدمی کو معلوم ہونا چاہئے کہ مذکورہ بالا دو آیتوں کو مہدی موعود کا اپنے اور اپنی قوم کے بارہ میں خاص کر لینا عربی قاعدہ سے خارج نہیں ہے اسلئے کہ عام کو بھی خاص کر لیا کرتے ہیں بزدوی میں ہے "ومن یحتمل الخصوص والعموم" (لفظ من خصوص وعموم دونوں کو محتمل ہے) اور کافیہ کی شرح متوسط میں (جو ہمارے ملک میں وافیہ کے نام سے مشہور ہے) مذکور ہے وہ دونوں یعنی من و ما واحد تثنیہ جمع۔ مذکر اور مونث سب کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں

یبعثہ المبعث فیکتنفہ جبریل عن یمینہ ومیکائیل عن شمالہ الی آخرہ (طبقات ابن سعد (طبع یورپ) الجز الثالث من القسم الاول صفحہ ۲۶) تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں غزوہ میں بھیجتے تھے پس جبریل انکو دائیں جانب سے گھیرے ہوئے ہوتے تھے اور میکائیل بائیں جانب سے (بقیہ صفحہ ۷۹)

انتہی غایۃ ما فی الباب انہ لابد للتخصیص من قرینۃ دالۃ علیہ کما فی قولہ تعالیٰ افمن یخلق کمن لایخلق فالمراد بمن[1] یخلق ھو الحق وحدہ اذ التخلیق من غیرہ غیر ممکن فالقرینۃ[2] فی تخصیص من فی قولہ تعالیٰ انا ومن اتبعنی عطفہ[3] علے المستکن فی ادعوا والمعنی ادعو[10] الی اللہ علی بصیرۃ انا ویدعو[11] ایضا من اتبعنی الی اللہ علے بصیرۃ فھذا العطف یقتضی ان یکون الدعوۃ علے التابع والمتبوع بمرتبۃ واحدۃ والا لزم التفرقۃ بین الدعوتین والمناسبۃ[4] فی عطف الجملۃ مرعی من محسنات الوصل ومن المعلوم ان الدعوۃ کانت فرضا علے النبی علیہ السلام وکذلک ینبغی ان یکون ایضا فرضا علے التابع فالتابع المفروض علیہ الدعوۃ فی الامۃ کما کانت علے النبی علیہ السلام لیس غیر المھدی لانہ مبعوث لذلک لقولہ علیہ السلام کیف تھلک امتی[5] انا فی اولھا وعیسیٰ فی اٰخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا فکما ان النبی علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام داعیان الی اللہ کذلک المھدی داع الی اللہ ولان[6] قولہ تعالیٰ من[7] اتبعنی مطلق فینصرف الی الفرد الکامل فی الاتباع والفرد الکامل فیہ ھو المھدی لانہ خاتم ولایۃ نبینا صلی[8] اللہ علیہ وسلم وھذا[9] الذی ذکرت ممکن محتمل واما الدلیل القاطع

---

[1] من من یخلق (غ) ایضا من یخلق (ض ـ ل) ایضا ممن یخلق (ک ـ ط ـ ع ـ ت ـ ف) [2] فالقرینۃ فی قولہ تعالیٰ (ج) [3] عطف (ج) [4] والمناسب (ج) [5] امۃ (س ـ ص ـ ع ـ ض ـ ل)
[6] لان قولہ تعالیٰ (ک) [7] ومن اتبعنی (ف)
[8] علیہ السلام (ل)
[9] وھو الذی (ت) [10] ادعو (ص ـ غ) [11] یدعوا (ص)

متوسطا کی عبارت ختم ہو گئی۔ حاصل کلام یہہ کہ تخصیص کیلئے کسی ایسے قرینہ کی ضرورت ہے جو اس تخصیص پر دلالت کرتا ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ "افمن یخلق کمن لا یخلق" (کیا خالق (یعنی خدا) غیر خالق کی مثل ہو سکتا ہے) میں "من یخلق" سے فقط حق تعالیٰ مراد ہے اس لئے کہ تخلیق (پیدا کرنا) غیر خدا سے ناممکن ہے پس ارشاد باری تعالیٰ "انا ومن اتبعنی" (میں اور میرا متبع) میں لفظ "من" کی تخصیص کا قرینہ اس کا عطف ہے اس ضمیر پر جو "ادعوا" کے اندر پوشیدہ ہے اور معنی یہہ ہیں کہ بلاتا ہوں میں اللہ کی طرف علیٰ وجہ بصیرت اور جو میرا تابع ہوگا وہ بھی بر بنائے بصیرت ہی داعی الی اللہ ہوگا" پس یہہ عطف اس امر کو مقتضی ہے کہ تابع اور متبوع کی دعوت ایک درجہ کی ہو ورنہ دونوں دعوتوں میں تفرقہ لازم آئے گا اور عطف جملہ میں رعایت مناسبت وصل کلام کی خوبیوں میں سے ہے اور یہہ معلوم ہے کہ دعوت نبی کریم صلعم پر فرض تھی پس وہ تابع نبی صلعم پر بھی اسی طرح فرض ہونی چاہئے اور ایسا تابع جس پر دعوت امت اسی طرح فرض ہو جس طرح نبی کریم صلعم پر فرض تھی بجز مہدی موعود کے اور کوئی نہیں ہے اس لئے کہ اسی کے واسطے تو وہ مبعوث ہوئے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

"کیف تہلک امتی انا فی اولہا و عیسیٰ فی آخرہا والمہدی من اہل بیتی فی وسطہا"[ک ص]

پس جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام داعی الی اللہ (اللہ کی طرف بلانے والے) ہیں اسی طرح مہدی بھی داعی الی اللہ ہیں۔

علاوہ برایں چونکہ ارشاد باری تعالیٰ "من اتبعنی" مطلق ہے کوئی قید اس میں نہیں ہے تو وہ اسی فرد کی طرف پھریگا جو اتباع میں کامل ہو اور کامل فی الاتباع مہدی ہیں کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے خاتم وہی ہیں۔ یہہ جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے ممکن ہے اور محتمل۔ لیکن اس بارہ میں دلیل قطعی

ک ص۔ میری امت کیونکر ہلاک ہو گی جبکہ میں اس کے اول میں عیسیٰؑ اس کے آخر میں اور مہدی (جو میرے اہل بیت سے ہونگے اس کے وسط میں ہیں۔

فی هذا الباب فلیس لا قوله الواجب علینا قبوله بالدلائل التی وجب[1] بها قبول قول الانبیاء من الاخلاق والله ملهم الصواب وایضا[2] تخصیص المهدی القوم فی قوله تعالیٰ فسوف یاتی الله بقوم[3] لیس ببعید عن النقل والعقل کما تذکره قال الامام البغوی فی تفسیره معالم التنزیل تحت قوله تعالیٰ یاایها الذین آمنوا علیکم انفسکم[4] ان من الآیات آیات وقع تاویلهن قبل ان ینزلن[5] ومنها ما وقع[6] تاویلهن فی عهد النبی صلی الله علیه وسلم ومنها ما یقع[7] تاویلهن بعد[8] النبی علیه السلام بیسیر ومنها ما یقع تاویلهن فی آخر الزمان الی هنا کلامه قلت تاویل هذه الآیة وقع عند خروج[9] المهدی فان قیل قد ذکر المفسرون فی تفسیر هذا القوم ان المراد منه الانصار او[10] ابوبکر وقومه او سلمان الفارسی[11] وقومه یقال لیس کذلک لان[12] الله تعالی یقول فسوف یاتی الله بقوم وهم کانوا فی زمان النبی علیه السلام وفی سوف زیادة التسویف فکیف یمکن ان یکون المراد منه هولاء وأید[13] هذا المعنی ما قال الحسن البصری علم الله ان قوما یرجعون عن[14] الاسلام بعد موت النبی علیه السلام فاخبر انه سیاتی بقوم یحبهم

---

[1] وجبت بها (کذا فی جمیع النسخ الا د - حاشیہ ج) [2] وایضا تخصیص المهدی القوم بقومہ فی قولہ تعالیٰ (د) وایضا بقومہ تخصیص المهدی القوم فی قولہ تعالیٰ (س - ک - ط) وایضا التخصیص المهدی ان (عن) القوم فی قولہ تعالیٰ (ج) [3] بقوم لیس بعیدا (ب - د - ک - ص - غ - ط - ع - ض - ل) ایضا بقومہ لیس ببعید (ت) [4] لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم (ض) [5] ینزل (ف - غ - ع) [6] یقع (حاشیہ س - حاشیہ ج)
[7] وقع (حاشیہ ش)
[8] بیسیر بعد النبی (ک - ط) [9] ظهور (حاشیہ ن) [10] و (کذا فی جمیع النسخ الا (س - ج د - ب) [11] الفارس (ف - ط) [12] ان (ب) [13] ونؤید (ج) ایضا وایدہ (س)
[14] من (ب - ت - ن)

صرف مہدی کا ارشاد ہے جس کا قبول کرنا ہم پر اُن دلائل کی وجہ سے واجب ہے جنکی وجہ سے انبیا علیہم السلام کے ارشادات کا قبول کرنا واجب ہوا۔ اور وہ دلائل انکے اخلاق ہیں۔ اور امر صواب کا دل میں ڈالنے والا تو خدا ہی ہے۔ نیز مہدی موعود کا ارشاد باری تعالیٰ "فسوف یاتی اللہ بقوم" (بس اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم لائے گا) میں لفظ قوم کو اپنی قوم کے ساتھ مخصوص کرنا عقلاً و نقلاً کسی طرح بھی بعید نہیں جیسا کہ ہم بیان کرتے ہیں۔ امام بغوی نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں ارشاد باری تعالیٰ "یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم" (اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر لازم ہے کہ اپنی ذات سے سروکار رکھو) کے تحت میں بیان کیا ہے "یقیناً بعض آیتیں ایسی ہیں کہ جنکی تاویل ان کے نزول سے پہلے ہی ہو چکی ہے اور بعض وہ ہیں جنکی تاویل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوی۔ اور کچھ کی تاویل نبی علیہ السلام کی وفات کے کچھ زمانہ بعد ہوی اور کچھ ان میں ایسی ہیں جنکی تاویل آخر زمانہ میں ہوگی (امام بغوی کا کلام یہاں تک ہے)

میں کہتا ہوں اس آیت کی تاویل مہدی موعود کے ظہور کے وقت ہوی اور اگر یہہ کہا جاے کہ مفسرین نے اس لفظ قوم کی تفسیر میں یہہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد انصار یا حضرت ابوبکر رضٰ اور آپکی قوم یا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور انکی قوم ہے۔ تو جواب دیا جا سکتا ہے کہ ایسا نہیں ہے اسلئے کہ باری تعالیٰ نے تو "فسوف یاتی اللہ بقوم" (اللہ تعالیٰ ضرور ایک ایسی قوم لاے گا) فرمایا ہے اور یہ سب لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں تھے معہذا "سوف" میں معنی استقبال کی اور زیادتی پائی جاتی ہے پھر اس سے یہہ لوگ کس طرح مراد ہو سکتے ہیں اور اس مفہوم کی تائید حسن بصری کا قول بھی کرتا ہے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہہ بات تھی کہ کچھ لوگ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد اسلام سے پلٹ جائینگے پھر اس امر کی خبر دی کہ وہ ایک قوم کو لائیگا جو اسے محبوب ہوگی

لہ - اے ایمان والو اپنی فکر کرو۔
سے - اور لفظ سوف میں تسویف (استقبال) کی زیادتی پائی جاتی ہے۔

ويحبونه كذا[1] في معالم التنزيل تحت هذه الآية فعلم منه ان اتيان
القوم منتظر بعد موت النبي عليه السلام وليس المراد منه الانصار
او ابا[2] بكر وقومه او[3] سلمان وقومه كما ذكر بعض المفسرين
ويؤيد[4] ايضا ما قال القاضي شهاب الدين في تفسيره المسمى
ببحر[5] مواج روايت كرده اند كه بعد از ارتدادهاے مذكوره دو هزار آدمي نخعي
و سه هزار كندي و سه هزار مرد از مردمان متفرق[6] باز در دين اسلام آمدند[7] و مومنان
مخلص[8] شدند فسوف ياتي الله بقوم تا آخر عبارت از ايشان بود و در شان
ايشان وارد باشد بعضي گويند كه پيغمبر عليه السلام را پرسيدند كه ايشان كيانند پيغمبر صلى الله
عليه وسلم فرمود[9] كه ايشان انصاريان اند و بعضي گويند كه اين[10] بشارت بسوي سلمان
فارسي[11] كردند و قوم او را در معرض اين دولت آوردند و بعد از آن فرمود لو كان
الايمان معلقا بالثريا لناله[12] رجال[13] من ابناء فارس و بعضي اين آيت
در شان ابوبكر صديق رض داشته[14] اند كه با لشكر عظيم در قتال مرتدان متوجه گشت و با ايشان
باهتمام قتال[15] پيوست باز داشته باز دارنده نه پسنديد و از ملامت كننده نترسيد
و با ايشان بصلح موادعت[16] نجست و قال والله لو[17] منعوني عقالا لقاتلتهم و در جهاد
مرتدان مشتاقت بمشيت الله و عون ظفر يافت بعضي كشته گشتند و بعضي مسلمان
شدند و ليكن آية مذكوره متضمن[18] آوردن قوم مسطور در زمان مستقبل است و ورود آيه در شان

---

[1] وكذا (ب-ك-ط-س) [2] ابوبكر (ج) [3] او سلمان كما ذكر (س-ط-ع-ص-ض-ل) [4] يويده (ط-ب-د-ك-س-ص) ايضا ايده (ف) [5] ببحر المواج (كذا في جميع النسخ الا ص-ض) [6] متفرقه (د-ن) [7] درآمدند (ك-ص-ع-ف-غ-ط-ت-س) [8] خالصان (حاشيه ج) [9] فرمودند (غ-ع) [10] كه اشارت (ن-ض) [11] فارس (ف-ط) [12] لنناله س-ص-ك-د-ط) [13] رجل (ج-د-ك) [14] برداشته اند (ش-د-س-ص-ن)
ايضا دانسته اند (ص) [15] بقتال (ط-ت-ض) ايضا باهتمام وقصد به قتال پيوست (ص)
[16] موادعه (ط) [17] لو والله منعوني (ك)
[18] متضمن وعده آوردن قوم مسطور (س-ع-ت-غ-ص-ف-حاشيه س-ص)

اور وہ اسے محبوب رکھیگی (معالم التنزیل میں بھی اس آیت کے ذیل میں اسی طرح ہے)

بہر حال اتنا معلوم ہو گیا کہ قوم کے آنے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی انتظار کیا گیا ہے اور اس سے انصار یا حضرت ابو بکرؓ اور انکی قوم یا سلمانؓ فارسی اور انکی قوم مراد نہیں جیسا کہ بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے۔

ہمارے اس دعوی کی تائید قاضی شہاب الدین کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی تفسیر بحر مواج میں ذکر کیا ہے (چنانچہ وہ فرماتے ہیں) "روایت کی گئی ہے کہ ان واقعات ارتداد کے بعد دو ہزار نخعی تین ہزار کندی اور تین ہزار متفرق اشخاص بھی دین اسلام کے دائرہ میں آکر مومن مخلص بن گئے فسوف یاتی اللہ بقوم الی آخرہ سے یہی لوگ مراد تھے اور یہ آیت انہیں کی شان میں وارد ہوئی تھی" بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا وہ (قوم) کون لوگ ہیں آپؐ نے فرمایا کہ وہ انصار ہیں" بعض کہتے ہیں کہ یہ خوشخبری تھی سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کیلئے اور اس دائرہ دولت میں انہیں کو داخل کیا گیا ہے اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ " لو کان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجال من ابناء فارس" (اگر ایمان ثریا کی بلندی پر معلق ہوتا تب بھی لے سے ابناء فارس سے چند اشخاص حاصل کر لیتے) اور بعض لوگ اس آیت کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی شان میں قرار دیتے ہیں کیونکہ آپ ایک بڑے لشکر کے ساتھ مرتدوں کے قتل و قتال کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور ان کے قتال کا آپ نے ایسا اہتمام فرمایا تھا کہ اس بارہ میں نہ کسی روکنے والے کے روکنے کو پسند فرمایا نہ ملامت کرنے والے سے خائف ہوئے اور نہ ان کے ساتھ مصالحت کی جستجو کی۔ بلکہ فرما دیا کہ " اگر وہ مجھے ایک زانو بند شتر بھی نہ دینگے تو میں ان سے مقاتلہ کرونگا" پھر آپ نے ان مرتدوں کے ساتھ جہاد کرنے میں تیز قدمی سے کام لیا تو اللہ کی مشیت اور مدد سے کامیابی بھی حاصل کی۔ بعض ان میں سے مارے گئے اور بعض پھر سے مسلمان ہو گئے۔ لیکن مذکورہ بالا آیت قوم مسطور کے زمانہ مستقبل میں لانے کو متضمن ہے اس لئے اس آیت کا

ابو بکر و انصار و سلمان رضی الله عنهم[١] اجمعین که در وقت ورود حاضر بودند مشکل است
مگر آنکه مراد از فسوف یاتی الله بقوم آوردن در استقبال بود و اگر آوردن و
پدید کردن در استقبال نباشد اشکال وارد آید" الی هنا کلامه ذکر
فی النیسابوری لعل المراد منه قوم المهدی فاعلم ایها العاقل ان
المعنی الصحیح ما ذکره المهدیؑ وقد اخبر الله عن هذا
القوم فی مواضع جمة من کتابه منها[٢] قوله تعالی وآخرین
منهم لما یلحقوا بهم ومنها قوله تعالی ثلة[٣] من الاولین
وقلیل من الآخرین وایده ما قال الامام البغوی فی معالم
التنزیل تحت هذه الآیة[٤] ذهب جماعة الی ان[٥] الثلتین جمیعا
من هذه الامة وهو قول ابی العالیة ومجاهد وعطاء بن ابی
رباح[٦] والضحاک قالوا ثلة من الاولین من سابقی هذه الامة
وقلیل من الآخرین من هذه الامة فی آخر الزمان وعن ابن عباسؓ فی[٧] هذه الآیة
ثلة من الاولین وثلة من الآخرین قال رسول الله صلی الله علیه وسلم هما
جمیعا من امتی فالقوم الموعود اتیانه هو هذه الثلة فان
قیل من این یفهم ان المراد من القوم الموعود من[٨] القلیل
وثلة من الآخرین قوم المهدیؑ فیلکن فی امته علیه السلام
قوم منتظر اتیانه فما وجه تخصیصه[٩] یقال بارک الله علیک

١ه که در وقت ورود الی آخره (ت) ٢ه ومنها قوله تعالی (ف ـ س ـ ع ـ ن) ایضا منها قوله تعالی ثلة من الاولین وقلیل من الآخرین (ض ـ د ـ ک ـ ص ـ غ ـ ط) ٣ه وآخرین منهم لما یلحقوا بهم (د ـ ک ـ س ـ ض ـ غ ـ ط)
٤ه الآیات (ج) ٥ه ان جمیعا (ع) ٦ه ریاح (ن) ٧ه فی تفسیر هذه الآیة (ض ـ ل) ٨ه ومن القلیل (ب ـ ک ـ ش ـ ف ـ ت ـ ط ـ غ ـ ض ـ ل)
٩ه لتخصیصه (س)

حضرت ابو بکرؓ۔ انصار۔ اور سلمان رضی اللہ عنہم کی شان میں وارد ہونا (درآنحالیکہ وہ نزول آیت کے وقت موجود تھے) مشکل ہے البتہ " فسوف یاتی اللہ بقوم " سے قوم کا زمانہ استقبال میں لایا جانا مراد ہو سکتا ہے اور اگر قوم کا لانا اور نمودار کرنا زمانۂ استقبال میں نہ ہو تو اعتراض وارد ہوتا ہے (قاضی صاحب کا کلام یہیں تک ہے) تفسیر نیشاپوری میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ " بقوم سے مراد شاید کہ مہدی علیہ السلام کی جماعت ہو" پس انسان عاقل کو جاننا چاہئے کہ صحیح معنی تو وہی ہیں جو مہدی موعودؑ نے بیان کئے ہیں۔ اور قوم مہدیؑ کا ذکر باری تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں اکثر مقامات پر کیا ہے۔ منجملہ ان کے باری تعالیٰ کا ارشاد "اور دوسرے ان میں سے وہ لوگ ہیں جنکے زمانۂ وجود کا ان سے اتصال نہیں ہوا" نیز ارشاد باری عز اسمہ " ایک بڑی جماعت پہلے لوگوں میں سے اور تھوڑے سے بعد کو آنے والوں میں سے" اور اسکی تائید امام بغوی کے اس قول سے ہوتی ہے جو انہوں نے اس آیت کے ذیل میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک جماعت مثل ابو العالیہ۔ مجاہد۔ عطا ابن ریاح اور ضحاک کے اس طرف گئی ہے کہ " ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین" میں جو "ثلتین" (دو جماعتین) ہیں وہ سب اسی امت میں سے ہونگی۔ وہ کہتے ہیں کہ " ثلۃ من الاولین" اس امت کے پہلے لوگوں میں سے ہے اور "قلیل من الآخرین" سے اس امت کے وہ لوگ مراد ہیں جو آخر زمانہ میں ہونگے اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیۂ " ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین" کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے " ہما جمیعا من امتی" وہ دونوں جماعتیں میری امت ہی سے ہونگی پس جس قوم کے آنے کا وعدہ کیا گیا ہے وہ یہی جماعت ہے۔ اگر یہ کہا جائے " کہ یہ کہاں سے سمجھا گیا کہ " قلیل من الآخرین" اور " ثلۃ من الآخرین" میں جس قوم کا وعدہ کیا گیا ہے اس سے قوم مہدیؑ ہی مراد ہے آنحضرتؐ کی امت میں کوئی ایسی قوم ہوگی جس کی آمد کا انتظار ہو۔ اور آخر اس قوم مہدی کی تخصیص کی وجہ کیا ہے" تو اسکا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ اللہ آپکو برکت دے

انصف ولا[1] تعتسف انا[2] اذا قررنا اتیان القوم بعد النبی علیه السلام
فای قوم یراد اتیانه بکتاب الله والمهدی وقومه مخصوصون
بتخصیصات لاتوجد فی غیرهم والمرجح لتعینهم تخصیصاتهم
فای ترجیح[3] لنا فی العدول من قومه المخصوصین بکرامات الی
غیرهم فان قیل یمکن ان یراد من کل ما ذکر قوم عیسی علیه السلام
فمن این لنا العدول عن[4] قومه علیه السلام الی قوم المهدی علیه السلام
یقال یمکن عقلا لکن یاباه النقل لان النبی علیه السلام اخبر[5]
ان هذا القوم یکون قبل عیسی علیه السلام حیث[6] قال علیه السلام
لیدرکن المسیح اقواما من هذه الامة هم مثلکم او خیر منکم ذکره ابن برجان
فی کتاب الارشاد له باسناده عن علی بن سعید بن مرزوق
الکندی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم کذا اورده[7] الامام
القرطبی فی التذکرة وایضا وقع فی حدیث[8] مذکور فی الصحاح
روی[9] عن نواس بن سمعان فی قصة الدجال ثم یاتی عیسی ابن
مریم قوم[10] قد عصمهم الله من فتنة الدجال فیمسح عن وجوههم
ویحدثهم بدرجاتهم الحدیث فان قیل من این یفهم ان المراد
من القوم الذی یجیئ[11] عیسی علیه السلام فیمسح عن وجوههم ویحدثهم
بدرجاتهم من القوم الذی یجدهم عیسی علیه السلام علی اقدام الصحابة

---

[1] لاتعسف (ج-ب-ش-ع) [2] اذا قررنا (ب) ایضا انا قررنا (ع) ایضا انا اذا قررنا رف [3] ترجح (ک-د-ص-س-حاشیه ط) ایضا ترجیح لنا من العدول (ط) [4] من (ج) [5] اخبره ان هذا القوم (ج) [6] حیث قال لیدرکن (س-ط-غ-ص-ک-ع) [7] اورد (ج-غ) [8] الحدیث المذکور (ک-ش-حاشیه ش) ایضا فی حدیث فی الصحاح (س) [9] روی عن النواس بن سمعان (ص) ایضا مروی عن نواس بن سمعان (س-ع-ل-ض) [10] قوما (ط)
[11] یجیئهم عیسی علیه السلام (ط)

انصاف کیجئے اور تجاوز عن الحق سے کام نہ لیجئے۔ ہم نے جب یہہ ثابت کر دیا کہ (لقوم میں جو قوم ہے وہ) قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آئے گی تو پھر کتاب اللہ میں (بجز قوم مہدی کے) اور کونسی قوم مراد لیجا سکتی ہے۔ جبکہ مہدی اور انکی جماعت بہت سی ایسی خصوصیات کے ساتھ مخصوص ہے جو اس کے سوا دوسروں میں نہیں پائی جاتیں اور انکے اس تعین کو ترجیح دینے والی انکی تخصیصات ہی ہیں پھر اب ایسی کونسی وجہ مرجح ہمارے پاس ہے جو ہم انکی مختص بالکرامات قوم کو چھوڑکر دوسروں کی طرف مائل ہوں اگر کہا جاے کہ عبارات مذکورہ بالا میں قوم سے قوم عیسیٰ علیہ السلام مراد ہے اور اس صورت میں ہمیں عیسیٰ علیہ السلام کی قوم سے مہدی موعود کی قوم کی طرف مائل ہونے کا موقع کہاں ہے تو اسکے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ یہہ عقلاً تو ممکن ہے لیکن نقل اس سے انکار کرتی ہے۔ اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے اس امر کی اطلاع دی ہے کہ یہہ قوم عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوگی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے "حضرت مسیح اس امت میں سے تم جیسی یا تم سے بھی بہتر جماعتوں کو پائینگے" اس حدیث کو ابن برجان نے اپنی کتاب الارشاد میں علی بن سعید بن مرزوق الکندی کی سند سے جو آنحضرت صلعم تک منتہی ہوتی ہے بیان کیا ہے، اور ایسی ہی حدیث امام قرطبی نے تذکرہ میں بیان کی ہے۔ نیز نواس بن سمعان کی روایت سے قصۂ دجال کے ذیل میں اس حدیث میں آیا ہے جو صحاح میں مذکور ہے "پھر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ لوگ آئینگے جنہیں اللہ تعالیٰ نے فتنۂ دجال سے محفوظ رکھا ہوگا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام ان کے چہروں پر ہاتھ پھیرینگے اور ان سے ان کے مراتب کے مطابق گفتگو فرمائینگے"۔

اب اگر یہ کہا جاے کہ یہہ کہاں سے معلوم ہوا کہ جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئینگے اور آپ انکے چہروں پر ہاتھ پھیرینگے[۱] اور ان کے مراتب کے مطابق ان سے گفتگو فرمائینگے اور جس قوم کو عیسیٰ علیہ السلام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر دعمل پیرا پائینگے

[۱] شیخ عبد الحق دہلوی نے اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے "پس می افشاند عیسیٰ از روے ایشان گرد و غبار شدت و محنت را (اشعۃ اللمعات جلد سوم صفحہ (۳۳۰) طبع نولکشور سنہ ۱۳۱۰ھ)

قوم[51] المهدی علیه السلام بل یمکن ان یکون غیره قلت لیس الامر کما زعم لان النبی علیه السلام قال کیف تهلک امتی[52] انا فی اولها وعیسیٰ فی آخرها والمهدی من اهل بیتی فی وسطها وزاده رزین وبینهما فیج[53] اعوج لیسوا منی ولا انا منهم فالحدیث بمنطوقه دال علی ان[54] بعث المهدیؑ یکون قبل بعث عیسیٰؑ فلا یخلو اما ان یکون القوم المعصوم من فتنة الدجال ممن صدق المهدی او کذبه والثانی غیر ممکن فتعین الاول فان قیل قد ذکر فی موضع قوم وفی موضع آخر اقوام فکیف التوفیق بین الجمع والمفرد یقال هو قوم واحد فی الحقیقة ولکن باعتبار تعدد القبائل والمواضع یقال له اقوام ۔

قوله مع انه لم یقل احد ان فی القرآن ذکر المهدی صریحا[55] او اشارة ۔

قلت ان کان مراده ان ثبوت وجود المهدیؑ بکتاب الله لم یکن فیما مضی اذ[56] لم یرو عن النبی صلی الله علیه وسلم فی آیة من آیات کتاب الله انها فی حق المهدی فصحیح لکن[57] احتمال البیان باقٍ لا یندفع بعدم فیما مضیٰ اذ[58] لا یصادف السماع عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بعض الآیات ومع ذلک استخرج العلماء منها احکاما واثبتوها بها کما ذکر فی اصول الفقه

[51] بقوم (ض) [52] امة (ع-ل) [53] فیج اعوج (د-ف-غ-ط-ن) ایضا فیج اعوج ای زمان طویل فیه خلق لیسوا منی ولا انا منهم (ک-ط) [54] ان بعثة المهدی یکون قبل بعثة عیسیٰ (حاشیه ج) [55] صریحا واشارة (ب-ش-ج) [56] اذ لم یرو احد عن النبی علیه السلام (ع) ایضا لم یرو اعن النبی علیه السلام (ص) [57] ولکن (ن) [58] اذ لا یصادق السماع (حاشیه ج-حاشیه ش) ایضا اذ لم یصادف السماع (ع) ایضا اذ لا یصادف السماع من رسول الله صلی الله علیه وسلم (ص)

ان سے مہدی موعود ہی کی قوم مراد ہے بلکہ ممکن ہے کہ وہ کوئی اور ہو تو میں کہتا ہوں کہ واقعہ اس طرح نہیں ہے جس طرح کہ خیال کیا گیا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "میری امت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے جبکہ میں اس کے اول میں ہوں عیسیٰ علیہ السلام اس کے آخر میں اور مہدیؑ (جو میرے اہلبیت سے ہونگے) اس کے وسط میں ہونگے اور اس حدیث میں رزین نے اتنا اور اضافہ کیا ہے اور "ان دونوں (عیسیٰ و مہدی موعودؑ) کے درمیان میں بہت سے غیر مستقیم لوگ ہونگے نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے" پس حدیث کا مفہوم مطابقی اس پر دلالت کرتا ہے کہ مہدیؑ عیسیٰؑ سے پہلے مبعوث ہونگے۔ پس یہہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو جو لوگ فتنۂ دجال سے محفوظ ہونگے انہوں نے مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی ہوگی یا تکذیب اور صورت دیگر غیر ممکن ہے۔ پس شکل اول متعین ہو گئی۔ اگر یہ کہا جائے کہ ایک جگہ تو (قرآن کریم میں) لفظ قوم ذکر کیا گیا ہے اور دوسرے موقع پر اقوام پس جمع اور مفرد میں موافقت کی کیا صورت ہے؟ اس کا جواب یہہ ہے کہ وہ حقیقت میں تو ایک ہی قوم ہے لیکن قبائل اور مقامات کے تعدد کے اعتبار سے اسے اقوام کہا گیا۔

قولہ۔ معہذا کسی نے بھی یہہ نہیں کہا کہ مہدی موعود کا ذکر قرآن کریم میں صراحتہً یا اشارۃً ہے۔ قلت۔ اگر اس سے شیخ کی مراد یہہ ہے کہ زمانہ ماضی میں وجود مہدی کا ثبوت کتاب اللہ سے نہیں تھا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام سے قرآن کریم کی کسی آیت کے بارہ میں بھی یہہ مروی نہیں ہے کہ وہ مہدی موعود کے بارہ میں ہے تو یہہ تو صحیح ہے۔ لیکن احتمال بیان تو باقی ہے جو زمانۂ گذشتہ میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے دور نہیں ہو سکتا چونکہ بعض آیتوں کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی روایت نہ پائے جانے کے باوجود علما نے ان سے احکام استخراج کئے ہیں اور ان احکام کو ان آیات سے ثابت کیا ہے چنانچہ علم اصول فقہ میں مذکور ہے کہ

خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم من الدنيا ولم يبين[1] لنا ابواب الربوا[2] فاحتمال البيان فيما لم يبين[3] باق لا يندفع بعد مه فيما مضى اذ تاخير البيان الى وقت الحاجة جائز صرح[4] عليه النووى فی شرح مسلم فی قتل اُسامة من قال لا اله الا الله حالة الغارة وهو اما كونه صلى الله عليه وسلم لم يوجب على اُسامة قصاصاً ولا كفارة ولا دية فقد يستدل به لاسقاط الجميع ولكن الكفارة واجبة والقصاص ساقط للشبهة فانه ظنه كافرا[5] وظن ان اظهاره كلمة التوحيد فی هذا[6] الحال لا يجعله مسلما وفی وجوب الدية قولان للشافعی رح وقال بكل واحد منهما بعض[7] العلماء ويجاب عن عدم ذكر الكفارة بانها ليست على الفور بل هی على التراخی وتاخير البيان الى وقت الحاجة جائز على المذهب الصحيح عند اهل الاصول الى هنا كلام النووی ويؤيده ايضا ما ذكر فی الطوالع قالت اليهود لا يخلوا اما ان[8] يكون مبينا فی شرع موسى انه سينسخ او ان[9] يكون مبينا فان كان فيه ما يدل على دوامه امتنع نسخه وان[10] لم يكن ما يدل على دوامه لم يتكرر شرعه فلم يثبت غير مرة قلنا كان فيه ما يشعر بنسخه ولم يتواتر اذ لم يتوافر الدواعی الى نقله توافرها الى نقل اصل دينه او كان فيه ما يدل على الدوام ظاهرا لا قطعا

---

[1] تبين (ض) [2] الربا (ض) [3] تبين (ص ـ ص) [4] صرح النووی (ب) ايضا صرح به النووی (ت) [5] كافر (ص) [6] هذه الحالة لا تجعله (ع)
[7] احد (س)
[8] ان يكون فی شرع موسى (ع) [9] فان كان الاول لزم ان يتواتر ويشتهر كاصل دينه (ع)
ايضا فان كان الاول لزم ان يتواتر ويشتهر كاصل دينه وان لم يكن (س ـ ك)
[10] وان لم يكن لم يتكرر شرعه (ص ـ ك ـ ف ـ غ ـ ط ـ س ـ ع)
ايضا ای وان لم يكن فيه ما يدل على دوامه (ن)

"خرج رسول صلعم من الدنیا ولم یبین لنا ابواب الربوا" (آنحضرت صلعم دنیا سے تشریف
لے گئے لیکن ابواب ربا (سود) کو ہم پر واضح نہ فرمایا) پس جس چیز کے بارہ میں آنحضرت صلعم
نے کچھ بیان نہ فرمایا اس میں احتمال بیان باقی ہے محض زمانہ ماضی میں اس کے موجود نہ ہونے
سے یہ احتمال دور نہیں ہو سکتا اس لئے کہ "بیان کا وقت ضرورت تک کیلئے مؤخر کرنا جائز ہے"
چنانچہ نووی نے شرح مسلم میں اسامہ رضؓ کے اس شخص کے قتل کرنے کے واقعہ کے ذیل میں اس کی
تصریح کی ہے جس نے حالت غارت میں لا الہ الا اللہ کہا تھا اور انکی وہ تصریح یہہ ہے کہ "آنحضرت
کے اسامہ رضؓ پر قصاص ۔ کفارہ اور دیت میں سے کچھ بھی واجب نہ فرمانے سے ان تمام چیزوں کے
ساقط کرنے پر دلیل لائی جاتی ہے ۔ لیکن (واقعہ یہہ ہے) کہ کفارہ (ایسی صورت میں قاتل پر)
واجب ہے اور قصاص شبہ کی وجہ سے ساقط ہے کیونکہ قاتل نے مقتول کو کافر ہی سمجھا تھا اور
یہہ خیال کیا تھا کہ اس کا اس حالت میں کلمہ توحید کا اظہار اُسے مسلمان نہیں بنا سکتا ۔ اور دیت
کے واجب ہونے میں شافعیؒ کے دو قول ہیں اور اُن دونوں میں سے ہر ایک کو بعض علماء نے
اختیار کیا ہے اور کفارہ کے ذکر کے نہونے کا جواب یہ دیا جاتا ہے ۔ کہ وہ فی الفور واجب نہیں ہوتا
بلکہ اس میں مہلت بھی دیجاتی ہے اور کسی چیز کے بیان کو وقت حاجت تک کے لئے مؤخر کر دینا علماء
اصول کے نزدیک مذہب صحیح کے مطابق جائز ہے (نووی کی عبارت یہاں تک تھی) اور اسکا
تائید وہ عبارت بھی کرتی ہے جو طوالع میں مذکور ہے ۔ کہ "یہود کہتے تھے کہ دو حال سے خالی نہیں یا
تو موسیٰؑ کی شریعت میں کوئی چیز ایسی ہوگی جو اس امر کو واضح کر دے گی کہ شریعت موسویہ عنقریب
منسوخ ہو جائیگی یا کوئی ایسی چیز نہوگی ۔ پس اگر اس میں کوئی ایسی چیز ہوگی جو شریعت موسوی کے
دوام پر دلالت کرتی ہوگی تو پھر اس کا منسوخ ہونا ناممکن ہوگا اور اگر اس کے دوام پر دلالت
کرنیوالی کوئی دلیل نہوگی تو پھر انکی شریعت مکرر نہیں ہوگی اور نہ ایک سے زیادہ مرتبہ ثابت ۔ ہم کہتے ہیں کہ شریعت
موسوی میں وہ دلیل موجود ہے جو نسخ شریعت کو مشعر ہے لیکن وہ متواتر نہیں ہے کیونکہ اسکے نقل کے اسباب[1] ایسے کثیر نہ تھے
جیسے کہ اصل مذہب کے نقل کے اسباب کثیر تھے یا یہ کہ دلائل دوام شریعت موسوی تو اسمیں موجود ہیں لیکن حقیقی ظاہر اقطعی طور پر نہیں

۱؎ ۔ اس کے نقل تواتر کے اسباب ۔

فلا يمتنع النسخ فانظر ايها المنصف الى قوله لم يتوافر الدواعي الى
نقله فهذا يدل على ان عدم النقل ممكن لعدم توافر الدواعي
كذا[1] اما نحن فيه وايضا يدل عليه ما ذكر الشيخ ابو شكور السالمي
في تمهيده في بحث الرؤية في حق الملائكة وقال بعض الفقهاء يتوقف[2]
فيه لانه[3] لم يوجد النص في حق الملائكة ولا يجوز المنع ايضا
لعدم الدليل[4] فيتوقف فيه فانظر ايها المنصف الى قوله ولا يجوز
المنع ايضا لعدم الدليل فالمنع[5] من غير دليل المنع منع وان كان مراده
ان عدم ثبوت وجود المهدي بكتاب الله قطعي فلا نسلم
اذ[6] القطع انما يحصل بنص من كتاب الله او[7] خبر متواتر عن النبي
عليه السلام او[8] اجماع امته وليس في هذا الباب شيء من ذلك فكيف
يحصل القطع بعدم الثبوت فيما يستقبل بل[9] لم ير وخبر واحد
عن النبي عليه السلام او عن الصحابة على ان ليس آية من كتاب الله
في حق المهدي وكذلك لم[10] ير وعن المجتهدين فان قيل ان
لم يثبت فيما مضى فكيف يثبت في زماننا هذا قلت يثبت ببيان
المهدي بعد ثبوت كونه مهديا اذ هو عالم رباني مكشوف له
اسرار[11] كتاب الله ما[12] لم يكشف لغيره بعد نبينا عليه السلام لما سنذكر
عليه من الدلائل وكذلك عيسى نبيا نفهما وقطعهما من كتاب الله

---

[1] كما نحن فيه (ك-ط) [2] توقف فيه (ع) [3] لانه لا يوجد النص (ص) ايضا انه (ض) ايضا لانه لم يجد النص (ك-ط-د-س) [4] المنع من غير المنع منع وان كان مراده (ك) ايضا لعدم دليل المنع فالمنع من غير المنع منع (ط) [5] فالمنع غير دليل المنع منع (ص) [6] اذا (ب) [7] و (س) [8] او اجماع امة (س-ف-ع-غ-د-ص-ط-ن) ايضا او اجماع (ب) [9] بل لم يرد (ت-ن) [10] لم يرد (س) ايضا لم يروا (ص) [11] من اسرار كتاب الله (ت) [12] لم يكشف لغيره (ج) ما لم ينكشف (ض) ايضا ما لا كشف لغيره (س)

لہذا اس کا نسخ ناممکن نہ ہوگا۔" پس انصاف پسند انسان کو دیکھنا چاہیئے کہ صاحب طوالع کا یہ قول "کہ[ا] اس کے نقل کے اسباب کثیر نہ تھے" اس امر کی دلیل ہے کہ اسباب نقل کثیر نہونے کی وجہ سے عدم نقل ممکن ہے۔ پس یہی صورت اس مسئلہ کی ہے جسمیں ہم گفتگو کر رہے ہیں۔ اور اس پر وہ عبارت بھی دلالت کرتی ہے جو شیخ ابو شکور السالمی نے اپنی کتاب تمہید میں رویت ملائکہ کی بحث کے ذیل میں بیان کی ہے وہ کہتے ہیں "بعض فقہا کہتے ہیں کہ اس میں توقف کیا جائے کیونکہ فرشتوں کے بارہ میں کوئی نص موجود نہیں ہے اور دلیل موجود نہونیکی وجہ سے منع بھی جائز نہیں لہذا اس کے بارہ میں توقف کیا جانا چاہیئے" پس انصاف پسند آدمی کو شیخ سالمی کے قول "اور منع بھی جائز نہیں چونکہ (منع کی) دلیل موجود نہیں" کی طرف نظر کرنی چاہیئے۔ حاصل یہ ہے کہ دلیل منع کے بغیر منع کرنا خود ممنوع ہے۔ اور اگر شیخ کی مراد یہ ہے کہ وجود مہدی کا قرآن کریم سے ثابت ہونا قطعی ہے تو ہم اسکو تسلیم نہیں کرتے۔ اس لئے کہ علم قطعی تو نص قرآن حدیث متواتر یا اجماع امت ہی سے ثابت ہوتا ہے اور اس بارہ میں ان چیزوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے پس زمانہ مستقبل میں کتاب اللہ سے وجود مہدی کا ثبوت ہونے کے بارہ میں کس طرح علم قطعی حاصل ہو سکتا ہے بلکہ آنحضرت صلعم یا صحابہ رضوان علیہم اجمعین سے تو کوئی خبر واحد بھی ایسی مروی نہیں ہے کہ قرآن کریم میں کوئی آیت بھی مہدی موعود کے بارہ میں نہیں ہے اسی طرح ائمہ مجتہدین سے بھی کوئی روایت اس مضمون کی مروی نہیں اگر یہ کہا جائے کہ جو چیز زمانہ گذشتہ میں ثابت نہیں ہوئی وہ ہمارے زمانہ میں کیسے ثابت ہو جائے گی تو میں کہتا ہوں کہ مہدی موعود کی مہدویت کے ثبوت کے بعد اُن ہی کے بیان سے ثابت ہو جائیگی اس لئے کہ وہ عالم ربانی ہیں اور اُن پر کتاب اللہ کے اسرار اس طرح مکشوف ہو گئے ہیں کہ کسی دوسرے پر آنحضرت صلعم کے بعد اس طرح مکشوف نہیں کئے گئے (چنانچہ عنقریب ہم اس دعوی کے دلائل بیان کرینگے) اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام پر بھی وہ اسرار مکشوف ہونگے۔ پس کتاب اللہ کے متعلق ان دونوں کا بیان اور یقین

[ا] ۔ اس کے نقل تواتر کے اسباب کثیر نہ تھے۔

قطعی لا شبهة فیه اذ لا[1] یخلو ماحکما علیه بالقطع ان یکون ظنیا صادرا عن اجتهادهما ورائهما او قطعیا صادرا عن امر الهی وکشف یقینی والهام ربانی فان سلمت الاول فقد جوزت علیهما مالا یجوز اذ القطع بالظن کفر لانه شهادة علی الله ولا یفید الظن الا الظن وان سلمت الثانی فقد حصل المراد[2] فان قلت کیف یفید الالهام والکشف القطع[3] اذ المقرر ان الالهام لیس بحجة قویة اذ یعارض[4] بمثله یقال الهام[5] غیرهما وکشفه لا یفید القطع لانه لیس بمعصوم ولا محفوظ قطعا اما الالهام والکشف فی حقهما فقطعی[6] لکونهما مبعوثین لدعوة الخلق الی الحق فلا بد لهما من الاستقرار من الله ما اختلف فیه الامة من الاعتقادیات والعملیات اما عیسی علیه السلام فظاهر لانه اذا نزل لا یکون صاحب وحی ولا یرسل الیه[7] جبرئیل[ع] فیحکم بالهام وکشف فیما اختلف فیه الامة ولا یکون تابعا للمذاهب بل یرفعها لانه من خصائصه وکذلک المهدی محفوظ عن الخطاء لما ذکرنا قبل[8] فالحاصل ان ثبوت وجود المهدی بکتاب الله منتظر الی بیانه وان لم یبینه احد فجمیع مقولاته الثابتة منه حجج قطعیة لا تعارض بحجج[9] ظنیة لما قررنا اجتماع[10] المجتهدین مع المهدی فیما

---

[1] اذ الا یخلو اما ما حکما علیه (ص ـ ف ـ س) ایضا اذ لا یخلو اما حکما علیه (ج ـ ص)
[2] المرام (ت ـ ط ـ ض ـ س ـ ل ص ـ ن) [3] لقطع (ت) [4] تعارض (ب ـ ت ـ ن ـ ض) [5] الا الهام غیرهما (س ـ پ ـ ص ـ ش ـ ع) ایضا الا الالهام لغیرهما (ت)
[6] فقطع (ج ـ ف ـ غ ـ ط ـ ت ـ س ـ ع ـ ن) [7] علیه (حاشیة ج ـ ض ـ ل)
[8] من قبل (ن) [9] من حجج (ج)
[10] من اجتماع المجتهدین (ط ـ ت ـ ص ـ س ـ ف ـ ن ـ ظ) [ع] جبرئل (ت ـ س)

قطعی ہے جس میں کوئی بھی شبہ نہیں۔ اس لئے کہ جس چیز پر انہوں نے قطعیت کے ساتھ
حکم لگایا ہے وہ یا ظنی ہوگی اور یہہ حکم محض انکی رائے اور اجتہاد سے صادر ہوا ہوگا اور
یا قطعی اور یہہ حکم امر خدا یقینی کشف اور الہام خداوندی سے صدور پذیر ٹھیرے گا پس اگر
آپ پہلی صورت کو تسلیم کرتے ہیں تو یقیناً آپ ان دونوں کے لئے ایک ایسی چیز جائز رکھ
رہے ہیں جو جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ ظنی چیز کو قطعی سمجھنا کفر ہے کیونکہ وہ اللہ کے خلاف
شہادت ہے[۱] اور ظن تو مفید ظن ہی ہوتا ہے اور اگر آپ دوسری صورت کو تسلیم کرتے ہیں تو ہمارا
مراد حاصل ہے اگر آپ یہہ کہیں کہ الہام وکشف مفید یقین کس طرح ہونگے چونکہ یہہ تو ثابت
شدہ ہے کہ الہام حجت قوی نہیں ہے اس لئے کہ الہام[۲] کا معارضہ ویسے ہی دوسرے الہام
ہو سکتا ہے تو اسکے جواب میں کہا جائے گا کہ مہدی وعیسیٰ کے علاوہ دوسرے کا الہام وکشف مفید
یقین نہیں ہوتا کیونکہ وہ معصوم عن الخطا اور محفوظ عن العصیان نہیں ہے لیکن ان دونوں
حضرات کا کشف والہام قطعی ہے کیونکہ انہیں خلق اللہ کو حق کی طرف بلانیکے لئے مبعوث کیا گیا
ہے۔ پس انکے واسطے تو یہہ امر ضروری ہے کہ جو مسائل اعتقادیہ اور احکام عملیہ امت میں مختلف
فیہ ہوں انمیں انہیں استقرار من اللہ حاصل ہو۔ یہ امر عیسیٰ کے بارہ میں تو ظاہر ہے اسلئے
جب آپ نازل ہونگے نہ تو آپ صاحب وحی ہونگے اور نہ آپکے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائینگے
پس لامحالہ آپ امت کے مختلف فیہ مسائل میں کشف والہام ہی سے حکم دینگے اور آپ کسی
مذہب کے بھی تابع نہ ہونگے بلکہ مذاہب کو اٹھا دینگے کیونکہ یہہ آپ کی خصوصیات میں سے ہوگا۔
اور مہدی بھی اسی طرح خطا سے محفوظ ہیں جیسے کہ پہلے ہم نے ذکر کیا ہے۔ پس حاصل یہ کہ
وجود مہدی کا ثبوت قرآن کریم سے اسوقت تک حالت منتظرہ میں ہے جبتک کہ وہ خود بیان کریں
اگرچہ اسے کسی نے بھی نہ بیان کیا ہو۔ پس انکے وہ تمام ارشادات بھی جو ان سے ثابت ہوں
دلائل قطعیہ کا حکم رکھتے ہیں ظنی دلیلوں سے ان کا معارضہ نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ پہلے ہم
ائمہ مجتہدین کے مہدی موعود کے ساتھ جمع ہونے کے بارہ میں ثابت کر چکے ہیں

[۱] ۔ خدا پر گواہی دینا ہے۔ [۲] ۔ الہام کا معارضہ الہام ہی سے ہو سکتا ہے۔

مرّ والخصائص الواردة فی حضرته ترشد الی ذلك فمنها قوله
علیه السلام عن علی رضی الله عنه قال قلت یا رسول الله امنا
المهدیٔ ام من غیرنا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم بل
منا یختم الله به الدین کما فتحه بنا الی آخر الحدیث اخرجه
الجماعة[1] من الحفاظ فی کتبهم منهم ابو القاسم الطبرانی وابو نعیم
الاصفهانی[ع] وعبد الرحمن بن حاتم وابو عبد الله[2] نعیم بن حماد وغیرهم
فانظر ایها المنصف ان من کان خاتما للدین کیف لم یتحقق[3]
من الله والرسول علیه السلام فعلم ان ما[4] یقوله المهدی ویفعله
ویجوزه ویحرمه هو[5] الدین المحمدی فیجب علی الکافة[6] تصدیق
قوله ومنها[7] ما روی عن کعب الاحبار انه قال انی[8] لاجد المهدی
مکتوبا فی[9] اسفار الانبیاء ما فی حکمه ظلم ولا عیب اخرجه الامام
ابو[10] عمرو المقری فی سننه واخرجه الحافظ ابو عبد الله نعیم بن
حماد فانظر ایها المنصف اذا کان ذکر المهدی فی کتب
الانبیاء الماضین[11] فلا بد ان یکون فی کتابنا هذا اولی بدلیل
العقل کما بین المهدی[12] علیه السلام ومنها ما قال سالم الاشل
قال سمعت اباجعفر محمد بن علی رضی الله تعالی عنه
یقول نظر موسی علیه السلام فی السفر الاول الی

١ه جماعة (ت-ف-ن) ٢ه ابو عبید الله (ض) ٣ه لا یتحقق (حاشیه ش-ط-ت-
س-ف-ن-ض) ایضا لا یتحقق (ط) ٤ه ما یقول المهدی (س-ک-ط) ٥ه وهو الدین
المحمدی (ت-ب) ٦ه کافة (س) ٧ه ومنها روی عن کعب الاحبار (س) ٨ه لانی
(س) ٩ه فی اسفار الانبیا الماضیة (ت-ن) ١٠ه ابو عمرو المقری (ب-ط-ف-حاشیه ش-حاشیه ج-
ن-ض) ١١ه الماضیة (ک-ط-س)
١٢ه بین المهدی ومنها الی آخره (ص-غ) عه الاصبهانی (نا-س)

اور جو خصوصیات آپ کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں وہ بھی اس طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہہ ارشاد ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ عرض کیا "یا رسول اللہ مہدی موعود ہم میں سے ہونگے یا دوسروں میں سے" آپ نے فرمایا کہ ہمیں میں سے ہونگے اور جس طرح کہ ہم سے خدا نے دین کا افتتاح فرمایا اسی طرح اُن پر دین کو ختم فرمادیگا (یہہ حدیث حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہے۔ منجملہ ان کے ابوالقاسم طبرانی ابو نعیم اصفہانی عبدالرحمن ابن عاتم اور ابو عبداللہ نعیم بن حماد وغیرہم)

منصف آدمی کو دیکھنا چاہیئے کہ جو شخص خاتم دین ہوگا اُس پر مسائل و احکام اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے کیونکر متحقق نہ ہونگے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو کچھ مہدی علیہ السلام فرمائینگے یا عمل میں لائیں گے جائز رکھیں گے یا حرام کردینگے وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہے اور تمام لوگوں پر اُن کے قول کی تصدیق واجب ہے۔ اور منجملہ ان کے کعب احبارؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ "میں مہدی علیہ السلام کو انبیا کی کتابوں میں لکھا ہوا پاتا ہوں۔ ان کے حکم میں نہ ظلم ہے نہ کوئی خرابی امام ابو عمر والمقری نے اپنے سنن میں اور حافظ ابو عبداللہ نعیم بن حماد نے اسکی تخریج کی ہے) پس انصاف پسند آدمی کو دیکھنا چاہیئے کہ جب مہدی موعود کا ذکر گزشتہ انبیا کی کتابوں میں موجود ہے تو بدلیل عقل ہماری کتاب میں اُن کا ذکر بدرجۂ اولی ہونا ضروری ہے جیسا کہ مہدی علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔

اور منجملہ ان کے سالم اشل کا یہہ قول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علیؒ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے توراۃ کے سفر اول کا ان چیزوں کے بیان تک مطالعہ فرمایا

مایعطی قائم آل محمّد فقال اللّٰھم اجعلنی قائم
آل محمد فقیل[1] لہ ان ذلک من ذریۃ احمد
فنظر فی السفر الثانی فوجد[2] مثل ذلک فقال مثل
ذلک فقیل لہ مثل ذلک ثم نظر فی السفر الثالث
فرای مثلہ فقال مثلہ فقیل لہ مثل ذلک منقول من الباب الثالث[3]
من عقد الدرر فانظر ایہا المنصف ان من کان ذکرہ فی
التوراۃ فی ثلثۃ اسفار کیف لا یکون بیانہ قطعیا ذکر فی
العوارف عن ابن مسعودؓ مامن آیۃ الا ولہا قوم سیعلمون بہا قال
صاحب الزوارف شرح العوارف مولانا علی بروفیفہم من ذلک
ان بعض المعانی لم یخطر ببال الصحابۃ و سیخطر فی قلوب
بعض المشائخ سیما من اصحاب المہدی فانظر ایہا المنصف
و تفکر فی قول ابن مسعودؓ ھل یکون عدم البیان فیما مضی
حجۃ علی عدمہ فیما یستقبل خصوصًا اذا[4] کان المبین مہدیا
و اصحابہ والمفہوم من الزوارف ان بیان اصحاب المہدی لا یوجد
فیما تقدم من الزمان فکیف بیان المہدیؑ فلا یطلق علی بیانہم
تفسیر[5] بالرای فالطاعن مطعون واللاعن ملعون والطارد
مطرود والدافع مدفوع وایضا ذکر الشیخ عبد الرزاق الکاشی[6]
فی تفسیرہ المسمی بتاویلات القرآن ان بیان معانی القرآن لا یکون
کما ھو الا بلسان المہدی حیث جعل "الم" قسما وجوابہ محذوفا

[1] فقیل ان ذلک (غ - ط - س) [2] توجدہ (ت - ب - ش - ن) [3] الاول (حاشیہ ص) [4] اذ (س) [5] التفسیر بالرای (حاشیہ ج) [6] کاشی (ص) (اس سے قبل قاشانی آیا ہے!)

جو قائم آل محمد (مہدی موعود) کو عطا کیجائیگی تو آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ مجھی کو قائم آل محمد بنادے اس کا جواب آپ کو یہہ دیا گیا کہ وہ (مہدی موعود) تو احمد مجتبیٰ صلعم کی اولاد سے ہونگے اسکے بعد آپنے تورات کے دوسرے سفر کا مطالعہ فرمایا تو وہاں بھی ایسا ہی لکھا ہوا پایا۔ آپنے پھر پہلی جیسی درخواست کی اور پھر ویسا ہی جواب ملا۔ بعدازاں آپکو اسکے سفر ثالث میں بھی یہی مضمون نظر آیا اور آپ نے ویسی ہی درخواست کی لیکن جواب وہی دیا گیا (یہہ عبارت عقد الدرر کے باب ثالث سے منقول ہے) پس انصاف پسند آدمی کو غور کرنا چاہئے کہ جس شخص کا ذکر تورات کے تین اسفار میں ہو اس کا بیان کیونکر قطعی نہو گا۔ کتاب العوارف میں ابن مسعودؓ کی روایت سے ذکر کیا گیا ہے "ہر آیت کا ایک خاص قوم سے تعلق ہے جس کے معنی وہ عنقریب جانیگی" کتاب العوارف کی شرح الزوارف کے مصنف مولانا علی بر و فرماتے ہیں کہ "اس سے یہہ مفہوم ہوتا ہے کہ بعض معانی ایسے ہیں جن کا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل میں بھی خطرہ نہیں گذرا اور عنقریب بعض مشائخ کے قلوب میں انکا مفہوم وارد ہوگا بالخصوص اصحاب مہدی موعود کے قلوب میں" پس ایک منصف آدمی کو ابن مسعودؓ کے ارشاد میں غور و فکر کرنا چاہئے کہ آیا زمانہ ماضی میں کس چیز کے بیان کا موجود نہونا مستقبل میں اس کے موجود نہونے کی حجت بن سکتا ہے خصوصاً جب کہ اس کے بیان کرنے والے مہدی موعود اور انکے اصحاب ہوں۔ اور الزوارف کی عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اصحاب مہدی کا بیان ہی زمانہ گذشتہ میں نہیں پایا گیا تو پھر خود مہدی موعود کا بیان کسطرح پایا جاسکتا ہے۔ حاصل یہہ ہے کہ انکے بیان پر "تفسیر بالرای" کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا پس ان پر طعن کرنے والا مطعون ان پر لعنت کرنے والا خود ملعون انکو دھتکارنے والا خود دھتکارا ہوا اور انؓ کا دافع خود مدفوع ہے۔

نیز شیخ عبدالرزاق کاشی نے اپنی تفسیر "تاویلات قرآن" میں ذکر کیا ہے کہ "معانی قرآن کا حقیقی بیان وہی ہوگا جو مہدی موعود بیان فرمائینگے۔ چنانچہ آپ نے الٓمٓ کو قسم ٹھیرا کر اس کے جواب کو محذوف قرار دیا ہے اور وہ جواب یہہ ہے۔

ؔلہ اور جو ان کو دفع کرنا چاہتا ہو تو خود ہی دفع ہوجائے گا۔

وهولانا نبين[١] لذلك الكتاب الموعود على السنة[٢] الانبياء فى كتبهم[٣] انه يكون مع المهدى فى آخر الزمان لا يعلم كما هو الا هو كما قال عيسى عليه السلام نحن ناتيكم بالتنزيل واما التاويل فسياتى به الفارقليط فى آخر الزمان جعل الشيخ فارقليط بلسان عيسى عليه السلام عبارة عن محمد المهدى وان جعل غيره عبارة عن محمد النبى والحق ماقال الشيخ عبد الرزاق لان قول عيسى عليه السلام نحن ناتيكم بالتنزيل عبارة عن جميع الانبياء[٤] المنزل عليهم الكتب والصحف كما قال النبى عليه السلام نحن معاشر الانبياء لانرث ولانورث اى جميع الانبياء فانظر ايها المنصف كيف يقطع ان ثبوت وجود المهدى ليس فى كتاب الله بلا دليل عليه اذ عدم البيان لايدل على عدم احتماله وامكانه بل هو منتظر ببيان[٥] المهدى الذى فى كتب الانبياء عليهم السلام كما مر من قول كعب الاحبار وجعفر الصادق والشيخ عبد الرزاق ويؤيده ماقال الكرمانى تحت قول على رضى الله عنه عند سوال ابى جحيفة اياه هل عندكم شئ مما ليس فى القرآن وقال مرة ماليس عند الناس قال والذى فلق الحبة وبرأ النسمة ماعندنا الا مافى القرآن الا فهما يعطى رجلاً[٦] فى كتابه ومافى الصحيفة قلت وما فى الصحيفة قال العقل وفكاك الاسير وان لايقتل مسلم بكافر[٧]

---

[١] مبين (ت-غ-ص-ف-ن-ض-ل) [٢] سنة الانبياء (م-ش-ف-س-ع) [٣] وفى كتبهم (س-ط-ک-ص-ف-غ-ت-ن-ض) [٤] كما قال النبى عليه السلام الى آخره (ض) [٥] بيان (ي-ف) [٦] رجلا مسلما (س)
[٧] لكافر (ص)

ہم اس کتاب کے متعلق جس کا انبیا کی کتابوں میں انکی زبان سے وعدہ کیا گیا ہے یہہ بیان کرتے ہیں کہ وہ آخر زمانہ میں مہدی موعود کے ساتھ ہوگی اور اس کا واقعی مفہوم مہدی موعودؑ کے سوا اور کسی کو معلوم نہوگا۔" اس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے "ہم تنزیل لیکر آئے ہیں اور تاویل آخر زمانہ میں فارقلیط لیکر آئے گا" شیخ کاشی نے عیسیٰؑ کے بیان کردہ فارقلیط سے محمد مہدیؑ کو مراد لیا ہے۔ اگرچہ اور لوگ اس سے محمد نبی صلعم مراد لیتے ہیں اور حق وہی ہے جو شیخ عبدالرزاق نے کہا ہے اسلئے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد "نحن ناتیکم بالتنزیل" سے وہ تمام انبیا مراد ہیں جن پر کتابیں اور صحیفے نازل کیئے گئے ہیں۔ یہہ ایسے ہی ہے جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "ہماری انبیا کی جماعت نہ خود کیسکی وارث ہوتی ہے اور نہ کوئی اور ان کا وارث ہوتا ہے" میں تمام انبیا مراد ہیں

پس انصاف پسند آدمی کو دیکھنا چاہئے کہ بغیر کسی دلیل کے یہہ کس طرح قطعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ وجود مہدی کا ثبوت قرآن کریم میں نہیں ہے اسلئے کہ بیان کا نہونا اس کے احتمال اور اس کے امکان کے نہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کا انتظار کیا جاتا ہے تا آنکہ مہدی موعودؑ جن کا ذکر انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں ہے اس کو بیان کریں (جیسا کہ کعب احبار امام جعفر صادق اور شیخ عبدالرزاق کاشی کے اقوال میں گذر چکا ہے) اور اسکی تائید کرمانی کی وہ عبارت بھی کرتی ہے جو اس نے حضرت علیؓ کے اس ارشاد کے تحت میں ذکر کی ہے جو ابو جحیفہ کے اس سوال کے موقع پر آپ نے فرمایا تھا "کیا آپ کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو قرآن میں نہو اور ایک مرتبہ ابو جحیفہ نے کہا کہ وہ چیز جو لوگوں کے پاس نہو" آپ نے جواب میں فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس نے پھاڑا ہے دانہ کو اور پیدا کیا روح کو کہ ہمارے پاس سوا اسکے اور کچھ نہیں ہے جو قرآن میں ہے بجز اس فہم کے جو اپنی کتاب کے بارہ میں باری تعالیٰ کسی کو عطا فرماتا ہے اور وہ جو اس صحیفہ میں ہے" ابو جحیفہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ صحیفہ میں کیا ہے آپنے فرمایا کہ اس میں دیت اور قیدی کی رہائی کے مسائل ہیں اور یہہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں نہ قتل کیا جائے۔

قال الكرمانی فان قلت مرّ فی باب حرم المدینة ان فیها ایضا[١] المدینة حرم الی کذا فمن احدث[٢] فیها حدثا او آوی محدثا فعلیه لعنة الله قلت[٣] عدم التعرض لیس تعرضا للعدم فلا منافاة الی هنا کلام الکرمانی وقول علی هذا مذکور فی باب العاقلة فی الجزء الثامن والعشرین من اجزاء الثلثین للبخاری فانظر ایها المنصف الی قول الکرمانی لعدم[٤] التعرض ای عدم التصریح بذکر ما بقی فی الصحیفة لیس تعرضا[٥] للعدم لعدمه مطلقا ویؤید[٦] ما ذکر فی تمهید ابی شکور فی[٧] اثبات رویة الملائکة وقال بعض الفقهاء یتوقف فیه لانه لم یوجد النص فی حق الملائکة ولا یجوز المنع ایضا لعدم الدلیل فیتوقف فیه فان قیل بیان القرآن بغیر المسموع غیر جائز اذ لا یأمن المفسر من الوقوع فی التفسیر بالرای یقال لا نسلم ان بیانه اذا وافق الاصول واحتمل[٨] اللفظ غیر جائز بل الاستنباط الی یوم القیامة مفوض الی من بلغ درجته لما نذکر علیه من الدلائل منها ما روی فی البخاری عن ابی جحیفة قال[١٠] قلت لعلی رضی الله عنه هل لکم کتاب قال لا الا کتاب الله او فهم اعطیه رجل[١١] مسلم منا قال الکرمانی فی بیان هذا الحدیث وفیه ارشاد الی ان للعالم الفهیم ان یستخرج من القرآن ما لم یکن منقولا

---

[١] ایضا حرم الی کذا (ض) [٢] حدث (ج - ب - ش - غ - ن) [٣] قلت التعریض لیس تعرضا للعدم (ج) ایضا عدم التعرض لیس تعرض العدم (ض) [٤] عدم التعرض (ک - ط) [٥] الی (حاشیه ج) [٦] لیس تعرضها للعدم (ص) ایضا لیس تعرضا للعدم مطلقا (ب) [٧] ویؤیده (د - ک - ص - ط - ت - س -) [٨] فی اثبات الرویة للملائکة (ص - غ - د - ت - ف) [٩] بل الاستنباط الی یوم القیامة (ض) [١٠] قال لعلی رضی الله عنه (ک - ط)
[١١] رجل مسلم قال الکرمانی (ت - ط - غ - ص - ف - س - ل)

کرمانی کہتے ہیں کہ اگر آپ یہ کہیں کہ "باب حرم مدینہ" میں یہ گذر چکا ہے کہ صحیفہ میں یہ بھی ہے کہ "مدینہ کیلئے بھی (مکہ معظمہ کی طرح) فلاں مقام تک حرم ہے پس جو شخص اس میں مرتکب حدث ہو یا کسی محدث کو پناہ دے اس پر خدا کی مار ہو" تو میں کہتا ہوں کہ کسی چیز کی تصریح موجود نہونا اسکے عدم کا طالب نہیں ہوا کرتا پس کوئی منافات نہیں (یعنی صحیفہ کے اندر بعض مضامین کے موجود ہونے اور حضرت علیؓ کے بیان نہ فرمانے میں) کرمانی کی عبارت یہیں تک تھی اور حضرت علیؓ کا یہ ارشاد بخاری کے اٹھائیسویں جزو میں باب العاقلہ کے ذیل میں مذکور ہے۔ پس منصف انسان کو کرمانی کے اس قول میں غور کرنا چاہئے کہ حضرت علیؓ کے ارشاد میں صحیفہ کے باقی مضمون کی تصریح کا موجود نہونا اسکے صحیفہ میں نہونے کا موجب نہیں کیونکہ تعرض مطلقاً کیا ہی نہیں گیا (نہ وجود سے نہ عدم سے) اور اسکی تائید اس کلام سے بھی ہوتی ہے جو رویت ملائکہ کے اثبات کے ذیل میں ابو شکور سالمی کی کتاب تمہید میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہہ ہے "اور بعض فقہانے یہہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کیا جائے کیونکہ کوئی نص فرشتوں (کی رویت) کے بارہ میں موجود نہیں ہے اور اس کی نفی کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ اسکی بھی کوئی دلیل نہیں ہے لہذا اس میں توقف ہی کیا جانا چاہئے"

اگر یہہ کہا جائے کہ تفسیر قرآن روایات مسموعہ کے علاوہ دوسرے طریقوں سے جائز نہیں چونکہ ایسی حالت میں مفسر تفسیر بالرای کے خطرہ میں پڑنے سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ تو اس کے جواب میں کہا جائیگا کہ ہم اسکو تسلیم نہیں کرتے کہ یہہ اس وقت بھی ناجائز ہے جبکہ مفسر کا بیان اصول تفسیر کے موافق ہو اور الفاظ قرآن اسکے محتمل ہوں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ استنباط مسائل قیامت تک کیلئے ان لوگوں کو تفویض کر دیا گیا ہے جنہیں درجہ استنباط و اجتہاد مسائل حاصل ہو جیسا کہ ہم اسکے دلائل بیان کرتے ہیں منجملہ ان دلائل کے وہ روایت ہے جو صحیح بخاری میں ابی جحیفہ سے مروی ہے" وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ کیا آپکے پاس کوئی کتاب ہے، آپنے فرمایا بجز کتاب اللہ کے یا اس فہم کے جو ہم میں سے کسی مسلمان آدمی کو دیگئی ہو اور کچھ نہیں" کرمانی نے اس حدیث کے بیان میں کہا ہے کہ اس حدیث میں رہنمائی ہے اس امر کی طرف کہ ذی فہم عالم کیلئے قرآن کریم سے ایسے مسائل کا تخریج بھی جائز ہے جو منقول نہو

عن المفسرين لكن بشرط موافقة[1] الاصول الشرعية نقل من البخاری
من باب كتاب العلم ومنها قوله عليه السلام فان الشاهد عسى
ان يبلغ من هو اوعى منه وذكر في[2] الكرمانی فی الجزء الاول فی باب
رب مبلغ اوعى من سامع فيه من الفقه ان العالم واجب عليه تبليغ
العلم لمن لم يبلغه وتنبيه[3] لمن لا يفهمه وهو الميثاق الذی
اخذه[4] من العلماء لتبيننه للناس ولا تكتمونه وفيه انه قد ياتی فی
آخر الزمان من يكون له من الفهم والعلم ما ليس لمن تقدمه[5] الا
ان ذلك يكون فی الاقل لان رب موضوعة للتقليل ومنها ما
قال صاحب التعليق فی ديباجته اذا[6] كانت العلوم منحا الهية
وعطايا اختصاصية فلا يمتنع ان يعطى المتاخرون افضل مما
يعطى المتقدمون ومنها ما قال الامام حجة الاسلام ابو حامد
محمد الغزالی فی الاحياء تحريم المتكلم[7] بغير المسموع باطل اذ
لا يصادف السماع من[8] رسول الله صلى الله عليه وسلم فی بعض
الآيات والصحابة ومن بعدهم اختلفوا اختلافا لا يمكن فيه
الجمع ويمتنع سماع الجميع[9] من رسول الله صلى الله عليه وسلم
والاخبار والآثار تدل على اتساع معانيه قال عليه السلام
لابن عباس اللهم فقهه فی الدين وعلمه التاويل ولو كان

---

[1] موافقة للاصول الشرعية (س - ت - د - ک - ف - غ - حاشيه ج - ن - حاشيه ش) ايضا لكن بشرط موافقة الاصول الشرعية (ض) [2] ذكر فی الكرمانی (ص - ع - ط - س - ض - ل) ايضا ذكر الكرمانی (ن) [3] وتبيينه (ت - س - غ) ايضا وتنبيه عن لا يفهم (ط) ايضا وتنبيه لمن لم يفهمه (ک) وتبيينه (ص - د)
[4] اخذه مع العلماء وفيه انه قد ياتی (ف - ش - حاشيه ج) ايضا اخذه الله مع العلماء (ک - ط)
[5] تقدم (ص - ل) [6] اذ (ت - ص - حاشيه ج)
[7] التكلم (ک - ط - غ) [8] عن (د - ک - ط - س)
[9] الجمع (ش - ف - حاشيه ج)

مفسرین سے ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اصول شریعت کے موافق ہوں (یہہ بخاری کے باب کتابۃ العلم سے منقول ہے اور منجملہ اُن دلائل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہہ ارشاد ہے "بیشک حاضر اُن لوگوں کو تبلیغ کرینگے جو اُن سے زیادہ مسائل و احکام کے محفوظ رکھنے والے ہونگے) اور کرمانی نے صحیح بخاری کے پہلے جزو میں باب "رب مبلغ اوعیٰ من سامع" (بعض مبلَّغ ایسے ہونگے جو سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہونگے احکام کو) کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ "اس سے یہ نکتہ سمجھ میں آتا ہے کہ عالم پر واجب ہے کہ جس شخص تک وہ علم نہ پہنچا ہو اس شخص تک علم پہنچا دے اور جو سمجھا نہو اس کو خبردار[١] کردے" اور یہہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے علما سے لیا ہے" کہ اس کتاب کو عام لوگوں کے روبرو ظاہر کر دینا اور اسکو پوشیدہ نہ رکھنا" اور اس میں یہہ بھی ہے کہ آخر زمانہ میں وہ شخص بھی آئینگے جنہیں وہ فہم و علم حاصل ہوگا جو اُن کے متقدمین کو حاصل نہ تھا البتہ ایسے لوگ کم ہونگے چونکہ لفظ رُبَّ تقلیل کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ اور منجملہ اُن دلائل کے صاحب تعلیق کا وہ قول ہے جو اُس نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے کہ "چونکہ علوم خدائی بخشش اور مخصوص عطیات ہیں اس لئے یہہ ناممکن نہیں ہے کہ وہ متاخرین کو متقدمین سے زیادہ عطا کئے جائیں اور منجملہ ان دلائل کے امام حجۃ الاسلام ابو حامد محمد الغزالی کا یہہ قول ہے جو انہوں نے احیاء العلوم میں بیان کیا ہے کہ متکلم کا کسی غیر مسموع بات کو حرام ٹھیرانا باطل ہے اس لئے کہ بعض آیات کے متعلق آنحضرت صلعم سے کچھ مسموع نہیں ہے اور صحابہ اور انکے بعد کے لوگوں میں ایسا اختلاف پیدا ہو گیا جس پر اتفاق ممکن نہیں۔ اور سب کی سماع آنحضرت صلعم سے ممتنع ہے پھر احادیث و آثار اس کے معانی کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے ابن عباس رضہ کے لئے ارشاد فرمایا "اے اللہ عبد اللہ ابن عباس رضہ کو دین میں فقیہ بنا اور تاویل سکھلا دے" پس اگر تاویل

---

[١] ۔ اور جو سمجھا نہ ہو اس کے لئے اچھی طرح بیان کر دے۔

مسموعا فلا وجہ للتخصیص[1] وقد قال عز وجل لعلمہ الذین یستنبطونہ قال[2] ابو الدردا لا یفقہ الرجل بالفقہ[3] حتی یجعل للقرآن وجوہا کثیرۃ وقال علی رضی اللہ عنہ لو شئت لاوقرت سبعین بعیرا من تفسیر فاتحۃ الکتاب وقد قال ابن مسعود رض من اراد علم الاولین والآخرین فلیثور[4] القرآن وقال بعض العلماء لکل آیۃ ستون فہما فما[5] بقی من فہمہا اکثر وقال الآخر[6] القرآن یحتوی[7] سبعۃ[8] وسبعین الف ومائتی[9] علم اذ لکل کلمۃ ظہر وبطن وحد ومطلع وفی[10] القرآن اشارۃ الی مجامع[11] العلوم وکل ما اشکل علی النظار ففی القرآن رموز الیہ ومنہا ما ذکر فی الزوارف عند بیان قول ابن مسعود رض ما من آیۃ الا ولہا قوم سیعلمون بہا وہذا الکلام من ابن مسعود محرض لکل صاحب ہمۃ علی ان لا ینقطع ہمتہ علی المسموعات وان یصغی موارد الکلام من قلبہ لیفہم[12] من دقائق معانیہ التی ربما المرید رکبہا الصحابۃ ولقد اختصرت علی ایراد بعض الحجج خوفا من الاطناب المفرط فالعاقل المنصف تکفیہ واحدۃ منہا۔

قولہ ثم[13] قال فی الاتقان واما کلام الصوفیۃ فی القرآن فلیس بتفسیر قال ابن صلاح فی فتاویہ وجدت عن الامام الحسن الواحدی المفسر[14]

---

[1] التخصیص (ع۔ل۔) [2] وقال (ت۔س۔ن) [3] کل الفقہ (ک۔ط) [4] فلیثر (س) [5] فما بقی من فہمہا وقال الآخر (ج) [6] آخر (س۔ک۔ط۔ص۔ع) [7] یحوی (س۔ت۔ک۔ف۔غ۔ک۔ن۔ص) [8] سبعۃ وسبعین الف علم ومائتی علم (ک۔س۔د۔غ۔ب) [9] مائتی الف علم (ض) [10] وفی القرآن رموز اشارۃ الی آخرہ (د) [11] جامع العلوم (ص۔ل) [12] لیفہم دقیق معانیہ التی الی آخرہ (ک۔ص۔غ۔ش۔ب۔ط۔ت یس ض۔ن) ایضا لیفہم دقائق معانیہ التی (ل) [13] ثم فی الاتقان (د۔س) [14] التفسیر (ج)

مسموع ہوتی تو تخصیص کی کوئی وجہ نہیں رہتی نیز خدائے عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے
"تو جان لیتے اس کو وہ لوگ جو استنباط کرتے ہیں" ابو درداء نے کہا کہ کوئی شخص
فقہ سے اس وقت تک فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کریم کے معانی کثیرہ نہ بیان کرسکے
اور حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا ہے "اگر میں[1] چاہتا تو سورۂ فاتحہ کی اتنی بڑی تفسیر کرتا کہ ستر
اونٹ کا بوجھ ہوتا" نیز ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے "جو کوئی اولین و آخرین کے علم کی خواہش
رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ قرآن[2] کریم ہی کو اختیار کرے۔ بعض علما کا مقولہ ہے کہ ہر آیت
قرآنیہ کے ساٹھ مفہوم ہیں[3] اور انکے سوا جو باقی مفہوم ہیں انکی تعداد بہت زیادہ ہے
اور بعض دوسروں نے کہا ہے کہ قرآن کریم ستہتر ہزار دو سو علوم پر حاوی ہے اسلئے
کہ ہر کلمۂ قرآن کا ایک ظاہری مفہوم ہے اور ایک باطنی ایک حد ہے اور ایک مطلع اور
قرآن کریم میں تمام علوم کی طرف اشارہ ہے اور ہر وہ چیز کہ ناظرین (اہل فکر و نظر)
کو مشکل محسوس ہو قرآن کریم میں اس کی طرف اشارے موجود ہیں۔

منجملہ اُن دلائل کے وہ عبارت ہے جو الزوارف میں ابن مسعودؓ کے ارشاد "ہر آیت
کا ایک خاص قوم سے تعلق ہے جس کے معنی وہ عنقریب جانے گی" کے ذیل میں بیان
کیگئی ہے اور ابن مسعودؓ کا یہ ارشاد ہر صاحب ہمت طالب کو اس امر پر برانگیختہ
کرنے والا ہے کہ اسکی ہمت کا سلسلہ مسموعات ہی پر ختم اور منقطع نہ ہو جائے بلکہ وہ
اپنے دل کے موارد کلام کو صاف کرے تاکہ اُن معانی کی باریکیوں کو بھی سمجھ سکے جنکو
صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی بعض اوقات نہیں پا سکے اور میں نے حد سے
زیادہ طول کلام سے محفوظ رہنے کیلئے صرف بعض دلائل کے بیان کرنے پر اختصار کیا ہے
اگرچہ عاقل منصف کیلئے ان میں سے ایک ہی کافی ہے۔

قولہ۔ پھر امام سیوطی نے اتقان میں بیان کیا ہے کہ "قرآن کریم کے بارہ میں صوفیہ کا
بیان تفسیر نہیں ہے" ابن صلاح نے اپنے فتاوی میں ذکر کیا ہے کہ امام حسن واحدی مفسر قرآن کا مجھ ایک قول ملا

---

[1] اگر میں چاہتا تو سورہ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھر دیتا۔ [2] اسکے معنی میں غور کرے (از شرح)
[3] اور جو باقی مفہوم ہیں، وہ ان سے زیادہ ہیں۔

انه قال صنف ابو عبد الرحمن السلمی حقائق التفسیر فان كان
قد اعتقد ان ذلك تفسیر فقد[1] كفر۔

قلت هذا الكلام من الامام الواحدی لابی[2] عبد الرحمن السلمی
لیس بسدید اذ لا مانع من[3] اطلاق لفظ التفسیر علی ما ذكره ابو[4] عبد الرحمن
فی السلمی لانه قد ورد ان للقرآن ظهرا وبطنا ولبطنه بطن الی تسعة
ابطن فای مانع من اطلاق لفظ التفسیر[5] لتفسیر بطن القرآن فما
للواحدی وابی[6] عبد الرحمن فانه ما اورد فی السلمی الا اقوال الكبراء
من الاولیاء مثل ابی یزید وجنید والشبلی وغیرهم ممن تنورت
بهم[7] الامة تنورا[8] الدجی بالكواكب والعجب من الشیخ كیف حكی
هذا اللفظ المعوج واطلق علی ابی عبد الرحمن مع علمه انه من الاولیاء
وانه لم یذكر فی التفسیر شیئاً من[9] عند نفسه الا قلیلا ولو لزم من مثل
هذا البیان محظور للزم علی اكثر المفسرین لانهم[10] بینوا فی بعض
المواضع مثل بیان ابی عبد الرحمن كما ذكر البیضاوی تحت قوله
تعالٰی ومن الناس من یتخذ من دون الله اندادا یحبونهم كحب الله
ای اصناما وقیل من الروساء الذین كانوا یطیعونهم كقوله[11] تعالٰی
اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ولعل المراد اعم منهما[12]
وهو ما یشغله عن الله وهذا المعنی مشابه معنی ابی عبد الرحمن

---

[1] لقد كفر (س) [2] لابی عبد الرحمن لیس الی اخره (ف - س - ط - ص - ش) [3] عن (ط) [4] ابو عبد الرحمن السلمی لانه قد ورد (ص) [5] بطن القرآن (غ - س - ض) [6] ولابی عبد الرحمن (ت - س - حاشیه ج) [7] لهم (ب) [8] كما تنور الدجی (حاشیه ک) ایضا تنویر الدجی (ع)
[9] من عند نفسه ولو لزم من مثل هذا (ج - د) [10] لانهم تبینوا فی بعض المواضع (ع) ایضا لانهم
بینوا فی المواضع (كذا فی جمیع النسخ الا نسخه س - ع - ت - ف - ن)
[11] كقوله اذ تبرا الذین (ع - غ)
[12] منها (حاشیه ج - ص - نسخه ل)

ان کا بیان ہے کہ ابو عبد الرحمٰن سلمی نے ایک کتاب "حقائق التفسیر" کے نام سے تصنیف کی ہے پس اگر اس کا اعتقاد یہ ہو کہ یہ تفسیر ہے تو وہ کافر ہے۔

قلت۔ امام واحدی کی یہہ گفتگو ابو عبد الرحمٰن سلمی کے بارہ میں درست نہیں ہے کیونکہ تفسیر سلمی میں ابو عبد الرحمٰن نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس پر لفظ تفسیر کے اطلاق میں کوئی مانع موجود نہیں ہے اس لئے کہ قرآن کریم کے بارہ میں وارد ہوا ہے کہ "اسکا ایک کا ظاہر ہے اور ایک باطن اور اس کے باطن کے نو بطن تک ہوتے ہیں" پس بطن قرآن کی تفسیر پر لفظ تفسیر کے اطلاق سے کون چیز مانع ہے اور نہ امام واحدی کو ابو عبد الرحمٰن پر کوئی موقع اعتراض حاصل کیونکہ ابو عبد الرحمٰن نے تفسیر سلمی میں بایزید، جنید، شبلی وغیرہم جیسے بڑے بڑے اولیاء اللہ ہی کے اقوال بیان کئے ہیں۔ یہ وہ اولیاء اللہ ہیں جن سے امت اس طرح روشن ہو گئی جس طرح تاریکی ستاروں سے منور ہو جاتی ہے۔ شیخ پر تعجب ہے کہ اس نے کسطرح یہہ نادرست لفظ نقل کیا اور اس کا اطلاق ابو عبد الرحمٰن پر یہہ جان بوجھکر کیا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں حالانکہ انہوں نے تفسیر میں بہت کم چیزیں اپنی طرف سے ذکر کی ہیں۔ اور اگر ایسی عبارت پر بھی اعتراض لازم آتا ہے تو وہ اکثر مفسرین پر لازم ہو جائیگا کیونکہ انہوں نے بھی بعض مواقع پر ابو عبد الرحمٰن ہی کے جیسا بیان کیا ہے۔ جیسے کہ بیضاوی نے ارشاد باری تعالیٰ "ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونہم کحب اللہ" (اور بعض لوگ ہیں جو اللہ کے سوا دوسرے کو شریک (معبودیت) بنا لیتے ہیں اور انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں) کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ انداد سے مراد اصنام (بت) ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ سردار مراد ہیں جنکی وہ کفار اطاعت کرتے تھے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "جب متبوع اپنے تابعین سے براءت اور علیحدگی ظاہر کرینگے"۔ اور شاید کہ مراد ان دونوں سے بھی عام ہو یعنی ہر وہ چیز جو توجہ الی اللہ سے روکے اور یہہ معنی ابو عبد الرحمٰن کے معنی کے مشابہ ہیں۔

كما[1] ذكر فى المدارك تحت قوله تعالى فكاتبوهم ان علمتم فيهم خيرا وبيان هذه الآية فى التفسير المذكور يطابق بيان السلمى مطابقة النعل بالنعل والقذة بالقذة فانظر فيه[2]

قوله ولهذا تشنع بعض العلماء على الصوفية ما يذكرون فى قوله تعالى واذكر ربك اذا نسيت اى[3] نفسك وسياق[4] الآية قوله تعالى ولا تقولن لشئ انى فاعل ذلك غدا[5] الا ان يشاء الله واذكر ربك صريح ان معناه اذا نسيت الاستثناء وغير ذلك فى مواضع وما يحتاج المفسر الى علوم[6] هى خمسة عشر علما

قلت عبارة الشيخ هذه فى غاية السقوط ولا[7] توفى بالمقصود لان الصلة خال عن الضمير بل العبارة الفصيحة الموفية بالمطلوب ان يقال وما يحتاج اليه المفسر من العلوم خمسة عشر علما۔

قوله احدها اللغة الثانى[8] النحو الثالث التصريف الرابع الاشتقاق والخامس[9] والسادس والسابع المعانى والبيان والبديع الثامن[10] علم القرأة التاسع اصول الدين والعاشر[11] اصول الفقه من الامر والنهى والخبر والمجمل والمبين والعموم والخصوص والمطلق والمقيد والمحكم والمتشابه والظاهر والمأول والحقيقة والمجاز والصريح والكناية الحادى[12] عشر اسباب النزول والثانى[13] عشر

[1] وكما ذكر (ک۔ د۔ ف۔ غ۔ ط۔ س۔ ن۔ ص۔ ل) [2] نسخہ ج میں تفسیر مدارک کی وہ عبارت دی گئی ہے جو آیہ فکاتبوهم الی آخرہ کی ذیل میں مذکور ہے۔ مذکورہ عبارت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ ان العبد اربعة فن للخدمة ماذون فى التجارة مکاتب۔ وآبق الی آخرہ [3] اى نسيت نفسك (ب۔ ک۔ ص۔ غ۔ ط۔ ت۔ س) ايضا اى اذا نسيت نفسك (ف) [4] وسباق (ع) [5] صريح ان معناه (ض۔ ل) [6] علوم خمسة عشر علما (ص۔ ب۔ ف) [7] لا يوفى (ت۔ ص۔ ف۔ ع۔ ض۔ ل) [8] والثانى (ط۔ ت۔ س) [9] الخامس المعانى والسادس البيان والسابع البديع (د۔ ک۔ حاشیہ ج) [10] والثامن (ت) [11] العاشر (د۔ ک۔ ص۔ غ۔ ف۔ س) [12] والحادى عشر (ع) [13] الثانى عشر (د۔ ک۔ ص۔ غ۔ ف۔ ت)

اسی طرح تفسیر مدارک میں باری تعالیٰ کے ارشاد " اور انکو مکاتب[1] بنادو بشرطیکہ تمہیں ان میں بھلائی کا علم حاصل ہو" کے تحت میں بیان کیا گیا ہے جو سلمی کے بیان کے بالکل مطابق ہے۔ پس تفسیر مدارک میں غور کرنا چاہیئے۔

قولہ اور اسی وجہ سے بعض علما صوفیہ کے اس قول پر طعن و تشنیع کرتے ہیں جو وہ ارشاد باری " واذکر ربک اذا نسیت" (اور یاد کر اپنے پروردگار کو جب تو بھول جائے) کے ذیل میں بیان کرتے ہیں اور نسیت کی تفسیر " نسیت نفسک" (بھولے تو اپنے نفس کو) سے کرتے ہیں حالانکہ سیاق آیت " ای محمد آپ کسی چیز کے متعلق بغیر انشاء اللہ کہے ہوئے یہ ہرگز نہ فرمایا کیجئے کہ میں کل اسے کرنیوالا ہوں اور جب آپ انشاء اللہ کہنا بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کر لیا کریں" صاف طور پر یہ بتلا رہا ہے کہ اسکے معنیٰ " جب کہ آپ استثنا یعنی انشاء اللہ کو بھولجائیں ہیں اور اس کے علاوہ اور مواقع میں بھی صوفیہ نے قرآن کریم کی ایسی ہی تفسیر کی ہے اور مفسر کو جن علوم کی احتیاج ہوتی ہے وہ پندرہ ہیں۔

قلت۔ شیخ کی یہ عبارت انتہا درجہ گری ہوی ہے مقصود کو پورے طور پر ادا نہیں کرتی کیونکہ صلہ ضمیر سے خالی ہے لہذا ایسی عبارت جو فصیح اور مطلب کو پورا پورا ادا کرنے والی ہو بجائے " وما یحتاج المفسر الی علوم ہی خمسۃ عشر علما" کے یوں کہی جانی چاہئے " وما یحتاج الیہ المفسر من العلوم خمسۃ عشر علما"

قولہ اور منجملہ ان علوم کے ایک علم لغت ہے۔ دوسرا نحو۔ تیسرا صرف۔ چوتھا اشتقاق پانچواں چھٹا اور ساتواں معانی بیان اور بدیع آٹھواں علم قراءت نواں اصول دین۔ دسواں اصول فقہ مثلاً امر نہی خبر مجمل مبین عموم و خصوص مطلق و مقید محکم و متشابہ ظاہر و ماول حقیقت و مجاز اور صریح و کنایہ گیارھواں علم اسباب نزول آیات بارھواں

---

[1] مکاتب۔ وہ غلام ہے جس سے آقا کہدے کہ اس قدر مال (روپیہ) ادا کردے تو تو آزاد ہے ایسے غلام کو تجارت اور کسب واکتساب کی اجازت ہوتی ہے

الناسخ والمنسوخ والثالث[1] عشر الفقه والرابع عشر الاحاديث المبينة لتفسير المجمل والمبهم۔

قلت هذه العلوم التى ذكرها الشيخ لايحتاج المفسر الى جميعها بل الى بعضها يحتاج المفسر والى بعض يحتاج المجتهد الذى من عهدته تخريج[2] الاحكام وتبيين الشرائع اما المفسر الذى ليس من عهدته ذلك لايحتاج الا الى بعض منها كالصرف والنحو والمعانى والبيان والمحكم والمتشابه وشان النزول كما يرى[3] فى التفاسير فاكثر المفسرين لم يتعرضوا لبيان هذه العلوم عند التفسير والدليل على[4] عدم اشتراط جميع العلوم للتفسير ما قال الفقيه ابو الليث السمرقندى فى كتابه المسمى بالبستان[5] ان[6] القرآن انما نزل[7] حجة على الخلق فلو لم يجز التفسير لم تكن[8] الحجة بالغة فاذا كان كذلك جاز لمن يعرف اللغات وعرف شان النزول ان يفسره اما من كان من المتكلفين ولم يعرف وجوه[9] اللغة فلا يجوز ان يفسره الا مقدار ما سمع ويكون ذلك على وجه الحكاية لا على سبيل التفسير فلا باس ولو انه يعلم تفسيره واراد ان يستخرج من الآية حكما[10] واستدلالا لشيء[11] من الاحكام فلا[12] باس به فاعلم ايها المنصف ان اخواننا لايفسرون برائهم بل يطالعون التفسير فياخذون

---

[1] التالث عشر (ع۔ف۔ص) [2] تخريج الاحكام لتبيين الشرائع (س) ايضا تخريج الاحكام لتبيين الشرائع (ک۔ط) [3] يروى (س۔ک۔ط۔د۔س۔غ۔ف۔ض) [4] الى (ک) [5] بستان (د۔ش۔ک۔ط۔ل) [6] القرآن (ک۔ط) [7] انزل (د۔س) [8] يكن (ع) [9] وجوه اللغات (حاشيه ج۔حاشيه ش) [10] احكاما (ک۔ط) [11] بشى (د۔حاشيه ج۔ش) [12] فلا باس (غ۔خ۔ل) ايضا فلا باس حكما (ک۔ط)

علم ناسخ ومنسوخ تیرھواں علم فقہ چودھواں اُن احادیث کا علم جو مبہم اور مجمل آیتوں کے مطالب بیان کرتی ہیں۔

قلت۔ ان جتنے علوم کا ذکر شیخ نے کیا ہے مفسر کو اُن سب کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بلکہ اُن میں سے بعض کی تو مفسر کو حاجت ہوتی ہے اور بعض کی مجتہد کو جس کا وظیفہ ہی احکام کی تخریج اور احکام شریعت کا بیان کرنا ہے۔ بہرحال مفسر پر یہہ ذمہ داری عاید نہیں ہوتی اس لئے اسے ان علوم میں سے بعض ہی کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسے کہ صرف۔ نحو۔ معانی۔ بیان۔ محکم و متشابہ اور شان نزول۔ چنانچہ تفسیروں میں ایسا ہی دیکھا جاتا ہے اور اسی لئے اکثر مفسرین نے تفسیر کرتے وقت ان علوم کے بیان کرنے سے تعرض نہیں کیا اور تفسیر کے لئے ان تمام علوم کے مشروط نہونے کی دلیل فقیہ ابواللیث سمرقندی کا وہ قول ہے جو انہوں نے اپنی کتاب بستان میں بیان کیا ہے کہ "بیشک قرآن دنیا پر ایک حجت بنکر نازل ہوا ہے پس اگر تفسیر ناروا ٹھیرے تو یہہ حجت کامل کہاں ہوگی"! اور جب واقعہ یہہ ہے تو ہر اس شخص کیلئے تفسیر قرآن جائز ہوی جو لغات اور شان نزول سے واقف ہے البتہ جو لوگ متکلفین[عہ] میں سے ہیں اور طرق لغت سے بھی واقف نہیں انکے لئے مقدار مسموع سے زیادہ کی تفسیر ناجائز ہوگی اور یہہ بھی بطور حکایت اور نقل کے ہوگی نہ کہ بطور تفسیر کے اور اس میں کوئی خوف نہیں اور جب آیت کی تفسیر اُسے معلوم ہے اگر اُس سے وہ کوئی حکم نکالنا چاہے اور کسی حکم شرعی پر اُس سے استدلال کرے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

پس انصاف پسند آدمی کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے اخوان دین اپنی رائے سے تفسیر نہیں کرتے بلکہ کتب تفسیر کا مطالعہ کرتے ہیں اور لے لیتے ہیں

عہ۔ تکلف سے کام لیتے ہیں۔

باحسن ما فيها من الوجوه لقوله[1] عليه السلام القرآن ذو وجوه كثيرة فاحملوه[2] على احسن وجوهه وقد[3] ينكشف لهم لصفاء قلوبهم بالاعراض عن الحجب الظلمانية من الاشتغالات الدنياوية مالا يوجد فى التفاسير فمن ذلك ما قالوا فى قوله تعالىٰ يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك فان لم تفعل فما بلغت رسالته اى وان لم تفعل ما بلغت بالقول فكانك ما[4] بلغت لان التبليغ نوعان قولى وهو ما يقال للناس وفعلى وهو ما يفعله المبلغ فالدقيقة فى هذا المعنى ان المبلغ يجب عليه ان يفعل ما يبلغه ليكون تبليغه القولى موثرا فى النفوس كما قيل لسان الحال انطق من لسان المقال وان لم يفعل المبلغ ما يبلغه يسقط عن اعين[5] الناس فاستحقروه فلا يكون لتبليغه تاثير فكان المبلغ مع التبليغ القولى غير مبلغ لذهاب اثره ومن ذلك قوله تعالىٰ قل متاع الدنيا قليل والآخرة خير لمن اتقى اى لمن ابعد نفسه عن ذلك المتاع القليل فالواجب على مريد الآخرة ان يتقى الشهوات المكدرة عليه صفاء القلب ومن ذلك قوله تعالىٰ تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فى الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقين اى[6] الذين يتقون الفساد والعلو المذكورين ومن ذلك قوله تعالى ونبلوكم

---

[1] بقوله عليه السلام (س - ب - ج - ص - س - ن) [2] فاحملوا (ط - ک - د - س)
[3] قد ينكشف (ج - ش - ط)
[4] ما بلغته (ص) [5] عين (ف - ل)
[6] اى للذين (ص - ف - غ - ط - ت - س - ف - ع - ن - ض)

ان میں سے وہی صورت جو بہترین ہوتی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے "قرآن بہت سے معانی رکھتا ہے پس تم اسے بہترین معنی پر محمول کیا کرو" اور ہمارے بھائیوں پر صفائے قلب کے باعث کبھی ایسے معانی کشف ہوتے ہیں جو تفسیروں میں نہیں پائے جاتے اور یہ اسلئے کہ وہ دنیاوی مشاغل کے تاریک پردوں سے روگرداں رہتے ہیں اور اس صفائے قلب کا اثر ہے کہ انہوں نے ارشاد باری تعالیٰ "اے ہمارے پیغمبر آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچائے اور اگر آپ ایسا نہیں کرینگے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ہی نہیں پہنچایا" کی تفسیر یہ کی ہے کہ "اگر آپ خود وہ کام نہ کرینگے جن کی لساناً آپ تبلیغ فرما رہے ہیں تو گویا آپ نے تبلیغ ہی نہیں کی" اس لئے کہ تبلیغ کی دو قسمیں ہیں قولی یعنی جو کچھ کہ لوگوں سے کہا جائے اور فعلی یعنی مبلغ جو کچھ کہتا ہے وہ خود بھی کرے پس نکتہ اس معنی میں یہ ہے کہ مبلغ پر یہ واجب ہے کہ جس امر کی تبلیغ کرتا ہے اس پر خود بھی عمل کرے تاکہ اسکی زبانی تبلیغ لوگوں کے دلوں میں اثر کرے چنانچہ کہا جاتا ہے "زبان حال زبان قال سے زیادہ ناطق ہوتی ہے" اور اگر مبلغ خود وہ نہ کریگا جس کی تبلیغ کرتا ہے تو لوگوں کی نظروں سے گر جائے گا اور وہ اسے حقیر سمجھنے لگیں گے پس اسکی تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ پس ایسی حالت میں مبلغ باوجود اپنی زبانی تبلیغ کے اثر کے جاتے رہنے کی وجہ سے غیر مبلغ ہی ہوگا۔ اور اسی قبیل سے ہے باری تعالیٰ کا ارشاد "اے محمد آپ فرما دیجئے کہ دنیا کی پونجی تھوڑی ہے اور آخرت بہتر ہے متقی کے لئے ہے"۔ یعنی اُن لوگوں کیلئے جو اپنے نفس کو اس "متاع قلیل" سے دور رکھتے ہیں۔ پس آخرت کے خواستگار کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ ان خواہشات سے بچے جو قلب کی صفائی کو مکدر کر دیتی ہیں اور اسی قبیل سے ہے باری تعالیٰ کا ارشاد "یہ دار آخرت ہم نے ان لوگوں کے لئے بنایا ہے جو دنیا میں فساد اور بلندی نہیں چاہتے اور آخرت تو پرہیزگاروں ہی کیلئے ہے" یعنی ان لوگوں کیلئے جو بدی کو فساد اور علو سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور اسی قبیل سے ہے ارشاد خداوندی "ہم تمہیں آزمائینگے

بالشر والخير فتنة اى ابتلاء فالشر الدنيا والخير الآخرة كما[1] ان الدنيا ونعيمها ابتلاء من[2] الله للخلق والصادق من لم يلوث قلبه بحبها حتى يخرج منها سليم القلب كذلك الآخرة ونعيمها ابتلاء فى حق الصادقين فينبغى لهم ان لا يلتفتوا الى نعيمها فيكون لهم حجابا عن الوصول الى المطلوب كما قيل شعر[3]

تركت للناس دينهم ودنياهم ؛ شغلا بذكرك يا دينى ودنياے[4]

فانظر ايها المنصف اى محظور افتحموه واى ممنوع اختاروه فهل يقال لمثل هذا البيان تفسير بالراى وان لم يوجد فى التفاسير كيف وهم اصحاب المهدى عليه السلام وتابعوه اهل المنازل الرفيعة والمراتب[5] الشريفة لم يسبقهم الاولون ولم يدركهم الآخرون من الاولياء فسبحان من انقذهم مما لا طائل تحته من كثرة القيل والقال واغناهم بروح المعاينة والمشاهدة عن مكابدة[6] كثرة النقل والاستدلال۔

قوله الخامسة[7] عشر علم الموهبة وعلم يورثه الله لمن عمل بما علم كما ورد من عمل بما[8] علم ورثه الله علم ما لم يعلم۔

قلت هذه الفضيلة الواحدة تكفى مؤنة ما[9] ذكر الشيخ قبل لان من كان من اهل[10] الموهبة لا يتعرض لسخط الله الذى هو

لہ يعنى كما ان الدنيا ونعيمها (س۔ت۔ع۔ک۔ط۔د۔ص۔ف۔غ۔ن) ٢ہ من الله تعالى (ص) ٣ہ بيت (د) ٤ہ دنيائى (د۔ش۔ک۔ط۔ف۔ص۔غ) ٥ہ المراقى (س۔ع۔ط۔ف۔ص۔ع۔کم) ٦ہ مكايدة (ف۔ش۔غ۔ط۔ت۔ن۔ص) ايضا مكايد (ک) ايضا مكائدة (ع) ٧ہ والخامسة عشر (ص۔ت) ايضا الخامسة عشر علم المواهب (ف۔ص۔غ) ٨ہ مما (حاشيہ ج۔حاشيہ ش) ٩ہ مما (ک۔ط)

١٠ہ اهل المواهب (ب۔ف۔ع)

خیر و شر کے ذریعہ (فتنۃ یعنی آزمانا)، پس شر دنیا ہے اور خیر آخرت۔ جس طرح کہ دنیا اور اسکی نعمتیں اللہ کی طرف سے مخلوق کے لئے ایک قسم کی آزمائش ہیں اور صادق وہی ہے جو اپنے قلب کو دنیا کی محبت سے آلودہ نہ کرے حتیٰ کہ یہاں سے سلیم القلب گذر جاے اسی طرح آخرت اور اسکی نعمتیں صادقین کے حق میں ایک طرح کی آزمائش ہیں پس انکے واسطے مناسب یہہ ہے کہ وہ اسکی نعمتوں کی طرف ملتفت نہوں تاکہ وہ انکے مطلوب تک پہنچنے کے لئے حجاب نہ بن جائیں۔ کسی کا شعر ہے

ترکت للناس دینہم و دنیاہم ۔ شغلا بذکرک یا دینی و دنیاے

لوگوں کیلئے میں نے انکا دین اور دنیا ترک کردی۔ اے میرے دین و دنیا تیری یاد میں مشغول ہوکر

پس منصف آدمی کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کون سے ناروا امر میں مبتلا ہوتے ہیں اور کس ممنوع چیز کو انہوں نے اختیار کیا ہے پس کیا ایسے بیان کو تفسیر بالرای کہا جاسکتا ہے اگرچہ وہ کتب تفسیر میں موجود نہو اور یہہ کیسے ہوسکتا ہے درآنحالیکہ وہ مہدی علیہ السلام کے اصحاب اور اُن ہی کے پیرو ہیں۔ انکے مراتب ایسے بلند اور مدارج اتنے رفیع ہیں کہ نہ اولین میں سے کوئی اُن پر سبقت لیگیا اور نہ اولیاء آخرین نے انکے مرتبہ کو حاصل کیا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے انکو بے فائدہ قیل و قال سے بچایا اور معائنہ و مشاہدہ کی راحت و فرحت کے باعث کثرت نقل و استدلال کی کلفت سے بے پروا کیا۔

قولہ۔ پندرھواں علم۔ علم موہبت ہے اور یہہ وہ علم ہے جو باری تعالےٰ عالم باعمل کو عطا فرماتا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے عالم باعمل کو باری تعالیٰ نامعلوم چیزوں کے علم کا وارث بناتا ہے قلت۔ یہ ایک ہی فضیلت جو کچھ شیخ نے پہلے ذکر کیا ہے اسکی محنت و تعب کیلئے کافی تھی (یعنی اس کے ہوتے ہوے اتنا کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی) اس لئے کہ اہل موہبت تفسیر بالرای جیسی ناراضی خدا سے تعرض نہیں کرتے

تفسیر بالرای وان تعاطی التفسیر مع قصوره فیما ذکر الشیخ لان الله عاصمه عن الخطاء ویلهمه[1] الصواب کبعض اخواننا یثبتهم[2] الله بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا وفی الآخرة لقد اورثهم عمل[3] ما علموا وعلم ما لم یعلموا کما شهد بذلك العیان۔

قوله فمن تعلم هذه العلوم وعمل بها یورثه الله علم[4] الموهبة قلت العجب من غلو الشیخ فی التعنت[5] حیث قال فمن تعلم هذه العلوم اذ لم یشترط احد تعلم العلوم التی ذکرها الشیخ لصفاء الباطن الذی به[6] یحصل العلم اللدنی الموهوب[7] من الله لخواص عباده کما ذکر شیخ[8] الشیوخ الشیخ شهاب الدین فی العوارف ذکرته قبل وهو قوله وقد یکون العبد ذا[9] یقین کامل ولیس عنده علم من فروض[10] الکفایات فای حاجة لطالب الحق مع علم الاشتقاق والنحو والمعانی والبیان والبدیع والقرأة[13] الا ما یحتاج الیه فی تصحیح الصلوة والصوم ولیس علیه علم الزکوة والحج اذا[11] کان فقیرا وکذا علم النکاح والطلاق والایلاء والخلع والظهار اذا کان منفردا[12] غیر متزوج بل الاشتغال بهذه العلوم مانع عن علوم[13] الوراثة کما قال الامام الغزالی

[1] یلهمهم (حاشیه ج) [2] اثبتهم الله (ض) ایضا ثبتهم الله (ع - د - غ - ک - ط - ص - ت) ایضا یثبتهم (یثبت) الله الذین آمنوا بالقول الثابت (ف - ب - حاشیه ش) [3] عمل ما علموا علم ما لم یعلموا (ص - ع) [4] علم المواهب (ع) [5] العنت (د) [6] به تحصل (س) ایضا الذی یحصل (ع) [7] الموهب من الله بخواص عباده (ج) [8] امشیخ الشیوخ شهاب الدین (حاشیه ج) ایضا الشیخ الشیوخ (س - غ - ص - ف - د - ک - ط - ت - ف - [9] ذو یقین (ج - ش - ت - ل) [10] فرض الکفایه (ب)
[11] اذ (ص) [12] متفردا (ج)
[13] علم (ع - ط - س - ص) [13] القرائة (ت - س)

چاہیے وہ تفسیر میں غور و خوض کریں اُن علوم میں قاصر رہنے کے باوجود جن کا شیخ نے ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ اہل موہبت کو اللہ خطا سے بچاتا اور صحیح بات اُن کے دل میں ڈال دیتا ہے مثل ہمارے بعض اخوان دین کے (خدا انہیں دنیا و آخرت کی زندگی میں قول ثابت پر استوار رکھے) کہ باری تعالیٰ نے انہیں فی الواقع علم پر عمل کرنے اور نامعلوم چیزوں کا علم حاصل کرنے کی نعمت عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ مشاہدہ اس پر شاہد ہے۔

قولہ۔ پس جو شخص ان علوم کو سیکھ لیتا اور اُن پر عمل بھی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو علم موہبت کا وارث بنا دیتا ہے۔

قلت۔ تعجب ہے کہ شیخ کو خردہ گیری میں کتنا غلو ہے جو کہتا ہے کہ "جو شخص یہہ علوم سیکھ لیتا ہے الی آخرہ"۔ اسلئے کہ اس صفائے باطن کے لئے جس کے ذریعہ سے وہ علم لدنی حاصل ہوتا ہے جو منجانب اللہ اس کے خاص خاص بندوں کو عطا کیا جایا کرتا ہے کسی نے بھی شیخ کے بیان کردہ علوم کے سیکھنے کو شرط نہیں قرار دیا جیسے کہ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی نے اپنی کتاب العوارف میں (جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں) بیان کیا ہے اور انکی وہ عبارت یہ ہے کہ "کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی بندۂ خدا کو یقین کامل حاصل ہوتا ہے لیکن وہ یہہ نہیں جانتا کہ فرض کفایہ کیا ہے۔ پس طالب حق کو علم اشتقاق۔ نحو۔ معانی بیان۔ بدیع اور قرأت کی بجز اس کے کہ جس کی اُسے نماز روزے کے صحیح طور پر ادا کرنے کے لئے ضرورت ہو اور کیا حاجت ہے اور اگر وہ فقیر ہو تو اس کے لئے علم زکوٰۃ و حج ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر تنہا غیر شادی شدہ ہو تو علم نکاح۔ طلاق۔ ایلاء۔ خلع اور ظہار بھی واجب نہیں بلکہ ان علوم میں مشغول ہونا علوم وراثت کے لئے مانع بن جاتا ہے چنانچہ امام غزالی نے

فى الاحياء فى حق الفقه الذى هو علم الدين بل التجرد له على الدوام يقسى القلب[1] وينزع الخشية منه كما يشاهد من المتجردين[2] له فانظر ايها المنصف اذا كان الاشتغال الدائم بالفقه الذى هو علم الدين موجبا لقساوة القلب فما ظنك بغيره من العلوم والدليل على ما ذكرت اقوال الاولياء الذين حصل لهم علم الوراثة على مقتضى قوله عليه السلام من اخلص لله[3] اربعين صباحا جرت[4] ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه وكتبهم مشحونة باقوالهم منها ما ذكر فى العوارف عند بيان مطلع القرآن ومطلعه لا[5] يتقيد فهمه بمذهب تقلده[6] فمن هذا التدبير[7] يحصل[8] له بركة كتاب الله بظهور اسراره وهى كائنة فى نفوس اولى الالباب فذلك[9] يحصل لها بالتذكر الى هنا كلامه

قوله ومن فسر القرآن بدون هذه العلوم كان مفسرا بالراى

قلت قد مر الجواب عن التفسير بالراى مرارا فلا نعيده[10]

قوله والصحابة والتابعون كان عندهم علوم العربية بالطبع لا بالاكتساب والاستفادة[11] والعلوم الاخروى[12] عن[13] النبى عليه السلام ذكر فى الاتقان ناقلا عن العلامة التفتازانى

---

[1] القلوب (ج-د-ب-ش) [2] متجردين (حاشية ج) [3] أ لله (د-س-ك-ع-ب-ص-ض-ل-ف-غ-حاشية ج-ن) [4] جرت له (ك-ط-ت-س) [5] ان لا يتقيد (د-ك-ص-غ-ك-ع) [6] تقليده (ك-ط س) [7] التدبر (ش-ك-د-ط-ص-غ-ع-ت-ف) [8] تحصل له (ع) [9] وكذلك يحصل لها (ص) ايضا فذلك يتحصل لها (ب-ت-ك-ف-غ-ط-ن) ايضا فذلك يتحصلها (ص-ع-ل) [10] نعيده (ب-ك-ص-ط-غ-ف-س) [11] الاستناد (ض-ل) [12] الاخرى (س) [13] من (س-ف-ع)

احیا العلوم میں علم فقہ کے بارہ میں جو علم دین ہے فرمایا ہے کہ "بلکہ ہمیشہ علم فقہ میں مشغول رہنا دلوں کو سخت اور خوف خدا کو اُن سے دور کر دیتا ہے جیسا کہ جو لوگ اسی کے ہو رہتے ہیں ان کی حالت سے یہہ امر مشاہدہ میں آتا ہے۔ پس انصاف پسند آدمی کو غور کرنا چاہیئے کہ علم فقہ میں "جو علم دین ہے" دائمی مشغولیت قساوت قلب کا موجب بن جاتی ہے تو اس کے سوا دوسرے علوم کے متعلق آپ کیا خیال کر سکتے ہیں۔ اور ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس پر ان اولیاء اللہ کے اقوال دلالت کرتے ہیں جنہیں علم وراثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "جو شخص چالیس دن اللہ کی خلوص سے عبادت کرے تو اس کے دل سے اسکی زبان پر حکمت کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں" کے موافق حاصل ہوا تھا اور انکی کتابیں ان کے اقوال سے بھری پڑی ہیں۔ منجملہ ان کے وہ قول ہے جو العوارف میں مطالعہ قرآن کے بیان کے موقع پر ذکر کیا گیا ہے اور وہ یہہ ہے "اور قرآن کا مطالعہ کرنے والے کی سمجھ اس مذہب کے ساتھ مقید نہ ہونی چاہیئے جس کا وہ مقلد ہو اور اس تدبیر سے اس کو قرآن کریم کی برکت حاصل ہو جائے گی یعنی جو اسرار دانشمندوں کے دلوں میں رہا کرتے ہیں وہ ظاہر ہو جائینگے اور یہہ امر نفوس کو تذکر (یاد الہی) سے حاصل ہوتا ہے (صاحب کتاب العوارف کا کلام یہاں تک تھا)

قولہ اور جو شخص بغیر ان علوم کے قرآن کی تفسیر کرتا ہے وہ مفسر بالرای ہوتا ہے۔

قلت۔ تفسیر بالرای کا جواب کئی بار گذر چکا ہے جس کا ہم اعادہ نہیں کرتے۔

قولہ۔ اور صحابہ اور تابعین کو علوم عربیہ تو بالطبع حاصل تھے نہ کہ بطریق اکتساب واستفادہ اور علوم اخروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہو گئے تھے بیان کیا گیا ہے اتقان میں علامہ تفتازانی سے نقل کرتے ہوئے

فى شرحه سميت الملاحدة باطنية[١] لادعائهم ان النصوص ليست على ظواهرها بل لها معان باطنة لا يعرفها الا المعلم وقصدهم بذلك نفى الشريعة بالكلية قال[٢] التفتازانى واما ما يذهب اليه بعض المحققين من ان النصوص على ظواهرها ومع ذلك ففيها اشارة خفية الى دقائق تنكشف على ارباب السلوك يمكن التطبيق بينهما[٣] وبين الظواهر المرادة فهو من كمال الايمان ومحض العرفان

قلت احالة الشيخ هذه الرواية الى الاتقان دليل على عدم اطلاعه على شرح العقائد لان هذه الرواية فيه ظاهرة ظهور الشمس فى الظهيرة ولو قراء الشيخ شرح العقائد لم يحلها الى الاتقان فاحالته[٤] الى الاتقان دليل على عدم اتقانه الكتب المتداولة بين العلماء تداول القرآن بين الصبيان ثم اعلم ايها المنصف ان التفتازانى صرح بانكشاف الدقائق لارباب السلوك وبين ان ذلك من كمال الايمان ومحض العرفان وانت خبير ان[٥] اخواننا اهل السلوك والمجاهدة والرياضة والتوكل والتفويض والتسليم[٦] والتجريد والتفريد والخلوة والعزلة والبذل والايثار فهذه الاحوال فيهم ظاهرة

---

[١] باطنية (كذا فى جميع النسخ الا "ت" [٢] قال واما ما يذهب (ع - ف - ع - ط) ايضا قال صاحب الاتقان (ض)
[٣] بينها (ع - ن - ض - ل) [٤] فاحالة (ب - ص - ت)
[٥] بان (حاشية ج) [٦] والتسلم (ص)

(جس کا ذکر انہوں نے اپنی شرح میں کیا ہے) کہ "ملحدین کا نام باطنیہ اس لئے رکھا گیا کہ ان کا دعویٰ یہہ تھا کہ "نصوص (قرآنیہ) اپنے ظاہری معنی پر نہیں ہیں بلکہ ان کے ایسے باطنی معنی ہیں جنہیں بجز (خدا کے پاس) تعلیم یافتہ کے اور کوئی نہیں جانتا" اور اس سے اُن کا مقصد بالکل شریعت کی نفی کر دینا ہے۔ تفتازانی کہتے ہیں کہ "بعض محققین جو اس طرف گئے ہیں کہ نصوص اپنے ظاہری معنی پر ہیں لیکن باوجود اس کے اُن میں اُن دقائق کی طرف بھی ایک مخفی اشارہ ہے جو ارباب سلوک پر منکشف ہو جاتے ہیں اور انکے اور ان ظاہری مرادی معانی کے مابین مطابقت بھی ممکن ہوتی ہے تو یہ امر کمال ایمان اور محض عرفان خداوندی سے ہے"

قلت۔ شیخ کا اس روایت کے متعلق اتقان کا حوالہ دینا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ شرح عقاید سے مطلع نہیں ہے اس لئے کہ اس روایت کا شرح عقائد میں موجود ہونا اتنا ہی ظاہر ہے جتنا کہ ٹھیک دوپہر کے وقت سورج کا ظہور۔ اگر شیخ شرح عقائد پڑھتا تو اتقان کا حوالہ نہ دیتا۔ پس شیخ کا اس روایت کے متعلق اتقان کا حوالہ دینا اس امر کی دلیل ہے کہ شیخ کا ان کتابوں کا علم بھی محکم نہیں جو علما کے مابین اس طرح مستعمل ہیں جس طرح بچے قرآن کریم استعمال کرتے ہیں

پھر منصف آدمی کو جاننا چاہئے کہ علامہ تفتازانی نے تو اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ ارباب سلوک پر دقائق شریعت منکشف ہو جاتے ہیں اور انہوں نے یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ یہہ امر کمال ایمان اور خالص عرفان خداوندی سے حاصل ہوتا ہے اور اے شیخ تمہیں یہہ معلوم ہے کہ ہمارے اخوان دین سالک مجاہد۔ مرتاض۔ متوکل صاحب تفویض و تسلیم۔ تجرید و تفرید کی صفت سے متصف خلوت و عزلت۔ بذل و ایثار والے ہیں اور یہہ احوال ان میں ظاہر اور عیاں ہیں۔

؎۱۔ اس سے مراد فرقہ باطنیہ کے ائمہ ہیں جنہیں وہ معصوم مانتے ہیں۔

معلومة للخلق واما[1] احوال بواطنهم[2] فلا تعلم نفس ما اخفى لهم من قرة اعين جزاء بما كانوا يعملون قال مولانا قدوة المتاخرين ناقد آراء[3] المتقدمين مبين القرآن مفسر الفرقان باحسن البيان صاحب التفسير المسمى بتبصير الرحمان مولانا على بروى[4] فى[5] شرح العوارف المسمى بالزوارف تحت بيان قول ابن مسعودؓ ما من آية الا ولها قوم سيعلمون بها وهذا الكلام من ابن مسعود محرض لكل صاحب همة ان[6] لا ينقطع همته على المسموعات وان يصّفى[7] موارد الكلام من قلبه ليفهم دقيق معانيه التى ربما لم يدركها الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين مع غاية صفائهم وغاية تجريد[8] القلب عما سوى الله ومبدء[12] الزهد فى الدنيا فللصوفى المتصف بالامرين فى كل آية مطلع كثير ما يخالف مطلع غيره بل له فى كل مرة من القرآن[9] مطلع جديد وذلك لانه كلما تجدد له فهم تجدد[10] له علم والعمل موجب لصفاء الفهم لوصول النور من الظاهر الى الباطن فيعمل بالفهم الثانى فيتجدد[11] له صفاء آخر يوجب فهما آخر وهلم جرا وهذه الاعمال المتجددة ليست اعمال القالب لان لها حدا معلوما من ظاهر الشرع بل هى اعمال القلوب

---

[1] فاما (س) [2] باطنهم (ص-ل) [3] راى (ع) [4] بيرو (ع) [5] فى شرحه للعوارف المسمى بالزوارف (ع) ايضا فى شرحه العوارف المسمى بالزوارف (ص-ف-ط-ت-ن) [6] اى لا ينقطع (س) [7] يصغى (ج-حاشيه ش) ض-ل دیگر نسخ کے) [8] تجديد (س) [9] القرآة (س-د-ع-ف-غ-ت-ن) [10] يجدد (ک) ايضا يجدد له (ط)
ايضاً تجدد يهم حاشيه ش) [11] فتجدد (ک-ص-س)
[12] مبدأ (ت)

اور دنیا انہیں جانتی ہے اور ان کے باطنی حالات تو ایسے ہیں کہ کوئی نہیں جانتا کہ اُنکی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا کچھ پوشیدہ رکھا گیا ہے اور یہہ اُن کے اعمال کا بدلہ ہے"۔ متاخرین کے مقتدا متقدمین کے آراکے پرکھنے والے بہترین بیان کے ساتھ قرآن کریم کی تفسیر کرنے والے تفسیر تبصیر الرحمٰن کے مصنف مولانا علی بروئے العوارف کی شرح الزوارف میں ابن مسعود کے قول "مامن آیۃ الا و لہا قوم سیعلمو بہا" ہر آیت کا تعلق ایک جماعت سے ہے جسے وہ عنقریب معلوم کرلے گی) کے تحت میں بیان فرمایا ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کا یہہ قول ہر صاحب ہمت کو اس پر برانگیخت کرنے والا ہے کہ اسکی ہمت مسموعات ہی پر ختم نہو جائے اور اپنے دل کے موارد کلام کو صاف کرلے تاکہ وہ اُن دقیق معانی کو سمجھ لے جن کا ادراک بعض اوقات انتہائی صفائے قلب ماسوی اللہ سے دل کے خالی کرلینے اور دنیا سے بے رغبتی کے مبدا ہونیکے باوجود صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی نہیں ہوا۔ پس جو صوفی ان دونوں (صفائے قلب وزہد) سے متصف ہو اُس کے لئے ہر آیت قرینہ میں ایسے کثیر معنی ہیں جو دوسرے کے معنی کے مخالف ہیں بلکہ اُسے تو قرآن کریم کے ہر مرتبہ کے مطالعہ سے ایک نئے معنی حاصل ہوتے ہیں اور اسکا سبب یہہ ہے کہ صوفی کی فہم جب تجدد پذیر ہوتی ہے تو اس کے عمل میں بھی تجدد پیدا ہوتا ہے اور عمل صفائے فہم کا موجب بنتا ہے۔ کیونکہ (عمل کے سبب سے) نور ظاہر سے باطن تک پہنچتا ہے پھر وہ فہم ثانی سے عمل کرتا ہے تو دوسری نئی صفائے قلب حاصل ہوتی ہے اور وہ دوسری فہم (کے وجود) کا موجب بنتی ہے اور یہ سلسلہ اس طرح چلتا رہتا ہے۔ لیکن یہ تجدد پذیر اعمال اس قالب عنصری کے اعمال نہیں ہیں اس لئے کہ ان کی تو باعتبار ظاہر شریعت کے ایک حد معلوم ہے بلکہ وہ اعمال قلوب ہیں۔

وهي[1] مشاكلة للعلوم فكانها ايضا فهوم فيكون بحيث[2] اليه
لا ينحصر وجوه الفهم وانما كانت اعمال القلوب كالعلوم لانها
لطيفة صقيلة[3] اى صافية لانها نيات وطويات اى عزمات
واعتقادات وتملقات اى تضرعات من الروح مع الحضرة
الالهية وتادبات من القلب مع حضرة الروح المنور بما فوقه
وكل[4] منها موجب الكشف جديد فيجتمع له علوم غير متناهية
ولعل علم كل شخص يغاير علوم الآخر فكيف ينحصر وجوه الفهم
الى هنا كلامه ذكر فى المدارك تحت قوله تعالى فكاتبوهم ان
علمتم فيهم خيرا والثانى ولى العشرة فهو نجى الحضرة يخالط الناس
للخبرة[5] وينظر اليهم بالعبرة ويامرهم بالغيرة فهو خليفة رسول الله
يحكم بحكم الله وياخذ لله ويعطى فى الله ويفهم عن الله ويتكلم
مع الله انتهى ايم[6] الله لقد كان اصحاب المهدى موصوفين[7]
بما ذكر فى المدارك طبع الله على قلب الشيخ فاصمه واعمى بصيرته
قد صحبهم مرة ولم يظهر له شئ مما نحوا ولم يعلم ان بيانهم من
كمال الايمان ومحض العرفان كما قال التفتازانى
قوله ونظيره جزاء[8] سيئة سيئة مثلها قال[9] فى البيضاوى
وسميت[10] الثانيه سيئة للازدواج[11] او لانها[12] تسوء من تنزل به

---

[1] وهي مشاكلة للعلوم (د - حاشيه ج - حاشيه ش) ايضا وهو مشاكلة العلوم (ج) ايضا وهي مشاكلة العلوم (ن) [2] يجب (حاشيه ج - ط حاشيه ش - ن) ايضا بحيث لا ينحصر وجوه الفهم د زوائد قلمى صفحه (١٠٢) تصوف عربى نمبر ۱۱ كتب خانه آصفيه) [3] صليقة (ب - ص) ايضا صقلة (ض) ايضا صيقلية (د) [4] دكل موجب (ج) [5] للخيرة (ج - د - ب - س - ص - ک) [6] وايم الله (ن - ض - ع) ايضا اقسم الله (ج) ايضا واقسم الله (ف - ص - غ) [7] موصوفا (كذا فى جميع النسخ الا س - ن) [8] وجزاء الى آخره (ع - س - ف - ص - ف - غ - ط) [9] قال البيضاوى (ط - ل - ض حاشيه ج حاشيه ض) [10] سمى (كذا فى جميع النسخ الا حاشيه ج) ايضا والثانية سيئة (حاشيه ج) [11] الازدواج (ص) [12] لانها (ج)

اور وہ مشابہ ہیں علوم کے۔ پس گویا کہ وہ بھی افہام ہیں اور وہ فہم اس درجہ[1]
تک پہنچ جاتی ہے کہ پھر طُرُق فہم منحصر نہیں ہو جاتے اور اعمال قلوب علوم کی
طرح اس لئے ہیں کہ وہ لطیف اور تابان یعنی صاف ہیں چونکہ وہ نیات اور مکنونات
خاطر ہیں یعنی پختہ ارادے۔ اعتقادات اور نیاز یعنی زاری ہے روح کی بارگاہ الہی
میں اور ادب آموزی ہے[2] قلب کی مع روح کے جو اپنے سے برتر کی طرف سے منور ہے
اور یہ سب چیزیں کشف جدید کا سبب بنتی ہیں اور اس طرح صوفی کے پاس علوم
غیر متناہیہ جمع ہو جاتے ہیں اور شاید کہ ہر شخص کا علم دوسرے کے علم کے مغائر اور مخالف ہو پس
ایسی حالت میں طُرُق فہم کس طرح منحصر ہو سکتے ہیں (شارح عوارف کا کلام یہاں
تک تھا) تفسیر مدارک میں ارشاد باری تعالیٰ فکاتبوہم ان علمتم فیہم خیرا (اگر تمہیں
ان میں کوئی بھلائی معلوم ہو تو انہیں مکاتب بنا دو) کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ
دوسرا اولی العشرۃ (دنیا والوں میں مل جلکر رہنے والا) ہے جو درگاہ الہی کا رازدار ہے۔
آزمائش کیلئے لوگوں سے ملتا ہے عبرت سے انکو دیکھتا ہے اور غیرت کا انہیں حکم کرتا ہے
وہی ہے قائم مقام اللہ کے پیغمبر کا اللہ کے حکم کے مطابق حکم کرتا ہے۔ اللہ کیلئے لیتا اور اللہ کی راہ میں دیتا ہے اللہ
سے سمجھتا اور اللہ کے ساتھ باتیں کرتا ہے (ختم ہوا تفسیر مدارک کا بیان) میں اللہ کی قسم کھاتا
ہوں کہ مہدی موعودؑ کے اصحاب انہیں صفات سے متصف تھے جو مدارک میں بیان کیگئی
ہیں۔ شیخ کے قلب پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے چنانچہ اُسے بہرا اور اندھا کر دیا ہے
کہ باوجود ایک بار اُن کے ساتھ رہنے کے جو انہیں عطا کیا گیا تھا اس میں سے کچھ بھی اس پر
ظاہر نہوا اور کیسے یہ نہ معلوم ہوا کہ ان کا بیان کمال ایمان اور محض عرفان خداوندی سے
ہے جیسا کہ علامہ تفتازانی نے کہا ہے۔ قولہ۔ اور اسکی نظیر جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا ہے (برائی
کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے) بیضاوی نے کہا ہے کہ دوسری کو سیئہ مشاکلہ مشابہہ کی
وجہ سے کہا گیا یا اس لئے کہ وہ (سزا) جس پر نازل ہوتی ہے اسے وہ بری معلوم ہوتی ہے

[1] پس وہ فہم (ثانی) دوسری فہم کا موجب بنتی ہے کہ پھر طرق فہم منحصر نہیں ہو جاتے۔
" پس اس طرح ہو جاتا ہے کہ وجوہ فہم محدود نہیں ہوتے۔ [2] ادب شناسی۔

واخذت[1] الصوفية رضی الله عنهم من هذه الآية اشارة بعد ما قرروا معناها الظاهر[2] قالوا فی الطريقة مكافات الجانی بالجزاء علی فعله سيئة مثل جنايته يعنی ينبغی للسالك ان يعفو عنه ولا يجازيه وقس به سائر استنباطهم علی[3] مثل هذا حتی يتميز[4] الطائفة الباطنية من الصوفية[5]

قلت هدی الله الشيخ لقد اعطانا حججا فی هذه الرسالة لتحقيق احوال اخواننا باحوال الصوفية اذا ستنباطهم كاستنباطهم ثم اعلم ايها المنصف ان العلما افرطوا فی تضليل الصوفية وتجهيلهم بعد تمييزهم[6] من الطائفة الباطنية كما ذكر من اقوال[7] الواحدی لابی عبد الرحمن السلمی مع انه لم يذكر فی تفسيره الا اقوال كبار الصوفية وجماهيرهم فنسبة الشيخ اخواننا الی التضليل والبدعة والتكفير كنسبتهم اياهم الی ذلك فی تفسير العرائس تحت قوله تعالی وما امروا الا ليعبدوا الها واحدا قال الجنيد اذا اراد الله بالمريد[8] خيرا هداه الی صحبة الصوفية ووقاه من صحبة القراء ولولا اشتغلوا بشانهم وجمع دنياهم ولم يتعرضوا الاوليا الله ولم[9] يقصدوا باسقاط جاههم تكفيهم[10] شقاوتهم لا سيما يطعنون[11] الصديقين والعارفين الی هنا كلامه

قوله ومن قبائحهم انهم يعتقدون ان من انكر لهذا

---

[1] اخذ (س) [2] لفظا هر (د- ب- ش- حاشيه ج) [3] مثل هذ (حاشيه ج- ن) [4] يميز (حاشيه ج- ن) [5] رضی الله عنهم (د) [6] تميز (كذا فی جميع النسخ الا " س- ع) [7] قول (س- غ- ت- ف- ع- ص- د- ك- ط) [8] بالمريد الآخرة خيرا (ت- س حاشيه ش) [9] ولم تقصدوا (ع) ايضا ولم يقصدوا اجاهم (غ) [10] يكفيهم (ب) [11] يطعنون (ص- غ- ف- ن- س- ع) ايضا ويطعنون فی الصديقين (ع)

اور صوفیہ رضی اللہ عنہم اس آیت سے ایک اشارہ اسکے ظاہری معنی قرار دینے کے بعد اخذ کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ "طریقت میں گناہگار کو اس کے فعل پر برابر کی سزا دینا اسکی خطا کی طرح سیئہ (برائی) ہے یعنی سالک کے لئے مناسب یہہ ہے کہ اُسے معاف کردے اور اُس سے بدلہ نہ لے (آپ اسی سے انکے باقی استنباطوں کا اندازہ فرمائیں کہ وہ ایسے ہی ہیں تاکہ فرقہ باطنیہ (یعنی ملحدین) صوفیہ سے ممیز ہو جائے۔

قلت۔ اللہ تعالیٰ شیخ کو سیدھی راہ دکھائے کہ اس نے ہمیں اس رسالہ میں چند دلیلیں عطا کیں تاکہ ہم اپنے اخوان دین کے احوال کی تحقیق صوفیہ کے احوال سے کرسکیں۔ اسلئے کہ انکا استنباط بھی تو صوفیہ کے استنباط جیسا ہے۔ بعد ازیں انصاف پسند آدمی کو جاننا چاہیئے کہ علمانے صوفیہ کو طائفہ باطنیہ سے ممیز کر لینے کے بعد بھی انکے گمراہ اور جاہل قرار دینے میں کوتاہی نہیں کی جیسے کہ ابو عبد الرحمن سلمی کے بارہ میں واحدی کے اقوال کا ذکر کیا جاچکا ہے باوجودیکہ اس نے اپنی تفسیر میں بڑے بڑے اور جمہور صوفیہ کے اقوال ہی ذکر کئے ہیں۔ پس شیخ کا ہمارے اخوان دین کی طرف تضلیل۔ بدعت اور تکفیر کی نسبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ علما کا صوفیہ کو ان چیزوں کی طرف منسوب کرنا

تفسیر عرائس میں ارشاد باری تعالیٰ " وما امروا الا لیعبدوا الٰہا واحدا (اور انہیں ایسا ہی معبود کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے) کے تحت میں ذکر کیا گیا ہے حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے کہ مرید آخرۃ کے ساتھ جب اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو صوفیہ کی صحبت کی طرف ہدایت فرماتا ہے اور قاریوں کی صحبت سے بچاتا ہے جو اگر اپنے کام اور دنیا کے مال کے جمع کرنے میں مشغول بھی نہوں اور نہ اولیاء اللہ سے تعرض اور انکے مرتبہ کے ساقط کر دینے کا ارادہ کریں تب بھی انکی تنقادت انکے واسطے کافی ہے خاصکر یہ کہ وہ صدیقین اور عارفین کو مطعون کرتے ہیں (صاحب تفسیر عرائس کا کلام یہاں تک تھا) قولہ۔ اور منجملہ انکی برائیوں کے یہہ ہے کہ وہ اُس

الشخص الميت فهو كافر وبهذا الاعتقاد يكفرون المسلمين ويكفرون بتكفيرهم من[1] غير موجب لان انكار المهدى عليه السلام لم يقل احد بكفره

قلت هذه العبارة الاخيرة موحشة[2] لا ادرى أهي[3] من الشيخ ام تصحيف الكاتب بل العبارة الموفية بالغرض ان يقال "لان انكار المهدى لم يقل احد بسببه الكفر" اويقال "لان منكر[4] المهدى عليه السلام لم يقل احد بكفره" ثم العجب من الشيخ كيف تجاهل عن فتوىٰ مفتى مكة الذى جاء به منهم ومسئلة تكفير المنكر فيه ضاحكة مستبشرة وهو قولهم واما تكفير هذه الطائفة من خالفها[5] من المسلمين فى هذا الاعتقاد الباطل فان ارادوا ان المسلمين على خلاف الحق فى معتقدهم وانهم خرجوا بذلك عن الاسلام فقد ارتدوا والعياذ بالله وأما محل[6] من كذب بالمهدى عليه السلام فقد اخبر النبى عليه السّلام بكفره ثم اعجب[7] من ذلك العجب ما ذكره الشيخ بعد اسطر قليلة وهو تكفيره ايانا بانكار المهدى الذى ستوجد[سه] فيه هذه العلامات على[8] زعمه لان تصديقنا لهذا المهدى مستلزم لانكار المهدى الذى ستوجد[10] فيه العلامات على ما زعموا[9] فقد

له عن (د-س-ک-ط) ٢ه الموحشة (ط-ض-ع) ٣ه هى (ک) ٤ه المنكر المهدى عليه السلام (ج-د-ب-س-غ-ک) ٥ه خالفهم (س-حاشيه ط) ٦ه واما محل من كذب بالمهدى الموعود (ت) ايضا واما محل من الكذب بالمهدى الموعود بر (س-ع-ف-ص) ايضا واما من كذب المهدى (حاشيه ش) ايضا واما من كذب بالمهدى (ش) ايضا واما حال من كذب المهدى الموعود (ن) ٧ه عجيب (ن) ايضا العجب (حاشيه ن) ٨ه على ما زعم (ک-ط) ٩ه زعموه (ع) سه سيوجد (ک-ط-ش-د) عه سيوجد (ک-د-ش-ط)

وفات یافتہ شخص کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں اور اسی اعتقاد کی وجہ سے مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں اور بے وجہ انکی تکفیر کر کے کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اسلئے کہ مہدی علیہ السلام کے انکار کو کسی نے بھی کفر نہیں کہا۔

قلت۔ یہہ اخیر عبارت وحشت ناک ہے معلوم نہیں شیخ ہی کی ہے یا کاتب کی غلطی ہے بلکہ غرض کو پورا کرنے والی عبارت یوں کہی جا سکتی ہے "لان انکار المہدی لم یقل احد بسببہ الکفر" یا یوں کہا جاتا "لان منکر المہدی علیہ السلام لم یقل احد بکفرہ" پھر تعجب ہے کہ شیخ مکہ کے مفتیوں کے اس فتوی سے کیسے انجان بن گیا جسے اس نے خود ان سے حاصل کیا ہے اور مہدی موعود کے منکر کی تکفیر کا مسئلہ اس میں خندان و مسرور (یعنی ظاہر) ہے اور وہ ان کا یہہ قول ہے "بہرحال اس گروہ کا ان لوگوں کو کافر کہنا جو اس اعتقاد باطل میں اس کے مخالف ہیں اگر انکی مراد یہہ ہے کہ مسلمان اپنے اعتقاد میں خلاف حق پر ہیں اور یہہ کہ وہ اسکی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگئے۔ پس وہ خود مرتد ہوگئے (خدا کی پناہ) اور مہدی علیہ السلام کی تکذیب کرنے والے کا مرتبہ یہہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کفر کی اطلاع دی ہے"۔

پھر تعجب بالائے تعجب اس پر ہے کہ اس نے چند ہی سطروں کے بعد اس مہدی کے انکار کی وجہ سے جس میں یہ علامتیں اس کے زعم کے اعتبار سے پائی جائیں گی ہماری تکفیر کی ہے اس لئے کہ ہمارا اس مہدی کی تصدیق کرنا اس مہدی کے انکار کو مستلزم ہے جس کے اندر فتوی دینے والوں کے زعم کے اعتبار سے علامتیں پائی جائیں گی۔ پس

الزم[1] الشيخ بما الزم ووقع فی ما فر عنه والنكتة[2] فيه ان الله اجرى كلمة الحق على لسانه والزمه بكلامه جبرا[3] ولولا ذلك لما يتصور منه العاقل ان ينقض[4] كلامه الاول بكلامه الآخر من[5] غير فصل بعيد كربطة[6] الحمقاء نقضت غزلها من بعد قوة انكاثا

قوله بل لم يذكر فی كتب الاعتقادیات مسئلة المهدی مع ذكرهم المسائل التی لم يكفر جاحدها كاثبات عذاب القبر وكيفية الصراط وغير ذلك الى آخره

قلت هذا الكلام من الشيخ شاهد على تعريته عن[7] مطالعة الكتب المطولة كاحالة مسئلة شرح العقائد الى الاتقاز ولولا ذلك لما قال كذلك لان مسئلة المهدی مذكورة فی المطولات كشرح المقاصد وغيره اما خروج المهدی فعن ابن مسعود رضی وهذا اللفظ[8] مذكور فی شرح المقاصد مع ذكر طويل وكذلك ذكره[9] فی شرح العقائد تحت ذكر عیسیٰ فی اشراط الساعة ابعاد الله قوما اعتقد واهذا الشيخ العاری عن العلوم الظاهرة والكشوف الباطنة[10]

قوله فان قيل حديث من كذب[11] المهدی فقد كفر

---

[1] الزم الشيخ بما الزم ووقع بما فر(ع) حاشیہ ش-ن-ل) ايضا الزم الشيخ مما الزم ووقع مما فر(حاشیہ ج) ايضا الزم الشيخ مما الزم ووقع بما فر (ب-غ-د-ک-ش) [2] ونكتة (ج-ب-ش-ت-س-ن) [3] جبرا (د-ک-ط) [4] ينقص (ج-ن) [5] غير فصل بعيد (ج-ب-ت-ط-ت-س) ايضا عن غير فصل بعيد (ط) [6] كالربطة الحمقا كذا فی جميع النسخ الا "ن وس" [7] من (س-ن-ص-ف) [8] هذا اللفظ مذكور (س-ص-ک-د-غ) ايضا هذا اللفظ مذكور فی شرح المقاصد وكذلك ذكره الى آخره (ش-ب-ج) [9] ذكوت (ک) ايضا ذكره فی شرح العقائد مع ذكر طويل (ج) [10] الباطنية كذا فی جميع النسخ الا "ت-ن-ض" [11] كذب بالمهدی (ف-غ-ط-ص-ن)

شیخ جو الزام (ہمیں) دے رہا تھا اس میں خود مبتلا ہو گیا اور جس چیز سے فرار اختیار کیا تھا اس میں خود ہی گر پڑا۔ اور نکتہ اس میں یہہ ہے کہ باری تعالیٰ نے سچی بات اسکی زبان پر جاری فرمادی اور اسی کے قریبی کلام سے اس پر الزام قائم فرما دیا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو عاقل کے تصور میں یہہ بات نہ آتی کہ اسکی پہلی بات دوسری بات سے بغیر کسی فاصل بعیدہ کے ٹوٹ رہی ہے۔ اس ربطہ نامی بیوقوف عرب عورت کے سوت کی طرح جسے وہ مضبوط کات کر پھر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتی تھی۔

قولہ۔ بلکہ کتب عقاید میں مہدی موعود کا ذکر نہیں ہے۔ باوجودیکہ انہوں نے عذاب قبر۔ کیفیت پل صراط جیسے مسائل کا ذکر کیا ہے جن کا منکر کافر نہیں ہوتا۔

قلت۔ شیخ کی یہہ عبارت شرح عقائد کے مسئلہ کا حوالہ اتقان میں دینے کی طرح اس امر پر شاہد ہے کہ شیخ بڑی بڑی کتابوں کے مطالعہ سے عاری ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ایسا نہ کہتا۔ اس لئے کہ مہدی موعود کے مسئلہ کا ذکر شرح مقاصد وغیرہ جیسی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ "اما خروج المہدی فعن ابن مسعودؓ" (بہرحال مہدی موعود کے ظہور کے بارہ میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے) یہہ الفاظ شرح مقاصد میں مع ایک طویل بیان کے مذکور ہیں اسی طرح مہدی موعود کا ذکر شرح عقاید میں علامات قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے تحت میں ہے۔ ہلاک کرے اللہ اس قوم کو جو ایسے شیخ کی معتقد ہے کہ علم ظاہر و کشف باطن دونوں سے عاری ہے۔

قولہ۔ اگر یہہ کہا جائے کہ حدیث "من کذب المہدی فقد کفر" (جو شخص مہدی کی تکذیب کرے گا وہ کافر

صریح فی ان انکارہ کفر

قلت روی ھذا الحدیث جابر بن عبد اللہ[1] واوردہ الامام ابوبکر الاسکاف فی فوائد الاخبار بھذہ العبارۃ من انکر خروج المہدی فقد کفر بما انزل علی محمد فاعلم ایھا المنصف ان المفہوم بمنطوق الحدیث ان خروجہ فیما انزل الیہ علیہ السلام والامام ابوقاسم السہیلی اوردہ فی شرح السیر لہ وکذا فی فصل الخطاب

قولہ فالجواب علی التنزل من ان الحدیث آحاد ضعیف و علی تقدیر صحتہ فلا یفید الا الظن فلا یجزم بکفر جاحدہ بھذا الحدیث

قلت ھذہ مسئلۃ لا یحتاج الی کشفھا الا الی المہدی الذی وقع الحدیث فی حق من کذب بہ فان حکم بتکفیر المنکر فالاعتقاد وان حکم بعدمہ فکذلک وان وقعنا فی تحقیق ھذہ المسئلۃ فالدلائل متظاھرۃ بعضھا ببعض علی التکفیر لانہ خلیفۃ رسول[2] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاحیاء الدین باجماع الامۃ من عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی زماننا ھذا ذکر[3] فی النوادر من لا یجیب داعی الشرع تھاونا[4] بہ کفر والمراد بالداعی القاضی والمحتسب فاذا کان انکار الدعاۃ[5] المذکورۃ تھاونا کفرا کان انکار المہدی کفرا بطریق الاولی نعم التھاون حاصل بعدم تصدیقہ ونسبتہ الی الغلط والکذب ثم اعلم ایھا المنصف

[1] اوردہ الامام الی آخرہ (ض-ل) [2] لرسول اللہ صلعم (ض-ل) [3] کما ذکر فی النوادر (ف) [4] تھاونا کفر (ک) ایضا تھاونا فقد کفر (ط)
[5] الدعوۃ المذکورۃ (ف)

اس امر میں صریح ہے کہ مہدی موعود کا انکار کفر ہے۔

قلت۔ اس حدیث کو جابر بن عبداللہ نے روایت کیا ہے اور امام ابوبکر اسکاف نے اسے فوائد اخبار میں اس عبارت کے ساتھ ذکر کیا ہے مَن انکر خروج المہدی فقد کفر بما انزل علی محمد (جس شخص نے ظہور مہدی کا انکار کیا اس نے گویا کفر کیا اس چیز کے ساتھ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیگئی ہے) پس انصاف پسند آدمی کو جاننا چاہئے کہ مفہوم حدیث سے یہہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مہدی موعود کے ظہور کا ذکر اس میں موجود ہے جو آنحضرت صلعم پر نازل کیگئی ہے (یعنی قرآن) اور امام ابوقاسم سہیلی نے اس حدیث کو اپنی کتاب شرح السیر میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح فصل الخطاب میں بھی ہے۔

قولہ۔ پس اس کا جواب برسبیل تنزل یہہ ہوسکتا ہے کہ حدیث آحاد ضعیف ہے اور اگر اسے صحیح بھی فرض کرلیا جائے تو وہ مفید ظن ہی ہوگی۔ پس اس حدیث کی وجہ سے مہدی کے منکر کو یقینی طور پر کافر نہیں کہا جاسکتا۔ قلت۔ اس مسئلہ کے کشف و اظہار کیواسطے تو اس مہدی موعود ہی کی طرف احتیاج رہتی ہے جسکی تکذیب کرنیوالے کے بارہ میں حدیث وارد ہوی ہے اگر وہ منکر کی تکفیر کا حکم کرے تو کافر ہی سمجھنا چاہئے ورنہ نہیں اگر ہم اس مسئلہ کی تحقیق میں پڑیں تو تکفیر کی دلیلیں ایک دوسرے کی معاون و متظاہر ہیں اسلئے کہ مہدی موعود کے احیار دین میں خلیفۃ الرسول[عہ] ہونے پر تو آنحضرت صلعم کے زمانے سے ہمارے زمانے تک امت کا اجماع منعقد ہوچکا ہے۔ نوادر میں مذکور ہے کہ جو شخص داعی شریعت کی دعوت کو اسے حقیر سمجھکر قبول نہیں کرتا کافر ہو جاتا ہے اور داعی شریعت سے مراد قاضی اور محتسب ہے اور جب مذکورۂ بالا دعوت دینے والوں کو حقیر سمجھکر انکی دعوت کا انکار کرنا کفر ہے تو مہدی موعود کا انکار بدرجہ اولی کفر ہوگا۔ ہاں یہہ استخفاف مہدی کی تصدیق نہ کرنے بلکہ انکی طرف غلطی اور جھوٹ کی نسبت کرنے سے حاصل ہے۔ بعد ازیں انصاف پسند آدمی کو جاننا چاہئے

عہ۔ امام مہدی خلیفۃ اللہ کا خلیفۃ الرسول ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلعم کا دیگر انبیا کا مقتدی (اقتدا کرنے والا) ہونا۔ اس آیت سے ثابت ہے اولئك الذین هدی اللہ فبهداهم اقتده۔ یعنی اللہ تعالی نے سب پیغمبروں کی ہدایت کی ہے تم ان کی ہدایت کی اقتدا کرو۔ خود مصنف رح نے یہہ بیان کیا ہے کہ اللہ کی خلافت امام مہدی کے لئے منصوص ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ

ان عدم الکفر بانکار ما ثبت بالآحاد معلل بعدم تیقن صدوره عن النبی علیہ السلام لان خبر الآحاد وان کان صحیحا لا یزید الا الظنون والشکوک والکفر بانکار ما[1] ثبت بالتواتر معلل بصدوره[2] عنہ علیہ السلام یقینا بلا شبہۃ اذ بکثرۃ الرواۃ حصل الیقین و زال الظن[3] فاذا کان کذلک فما ثبت بالآحاد الظنیۃ یصیر یقینا بلا شبہۃ بعد ظہورہ کطلوع الشمس من مغربہا وھو ان[4] ثبت بالآحاد کما ذکر فی تفسیر قولہ تعالی یوم یاتی بعض آیات ربک لکنہ اذا طلعت وراھا الناس زال الظن وحصل الیقین فلا یسع فی قلب[5] المومن انکار صدور ھذا الخبر عن النبی علیہ السلام او الشک فیہ فکذلک ھٰہنا ویوئده[6] ما قال الامام الغزالی فی الباب الرابع من الاحیاء فی آفات المناظرۃ[7] قال النبی علیہ[8] السلام اذا تعلم الناس العلم وترکوا العمل وتحابوا بالالسن وتباغضوا بالقلوب وتقاطعوا فی الارحام لعنہم اللہ فاصمہم واعمی ابصارھم رواہ الحسن وقد صح ذلک بمشاھدۃ الی ھنا کلامہ فانظر ایہا المنصف الی قولہ وقد صح ذلک بمشاھدۃ ای صح ھذا الحدیث من[9] النبی علیہ السلام بظہورہ فی العلماء ویقرب من ذلک ما ذکر الکرمانی تحت قول عمر لابنہ اذا حدثک شیئا سعد عن النبی علیہ السلام فلا تسأل عنہ قال الکرمانی خبر الواحد یصیر[10]

---

[1] ماتثبت (ط) [2] بصدور عنہ علیہ السلام (ش-ع-غ) [3] الشک (د) [4] فان ثبت بالآحاد (ص-ت-غ-ط-ت)
[5] قلوب المومن (المومنین) حاشیہ ش-حاشیہ ج-ض-ل) [6] ویوئد (ج-د-ش-ع-ض-ل) [7] المناظرۃ (ب-حاشیہ ن) [8] صلی اللہ علیہ وسلم (حاشیہ ج) [9] عن (س-د-غ-ص-ت-ف-ط) [10] قد یصیر (س-ک-ع-ف-ص-ت-ط-ن)

کہ جو چیزیں حدیث آحاد سے ثابت ہیں ان کے انکار سے کافر نہ ہونے کی علت یہہ ہے کہ اس حدیث کے آنحضرت صلعم سے صادر ہونیکا یقین نہیں ہوتا اسلئے کہ حدیث آحاد خواہ صحیح ہو لیکن ظنون و شکوک کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کرتی اور جو حدیث تواتر سے ثابت ہو اس کا انکار اسلئے کفر ہے کہ اس کا صدور آنحضرت صلعم سے یقینی ہوتا ہے بغیر کسی شبہ کے کیونکہ راویوں کی کثرت کی وجہ گمان زائل اور یقین حاصل ہو جاتا ہے اور جب واقعہ یہہ ہے تو جو چیز احادیث آحاد و ظنیہ سے ثابت ہو وہ ظاہر ہونے کے بعد بے شبہ یقینی ہو جائیگی جیسے کہ آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا اگرچہ حدیث آحاد ہی سے ثابت ہے جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ "یوم یاتی بعض آیات ربک"[1] کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے لیکن جب وہ مغرب سے طلوع ہو جائے گا اور لوگ اس کو دیکھ لینگے تو گمان زائل ہو کر یقین حاصل ہو جائے گا پس مومن کے دل میں اسکی گنجایش نہیں رہے گی کہ اس حدیث کے آنحضرت صلعم سے صادر ہونیکے بارہ میں انکار یا شک کرے پس اس طرح یہاں بھی ہے اور اسکی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو امام غزالی نے احیاء العلوم کے چوتھے باب میں آفات مناظرہ کے ذیل میں بیان کیا ہے "آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب لوگ علم کو سیکھتے اور عمل کو ترک کرنے لگینگے زبانوں سے آپس میں محبت کرینگے اور دلوں میں بغض رکھینگے اور قرابت (کے رشتہ) کو قطع کرینگے تو اللہ انہیں اپنی رحمت سے دور فرمادیگا اور اُن کو بہرا اور نابینا کر دیگا (اس حدیث کو حسن نے روایت کیا ہے) اور یہہ حدیث مشاہدہ سے بیشک صحیح ثابت ہوی (غزالی کا کلام یہاں تک تھا) پس انصاف پسند آدمی کو امام غزالی کے ارشاد "اور بیشک یہہ حدیث مشاہدہ سے صحیح ثابت ہوی" کی طرف نظر کرنی چاہیئے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کا آنحضرت صلعم کا ارشاد ہونا بسبب علما میں اس کے ظاہر ہو جانے کے صحیح ثابت ہوا۔ اور اسی کے قریب ہے کرمانی کا بیان حضرت عمر رضہ کے اس قول کے ذیل میں جو انہوں نے اپنے فرزند سے کہا تھا "جب سعد تجھے نبی کریم سے کوئی بات بیان کریں تو اس کے بارہ میں ہو الئہ کر" کرمانی کہتے ہیں کہ خبر واحد

[1] جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں آئینگی۔

محفوظا بالقرائن فيفيد اليقين فلا يحتاج حينئذ الى السوال وقول
عمر هذا مذكور فی البخاری فی الجزء الاول من الاجزاء الثلثين
فی باب المسح علی الخفين ومن الدليل علی التكفير قول الشيخ فی آخر
الرسالة وهو[١] فالحاصل ان المهدی لا يتحقق الا وان يوجد فيه
جميع ما ورد فی شانه من الاحاديث فهذا الحديث اعنی من كذب
بالمهدی فقد كفر مما[٢] ورد فی شانه من الاحاديث ولو لم يحكم
المهدی بتكفير المنكر لا يثبت مهدويته علی مقتضی قول الشيخ
لعدم وجدان حكمه علی مقتضی الحديث ثم العجب من بلاهة
الشيخ وتعريته من[٣] علم الحديث والاصول حكم علی هذا الحديث
وحده بالضعف وكونه آحادا لا يفيد القطع مع ان الاحاديث
الواردة فيه اكثرها كذلك لا يفيد القطع نعم حصل[٤] التواتر
من الآحاد فی وجود المهدی من غير قطع علی صفة ثبوتية
او سلبية لان رواتها بلغت حد التواتر اذهم فی كثرة احالت
العادة تواطؤهم[٥] علی الكذب ودامت هذه الكثرة الی زماننا
هذا فيكون اول هذا الخبر كآخره وآخره كاوله ووسطه كطرفيه
اذا الجم الغفير من[٦] كل فرقة من الفرق الاسلامية يرويه

قوله ان الحديث انما يدل علی وجوب[٧] اعتقاد مهدی
ما لا المهدی المعين

---

١ وهو قوله (ط - س - د - ک - ص - ف) ٢ بما (س). ٣ عن (ف) ٤ حصل التواتر ان الاحاديث من الآحاد (ص)
٥ توافقهم (حاشية ن)
٦ عن (ج - ش - ک) ٧ وجود (ط)

محفوظ بالقراین ہو کر مفید یقین ہو جاتی ہے۔ پس اس وقت سوال کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ اور حضرت عمر رضؓ کا یہ ارشاد بخاری کے تیس پاروں میں سے پہلے پارہ میں ذیل "باب المسح علی الخفین" (موزوں پر مسح کرنے کے باب میں) مذکور ہے۔ اور منجملہ دلائل تکفیر کے خود شیخ کا قول ہے جس کا ذکر آخر رسالہ میں ہے اور وہ یہ ہے کہ "حاصل یہ ہے کہ مہدی موعود کا تحقق اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اس میں وہ تمام چیزیں پائی جائیں جو اس کی شان میں احادیث میں وارد ہوئی ہیں"۔ پس یہ حدیث یعنی "من کذب بالمھدی فقد کفر" (جس شخص نے مہدی موعود کی تکذیب کی وہ کافر ہو گیا) بھی منجملہ اُن حدیثوں کے ہے جو اس کی شان میں وارد ہوئی ہیں" اور اگر مہدی منکر کی تکفیر کا حکم نہ کرے تو شیخ کے کلام کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اس کی مہدیت ثابت نہ ہو۔ کیونکہ اس صورت میں مہدی کا حکم مقتضائے حدیث کے موافق نہیں پایا جائے گا۔ پھر شیخ کی اس ابلہی اور علوم حدیث و اصول حدیث سے عاری ہونے پر تعجب ہے کہ اس نے تنہا اس حدیث پر ضعیف اور آحاد ہونے کا (جو مفید یقین نہیں ہے) حکم لگایا۔ حالانکہ مہدی کے بارہ میں جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں اکثر ایسی ہی ہیں جو قطعیت کا فائدہ نہیں دیتیں۔ البتہ وجود مہدی کے بارہ میں احادیث آحاد سے بغیر کسی اثباتی یا سلبی صفت کے تعین ہونے کے تواتر حاصل ہو گیا کیونکہ انکے راوی حد تواتر کو پہنچ گئے ہیں اور اتنے راویوں نے روایت کیا ہے کہ انکا جھوٹی بات پر متفق ہو جانا عادتاً محال ہے اور اس کثرت روایت کی اس ہمارے زمانہ تک مداومت رہی پس اس حدیث کی ابتداء اسکے آخر کیطرح اور اسکا انجام اس کے آغاز کی مانند اور اسکا درمیانی حصہ اسکی ابتداء و انتہا کی مثل ہو گیا کیونکہ مختلف اسلامی فرقوں میں سے ہر فرقہ کی ایک جماعت کثیرہ نے اسے روایت کیا ہے قولہ بے شک حدیث کسی مہدی کے اعتقاد کے وجوب پر دلالت کرتی ہے نہ مہدی معین کے

قلت والاولى ان[١] يقول لان الحديث باللام الجارة ليكون علة لقوله فلا يجزم بكفر جاحده اومع ان الحديث ثم اقول لا معنى لكلام الشيخ لا المهدى المعين لان وجوب[٢] اعتقاد مهدى ما يقتضى ان يعتقد المهدى الموعود الثابت فى نفس الامر ولا يقتضى ان من انكر المهدى الموعود ثم يقول اعتقد مهديا ما ولكن لا اعتقد هذا المهدى لشبهات[٣] تتعرض لى ان يكفيه هذا الاعتقاد مثاله كمن قال اعتقد ان خاتم الرسل يجئ فى آخر الزمان ولكن لا اعتقد محمدا[٤] انه خاتم الرسل

قوله ولو سلم فالمهدى الذى يجب الاعتقاد به انما هو الذى تكون الاحاديث والآثار الواردة فيه موافقة[٥] له فهذا الشخص لم يوجد فيه اكثر العلامات المعتبرة المخصوصة بالمهدى الصحيحة المصرحة بالاحاديث المستفيضة كوجود السفيانى فى زمنه وخروجه مع عيسى عليه السلام لقتل الدجال بباب لد بارض فلسطين وغير ذلك

قلت حديث السفيانى لم يصرح ائمة الحديث بصحته فى الكتب المعتبرة ومالم يصرحوا بصحته وضعفه لا يحكم بصحته[٦] وضعفه بل يتوقف فيه لسكوتهم عنه كما هو مذكور فى اصول الحديث

---

١ ان تقول (ل) ٢ وجود (ط) ٣ بشبهات (كذا فى جميع النسخ الا" ط- ف - ض" ايضا لشبهات تتعرض ان يكفيه (س) ٤ محمد (ص) ٥ موافقة فهذا الشخص (ج-ک)
ايضا موافقة له وهذا الشخص (د-ب-ک-ط-ف-ص-حاشيه ج-ن) ٦ لصحته (ص)

قلت بہتر یہ تھا کہ شیخ بجائے "ان الحدیث" کے "لان الحدیث" لام جارہ کے ساتھ کہتا تاکہ یہ عبارت اس کے قول "فلا یجزم بکفر جاحدہ" (پس اس کے منکر کے کفر کو یقینی نہیں کہا جاسکتا) کی علت بن جاتی۔ یا "مع ان الحدیث" کہنا چاہئے تھا۔ اسکے بعد میں کہتا ہوں کہ شیخ کے قول "لا المہدی المعین" (نہ کہ کسی معین مہدی کے) کے کوئی معنی نہیں اسلئے کہ کسی نہ کسی مہدی کے اعتقاد کا واجب ہونا اس امر کو تو مقتضی ہے کہ "آدمی اس مہدی موعود کا معتقد ہو جس کا مہدی ہونا نفس الامر میں ثابت ہے"۔ لیکن اس کو مقتضی نہیں کہ "جو شخص مہدی موعود کا منکر ہو اور یہ کہے کہ میں کسی نہ کسی مہدی کا معتقد ہوں لیکن اس مہدی کا ان شبہات کی وجہ سے معتقد نہیں جو مجھے پیش آرہے ہیں" تو اسکا یہ اعتقاد کافی ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص کہے کہ میں اس کا تو معتقد ہوں کہ آخر زمانہ میں "خاتم الرسل" آئینگے لیکن اس کا میں معتقد نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ "خاتم الرسل" ہیں۔

قولہ اور اگر تسلیم کرلیا جائے تو جس مہدی کا معتقد ہونا ضروری ہے تو وہ مہدی تو وہی ہے جس کی شان میں وارد شدہ حدیثیں اس کے موافق ہوں۔ لیکن اس شخص میں تو وہ اکثر معتبر اور صحیح علامتیں موجود نہیں ہیں جو مہدی کے ساتھ مخصوص ہیں اور جن کی احادیث مشہورہ میں تصریح کی گئی ہے۔ مثلاً سفیانی کا اس کے زمانہ میں پایا جانا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کا قتل دجال کے لئے سرزمین فلسطین میں باب لد کے قریب ظاہر ہونا وغیرہ۔

قلت ائمہ حدیث نے حدیث سفیانی کے صحیح ہونے کی معتبر کتابوں میں تصریح نہیں کی ہے اور جس حدیث کے صحیح یا موضوع ہونے کی وہ تصریح نہ کریں، اس کو صحیح یا موضوع نہیں کہا جاسکتا بلکہ اس بارہ میں ان کے ساکت رہنے کی وجہ سے اس حدیث میں توقف کیا جائے گا جیسا کہ یہ امر اصول حدیث کی کتابوں میں بیان کردیا گیا ہے۔

فالذی يجب تصديقه لا يكون حجة فی الاعتقاديات الجازمة لانه لا يفيد القطع والجزم كما ذكر الشيخ قبل فكيف المتوقف[1] فيه فانه لا يفيد الصحة فی نفسه فكيف يفيد الاعتقاد لغيره كما ذكرت قبل فمثل هذه الاحاديث المتوقف فيها لا يحكم بصحتها الا بعد الظهور فان ظهرت علم انها صدرت من النبی عليه السلام والا علم انها من الموضوعات فكيف يعارض بمثلها مع من اثبت دعواه بما[2] اثبت دعوى الانبياء من الاخلاق وسنذكره ان شاء[10] الله تعالى عند تمثيل الشيخ ببقية واما الجواب عن خروجه مع عيسى عليه السلام فمذكور فی[3] ما سلف فلا نعيده اما قوله عند[4] باب لد بارض فلسطين فاشارة[5] الی الحديث الواقع فی القرطبی وهو ضعيف غاية[6] الضعف فكذا[7] قال البيهقی فی شعب الايمان اتفاق العلماء علی اعتقاد شاف ثم اعلم ان ايراد الشيخ حديث السفيانی فی الاحاديث المستفيضة عن النبی عليه السلام فمن عدم علمه بانه ليس منها والدليل علی ان الاحاديث الواردة فی صفة المهدی ليست بمستفيضة علی تعيين[8] وصف ما توقف بعض العلماء فيه كما ذكره البيهقی فی شعب الايمان ذكرته قبل اذ لو كانت الاحاديث مستفيضة فی تعيين[9] الوصف فما وجه التوقف الا الجهل بالاحاديث وذلك لا يظن

---

[1] التوقف فيه (ج - غ - د - ب - ن - ص) [2] ما اثبت الی آخره (ط - ت - ف ص - ن) ايضا ما ثبت (س) [3] فی ما سبق فلا نعيد (س - ض - ل - د - ک - ص ف - ت - ط) [4] بباب لد بارض فلسطين (ط - ف - غ - س - ت - ص - ک - د - ض ش - ب) [5] اشارة (ج - د - ب - ش)
[6] فی غاية الضعف (ن - س) [7] فلذا (غ - ت - ض - ل) ايضا فلذلك (ف) ايضا فلهذا (ک - ط) [8] تعين (ج - د - ب - ش - ض - ل)
[9] تعين (ک - د - ط) [10] ان شاء الله (ن - ص)

پس جس حدیث کی تصدیق ضروری ہوتی ہے وہ "اعتقادیات جازمہ" کے بارہ میں حجت نہیں بن سکتی اسلئے کہ وہ مفید قطعیت و یقین نہیں ہے جیساکہ خود شیخ نے پہلے بیان کیا ہے پس جس حدیث کے بارہ میں توقف کیا گیا ہو اس کا کیا حال ہوگا چونکہ وہ اپنی صحت کو بھی مفید نہیں ہے تو پھر دوسرے کے اعتقاد کا کس طرح افادہ کر سکے گی۔ جیساکہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ پس "التی متوقف فیہا" (وہ جن کے بارہ میں توقف کیا گیا ہو) احادیث کی صحت کا ان کے ظہور کے بعد ہی حکم کیا جا سکتا ہے۔ پس اگر ان کا ظہور ہو جائے تو سمجھا جائیگا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئی ہیں ورنہ یہ معلوم ہو جائیگا کہ یہ موضوع ہیں پس ایسی حدیثیں اس شخص کے مقابلہ میں کیونکر پیش کیجا سکتی ہیں جس کا دعویٰ ان دلائل سے ثابت کیا گیا ہے جن دلائل اخلاقیہ سے انبیا علیہم السلام کا دعویٰ ثابت کیا گیا ہے اور وہ دلائل ہم انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب وہاں ذکر کریں گے جہاں شیخ نے مچھر کی مثال بیان کی ہے۔ اور مہدی موعودؑ کے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلنے کا جواب پہلے ذکر کیا جا چکا ہے جس کا ہم اعادہ نہیں کرتے اور شیخ کا یہ قول کہ "ارض فلسطین میں باب لد کے قریب" اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو قرطبی میں واقع ہوئی ہے حالانکہ وہ انتہا درجہ ضعیف ہے اور ایسا ہی بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہے کہ علما[1] کا اعتقاد ثانی پر اتفاق ہے۔ اس کے بعد یہ معلوم ہونا چاہیے کہ شیخ کا حدیث سفیانی کو ان احادیث مشہورہ میں لانا جو آنحضرت صلعم سے مروی ہیں اسکی بے علمی کی وجہ سے ہے کہ یہ حدیث ان احادیث مشہورہ میں سے نہیں ہے اور اس بات کی دلیل کہ مہدی کی شان میں وارد شدہ حدیثیں کسی وصف کی تعیین[2] میں مفید نہیں ہیں علما کا توقف کرنا ہے جیساکہ اس کا ذکر بیہقی نے شعب الایمان میں کیا ہے اور ہم اسے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس لئے کہ اگر احادیث وصف کے معین کر دینے میں مشہور ہوتیں تو پھر بجز احادیث سے ناواقف ہونے کے توقف کی اور کیا وجہ ہو سکتی ہے اور اس کا گمان نہیں کیا جا سکتا

[1] علما کا کسی عقیدہ پر اتفاق کرنا موجب تشفی ہے۔
[2] کے تعین کے لئے مشہور نہیں۔

بحجها بذنبها

قوله فيجب انكاره لوجوب حصول الاعتقاد بمن سيوجد فيه هذه العلامات فعلى هذا يلزم كفرهم لاعتقادهم[1] مهدوية هذا الشخص المستلزم انكار مهدوية المهدى الذى سيوجد فيه هذه العلامات

قلت قد ذكر فيما مر ان هذا القول مناقض لقول الشيخ فى بحث عدم الكفر بانكار المهدى عليه السلام وهو قوله يكفرون بتكفيرهم من غير موجب لان انكار المهدى عليه السلام لم يقل احد بكفره والشيخ قد كفر بنسبة الكفر الينا بمجرد تصديقنا المستلزم لانكار المهدى الذى هو فى زعم الشيخ فتامل فانه بين

قوله ومن حماقتهم انهم يذكرون بعض الاحاديث الذى[2] لا اصل له عند مهرة الحديث ويزعمون به التعارض[3] مع الاحاديث الصحيحة الواردة بطرق عديدة ولا يخفى ان التعارض انما هو بين الاحاديث المتساوية قوة وضعفا لا بين المشهورات المتواترة المستفيضة الثابتة من طرق عديدة وبين المطعون فيها الذى لا ثبوت له اصلا

قلت وجدت[4] فى الاصل فيها ضمير التانيث العائد الى الالف واللام فى المطعون وذلك ليس بصحيح بل يجب ضمير المذكر ليعود اليه ولا ادرى اهو من سهو الكاتب ام من غلط الشيخ

---

[1] لاعتقاد مهدويته (ج - ب - ش) [2] التى (ج - د - به) [3] التعرض (ش - حاشيه ج)

[4] وجدت فى الاصل ضمير التانيث (ک - ب - ف) ايضا وجدت فيها ضمير التانيث (ک - ب - ف) ايضا وجدت فيها فى الاصل (ت - حاشيه ش - ن)

ناقدین حدیث کے بارہ میں۔

قولہ۔ پس اس کا انکار واجب ہے کیوں کہ اس شخص کا معتقد مہدیت ہونا ضروری ہے جس میں یہ علامتیں پائی جائیں گی اور اسی بنا پر ان کا کفر لازم ہو جاتا ہے کیوں کہ وہ اِس شخص کی مہدیت کے معتقد ہیں جو اس مہدی کی مہدیت کے انکار کو مستلزم ہے جس میں یہ نشانیاں پائی جائینگی۔ قلت پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ شیخ کا یہ قول اُس کے اس قول کے مخالف ہے جو اس نے "مہدی علیہ السلام کے انکار سے کافر نہ ہونے" کی بحث میں بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ "وہ لوگ بے وجہ انکی تکفیر کر کے کافر ہو جاتے ہیں اس لئے کہ مہدی علیہ السلام کے انکار سے کافر ہونے کو کسی نے بھی نہیں کہا" اور شیخ محض ہماری اس تصدیق کی وجہ سے (جو اس مہدی کے انکار کو مستلزم ہے جو شیخ کے خیال میں مہدی ہے) ہماری طرف کفر کی نسبت کرنے کے باعث یقیناً کافر ہو گیا۔ اس میں غور کرنا چاہئے کہ یہ یقیناً ظاہر بات ہے۔

قولہ اور منجملہ ان کی حماقتوں کے ایک یہ ہے کہ وہ ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جن کی ماہرین حدیث کے نزدیک کوئی اصل نہیں ہے اور ان کو ان احادیث صحیحہ کے متعارض خیال کرتے ہیں جو متعدد طریقوں سے وارد ہیں اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ تعارض تو انہیں حدیثوں میں ہوا کرتا ہے جو قوت اور ضعف میں مساوی ہوں نہ کہ مشہور متواتر مستفیض اور طرق متعددہ سے ثابت شدہ حدیثوں میں اور ان حدیثوں میں جو مطعون ہیں اور جن کا کوئی ثبوت نہیں۔ قلت میں نے اصل میں لفظ "فیھا" میں ضمیر مونث پائی جو المطعون کے الف لام کی طرف لوٹتی ہے اور یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ضمیر مذکر کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اسکی طرف عاید ہو سکے۔ معلوم نہیں یہ کاتب کا سہو ہے یا شیخ کی غلطی ہے

و[١] ذلك ليس ببعيد وآخر كلامه يدل على ما ذكرت وهو قوله الذى لا ثبوت له اصلا ثم اعلم ان حماقة الشيخ نسبة[٢] الحماقة الينا لانه لم يقع بيننا وبين مهرة الحديث مباحثة فى وقت ما حتى تعارض بالاحاديث التى لا وجود لها عند مهرتها فهل هذا الا من مفتريا ته ثم يفهم من كلام الشيخ ادعاء مهارتها لنفسه وكلامه شاهد على حماقته وافلاسه من مهارة الحديث حيث قال فالحاصل ان المهدى لا يتحقق الا وان يوجد فيه جميع ما ورد فى شانه من الاحاديث وسيجئ قريبا وايم الله لا يحكم بمثل هذا الحكم من له ادنى درايته فى الحديث فضلا عن المهارة وما[٣] وجدت تمثيلا لنسبة الشيخ ايانا الى الحماقة الا ما يضرب فى عرفنا وهو ما يحكى ان رجلا من الدكن تكلم مع رجل من كجرات[٤] فقال ايش هذا[٥] يعرف فيكم تتكلمون بكلمة ثم تكررونها بحذف حرف فى اولها واتيان الميم مكانه كما تقولون للخبز روتى موتى وللماء بانى مانى وللسيف تروار مروار فاجاب الكجراتى دافعا عن نفسه هذه النقيضة بان ذلك يصدر ممن يكون بازارى مازارى اى السوقى اثبت النقيضة فى عين الدافع[٦] كذلك الشيخ نسبنا الى الحماقة وعد نفسه من المهرة مع تكلمه

---

[١] ذلك ليس ببعيد (ف - ص) [٢] نسبته (س - ن) [٣] وما وجدت تمثيل لنسبة الشيخ (د - ب)
ايضا ما وجدت تمثيل نسبة الشيخ (ش) ايضا وما وجد تمثيلا (ض - ل) [٤] الكجرات كذا فى جميع النسخ الا (ن) [٥] هذا العرف فيكم كذا فى جميع النسخ الا "ج و ش"
[٦] الدافع (د - ت - ک - ط - ش - ص - ف - حاشيه ج - ن)

اور یہ بھی کوئی بعید از قیاس بات نہیں ہے اور شیخ کے کلام کا آخری حصہ "الذی لا ثبوت لہ" جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس پر دلالت کرتا ہے۔ اسکے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ شیخ کا ہماری طرف حماقت کی نسبت کرنا خود اسکی حماقت ہے کیونکہ ہمارے اور ماہرین حدیث کے مابین کبھی مباحثہ نہیں ہوا جو بے ثبوت حدیثیں ماہرین حدیث کے سامنے پیش کیجاتیں۔ پس یہ بھی شیخ کی افترا پردازیوں میں سے ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کی باتوں سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اسے خود بھی مہارت حدیث کا دعویٰ ہے حالانکہ اس کا کلام اس کی حماقت اور مہارت حدیث میں اس کے مفلس و بے مایہ ہونے پر شاہد ہے چنانچہ اس نے کہا ہے کہ" حاصل یہ ہے کہ مہدی موعود کا تحقق اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اس میں وہ تمام باتیں پائی جائیں جو اس کی شان میں احادیث میں وارد ہوئی ہیں اور اس کا یہ قول عنقریب آئیگا" حالانکہ بخدا ایسا حکم وہ شخص بھی نہیں لگا سکتا جسے حدیث کی معمولی سی سمجھ بھی حاصل ہو۔ چہ جائیکہ وہ جسے اس میں مہارت ہو اور شیخ نے جو حماقت کو ہماری طرف منسوب کیا ہے اس کے لئے بجز اس حکایت کے کوئی تمثیل نہیں پاتا جو ہمارے ہاں عام طور پر بیان کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ" ایک دکنی نے اثنائے گفتگو میں گجراتی سے کہا کہ یہ بات تمہارے اندر کیوں عام طور پر پائی جاتی ہے کہ"جب تم کوئی کلمہ زبان سے ادا کرتے ہو تو پھر مکرر اسے اس طرح دہراتے ہو کہ اس کا پہلا حرف حذف کرکے اسکی بجائے میم استعمال کرتے ہو مثلاً روٹی کو تم روٹی موٹی' پانی کو پانی مانی اور تلوار کو تلوار مروار کہتے ہو" گجراتی نے اپنے اوپر سے اس اعتراض کو دفع کرتے ہوئے جواب دیا کہ" ایسی حرکت ہمارے ہاں کے بازاری مازاری لوگوں سے صادر ہوتی ہے" پس گویا گجراتی نے عین اعتراض کے دور کرنے کی حالت میں اور بھی اسے ثابت کردیا یہی حال شیخ کا ہے کہ ہماری طرف حماقت کی نسبت کرتا ہے اور اپنے آپ کو ماہرین سے شمار کرتا ہے۔ حالانکہ خود ایسی گفتگو کرتا ہے

بكلامٍ[51] مشابه بكلام هبنق كما لا يخفى على العاقل .

قوله مع ان التعارض انما يلزم منه سقوط وجوب الاعتقاد في احد الجانبين فمن اين لهم وجوب اعتقاد هذا الشخص بادعاء التعارض هل هذا الا من جهلهم

قلت اذا[52] سلم على قاعدته يجب تصديق المدّعى[53] باخلاقه اذ الاخلاق هي المثبتة لمعجزة[54] الانبيا وصحة شهادة[55] الشهداء ولولاها لما ثبتت[56] لانا لو فرضنا اجتماع النبي اهل المعجزة الخارقة[57] للعادة مع اهل السحر الخارق للعادة تخييلا وادعاء كل منهما النبوة فاى فارق لنا بينهما فكيف نصدق احدهما ونكذب الآخر فلا يمكن الفرق بينهما الا باخلاقهما فمن وافق اخلاقه باخلاق الانبياء الماضين وجب تصديقه ومن لا فلا فالمعجزة مفتقرة في صحتها الى الاخلاق وكذلك الشهادة مردودة الا من عدل ذى اخلاق حسنة مرضية فمصحح[58] الشهادة ايضا اخلاق الشاهد وسيجئ البحث[59] مشبعا في تمثيل البق

قوله ومن جهالتهم خرقهم الاجماع

قلت زاد الله الفحش[60] في خزانة الشيخ كيف ينفقه من غير مبالات الى النقاد[61] قال الله تعالى ولا يحيق المكر السيئ الا باهله

[51] بكلام مشابه هنبق (حاشيه ج) ايضا مع تكلم الكلام مشابه بكلام هبنق (ض) ايضا بكلام مشابه لكلام هنبق (ط - ف - غ - ك - د - ن - ف [52] اذا سلم التعارض على قاعدته (ت - ص ف - ط - س - حاشيه ن) ايضا اذا يسلم على قاعدته (ل) ايضا اذا اسلم على قاعدته (ض) [53] الداعى (ص) [54] لمعجزات الانبياء (غ - ف - د - ت) [55] شهادات (د - ت - ص - ف - ك - ف - غ - ط - س - ن) [56] ثبتت (د - س - ت - ك - غ - ط - ن) [57] خارق (ج) [58] فصحيح حاشيه ج - حاشيه س) ايضا فمن صححه (غ - ط - ص - ت - ض - ل)
[59] هذا البحث (ض - ل) [60] الوحشة (حاشيه ج - حاشيه ش) [61] النقاد (ض - ل)

جو شیخ کے کلام کے مشابہ ہوتی ہے جیسا کہ عقلمند پر پوشیدہ نہیں ہے۔

قولہ معہذا تعارض سے تو جانبین میں سے کسی ایک کے وجوب اعتقاد کا ساقط ہونا لازم آتا ہے پس ایسی حالت میں انہیں دعوائے تعارض کے باوجود اس شخص کے لئے اعتقاد کا واجب ہونا کہاں سے حاصل ہو جائے گا۔ یہ ان کی نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔

قلت اگر شیخ کے قاعدہ کے موافق یہ (تعارض) تسلیم کرلیا جائے تو مدعی کی تصدیق اس کے اخلاق ہی سے ضروری ہوگی اسلئے[1] کہ اخلاق ہی انبیا کے معجزہ کو اور گواہوں کی شہادت کی صحت کو ثابت کرتے ہیں اور اگر اخلاق نہ ہوں تو یہ ثابت نہ ہو۔ اسلئے کہ اگر ہم خارق عادت معجزہ والے نبی کا اجتماع ایسے جادوگر کے ساتھ فرض کرلیں جو محض تخئیلی طور پر خارق عادت کام کرتا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک نبوت کا مدعی ہو تو ہم کس چیز سے ان دونوں میں فرق کرینگے اور کس طرح ایک کی تصدیق اور دوسرے کی تکذیب کرینگے پس ان دونوں کے مابین اخلاق ہی سے فرق کیا جا سکتا ہے جس کے اخلاق گزشتہ انبیا کے اخلاق کے موافق ہونگے اس کی تصدیق واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ معجزہ اپنی صحت میں اخلاق کا محتاج ہے اور اسی طرح شہادت بھی سوائے اس شخص کی شہادت کے رد کردی جاتی ہے جو عادل اور اچھے پسندیدہ اخلاق والا ہو۔ پس شہادت کو پایہ صحت تک پہنچانے والے بھی شاہد کے اخلاق ہی ہیں اور عنقریب مچھر کی تمثیل کے ذیل میں سیر حاصل اور تفصیلی بحث آئے گی۔

قولہ اور خرق اجماع (اجماع امت کا خلاف) بھی منجملہ ان کی نادانی کے ہے۔

قلت اللہ تعالیٰ بیہودگی کا شیخ کے خزانہ میں اضافہ فرمائے وہ اس کے ختم ہونے کی پروا کئے بغیر کس طرح اسے خرچ کرتا ہے۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ" (اور نہیں گھیرتا برا مکر مکر کرنے والوں کو)

[1] اسلئے کہ اخلاق ہی انبیا کے معجزہ کو ثابت کرتے ہیں اور انہیں سے گواہوں کی گواہی صحیح سمجھی جاتی ہے۔

قوله بان يعتقدوا فی الولی العصمة فلا يجيزون[1] السهو والغلط والزلة علی الولی

قلت ذكر الشيخ لفظ الولی مطلقا من غير قيد بالمهدی من[3] تعنته[2] مع علمه بانا نجوز الغلط والسهو علی الولی المطلق اما الغلط علی المهدیؑ فی معلوماته[5] من الله تعالی فلا نجوزه[4] لان مرتبته تاباه اذلو يجوز[6] الغلط عليه فی معلوماته[5] ليجوز[7] فی علمه انه المهدی وحينئذ لا يجب تصديقه فيفوت فائدة ارساله ودعوته ويكون هو متكلفا[8] بما لا يجب تكليفه وذلك لا يليق بحاله هذا ما ذكرته عقلا اما الدلائل[9] النقلية المؤيدة لما ذكرت[10] ساذكرها[11] ان شاء[14] الله تعالی

قوله وليس كذلك بل الولی يكون محفوظا يعنی يمكن ان يصدر من الولی الخطا والزلة[11] ولكن لا يصر علی ذلك ومع ذلك لا ينقص[12] مرتبته كما قيل الولی ولی وان اتی حدا وا[13] اقيم عليه مالم يخرج الی حد الفسق باصرار وادمان ينفی ظاهر الحكم عنه بالولاية

قلت اصحابنا علی هذا الاعتقاد فی غير المهدی

قوله فالحاصل ان المهدی لا يتحقق الا وان يوجد فيه

---

[1] يجوزون (ت) [2] لتعنته (حاشيه ش) [3] عن (ص - غ - ت - ف) [4] نجوز (س - ت - غ - ک - ت - ل - د - ص - ط - ت - ن) [5] معلومه (غ - ف - س - ب - ک - ص - ط - ض - ن) [6] لجوز (ص - ک - ط - ت - ض - ل) ايضا نجوز (د - ک - ط - س) [7] ستكلفا الی آخره (ج) [8] الدليل النقلی (س - ف - ط - ض - ل - ب - ش) [9] ذكرته (ج) [10] ساذكر (ص - غ - ت - ن - ص)
[11] والزلة ومع ذلك لا ينقص (ب) [12] لا ينقض (د - ت - ف)
[13] او (ج - ص - ط - ت - س - ن) [14] ان شاء الله (ت - س)

قولہ کہ وہ ولی کے معصوم ہونے کے معتقد ہیں اور ولی سے سہو غلطی اور لغزش کو جائز نہیں سمجھتے۔ قلت شیخ کا لفظ ولی کو مطلقاً بغیر مہدی کی قید کے بیان کرنا محض اس کی خردہ گیری کی وجہ سے ہے باوجود اس کے کہ وہ جانتا ہے کہ ہم ولی مطلق سے سہو و غلط کے صدور کو جائز سمجھتے ہیں۔ البتہ مہدی کو جو معلومات منجانب اللہ حاصل ہوتی ہیں ان میں ہم غلطی کو جائز نہیں رکھتے اس لئے کہ اس کا مرتبہ اس سے ابا کرتا ہے۔ کیوں کہ اگر اس کی معلومات میں غلطی کو جائز ٹھیرا دیا جائے تو اس غلطی کا جواز اس کے علم میں بھی رہے گا کہ وہ مہدی ہے اور اس حالت میں اس کی تصدیق ضروری نہ ہوگی۔ پس اس کے ارسال و دعوت کا فائدہ بھی فوت ہو جائے گا اور وہ ایسی چیز کا مکلف ہوگا جس کی تکلیف واجب نہیں اور یہ اس کے حال کے لائق نہیں ہے۔ یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے عقلی طور پر ہے وہ دلائل نقلیہ میں عنقریب بیان کرونگا جو میرے بیان کی تائید کرنے والے ہیں انشاءاللہ۔

قولہ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ولی محفوظ ہوتا ہے یعنی ولی سے خطا اور لغزش کا صادر ہونا ممکن ہے لیکن وہ اس پر مصر نہیں ہوا کرتا اور باوجود اس کے اس کا مرتبہ نہیں گھٹ جاتا چنانچہ کہا گیا ہے کہ ولی ولی ہی رہتا ہے اگرچہ وہ ان امور کا مرتکب ہو جو مستوجب حد ہیں اور حد اس پر قائم کی جائے تا آنکہ وہ فسق کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ ایسے اصرار و دوام خطا کے باعث جو ظاہری طور پر حکم ولایت کی اس سے نفی کردے۔

قلت ہمارے اصحاب کا بھی مہدی کے سوا دوسروں کے بارہ میں یہی اعتقاد ہے[1]

قولہ پس حاصل یہ ہے کہ مہدی کا تحقق اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اس میں پائی جائیں

[1] ہم لوگوں

جميع ما ورد في شانه من الاحاديث

قلت قد ذكرت فساد هذا الكلام مرارا فيما قبل فلا نعيده[1] رحم الله من انصف وتامل في اعتساف الشيخ كيف عدل عن مذهب الاصوليين والمحدثين حيث شرط وجدان الاحاديث كلها وهي مختلفة اختلاف الليل والنهار فانظر ايها المنصف هذا حال من يعد نفسه من مهرة الحديث فكيف حال من لا يكون منهم ثم يحتج بالحديث فويلا[2] على الشيخ وامثاله

قوله اذ لو تحقق ببعض[3] منها لم يكن لذكر الباقي فائدة

قلت كلام الشيخ يدل على عدم اطلاعه على تمسكات المجتهدين واستدلالاتهم بالاحاديث وتاويلاتهم لها وجعلهم بعضا[4] منها اصلا في الباب لقوتها عندهم وتركهم ما يعارضها لضعفها ولو نظر الشيخ بنظر الانصاف في الاحاديث الصحاح[5] الدالة على رفع اليد لوجد اكثر من عشرة احاديث مع انها متروكة عند الحنفي[6] وكذلك لو نظر في الآيات والاحاديث الدالة على زيادة الايمان ونقصانه لوجدها اكثر من ان تدخل تحت الضبط ومع ذلك انها ماولة عند الحنفي وكذلك الاحاديث الدالة على طهارة الماء اذا[7] كان مقدار قلتين متروكة

---

[1] نعيد (د-ت-ط-ض-ل-ص-غ-ش-ك-س-ن) [2] فويلا للشيخ وامثاله (س) ايضا فويل للشيخ وامثاله (ن) ايضا فواويلا على الشيخ وامثاله (ف) [3] بعض (ج) [4] بعضها (ك-ط-س-د) [5] والصحاح الدالة (ص)
[6] الحنفية (ا-س)
[7] اذ (ك-ط-ج-د-ت-س)

وہ تمام چیزیں جو احادیث سے اس کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔
قلت اس عبارت کی خرابی میں پہلے بارہا بیان کرچکا ہوں اب اس کا اعادہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس پر مہربانی فرمائے جس نے انصاف کیا اور شیخ کے تجاوز عن الحق میں غور کیا کہ وہ کس طرح اصولیین اور محدثین کے مذہب سے متجاوز ہوگیا اس لئے کہ اس نے (مہدی موعود میں) تمام احادیث کے پائے جانے کی شرط لگادی ہے حالانکہ ان میں ایسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ لیل ونہار میں۔ پس انصاف پسند آدمی کو دیکھنا چاہئے کہ یہ اس شخص کا حال ہے جو خود کو ماہرین حدیث میں سے شمار کرتا ہے۔ پس ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ان میں سے نہیں ہیں۔ پھر وہ حدیث سے حجت بھی لاتا ہے۔ پس افسوس ہے شیخ اور اس کے جیسے لوگوں پر
قولہ اس لئے کہ اگر ان میں سے بعض ہی سے (مہدی) متحقق ہوجائے تو باقی کے ذکر کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ قلت شیخ کا کلام مجتہدین کے تمسک اور استدلال بالحدیث۔ احادیث میں ان کی تاویل کرنے اور کسی مسئلہ میں بعض حدیثوں کو اپنے نزدیک ان کے قوی ہونے کی وجہ سے اصل بنانے اور جو اُن کے معارض ہوں ان کو بہ سبب ان کے ضعف کے ترک کردینے سے ناواقف ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اگر شیخ بہ نظر انصاف ان صحیح حدیثوں کو دیکھے جو رفع یدین پر دلالت کرتی ہیں تو انہیں دس سے بھی زیادہ پائے باوجود اسکے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک متروک العمل ہیں۔ اسی طرح اگر وہ ان آیات اور احادیث کو دیکھے جو ایمان کی کمی بیشی پر دلالت کرتی ہیں تو انہیں وہ اس سے بھی زیادہ پائے کہ وہ تحت ضبط آسکیں لیکن باوجود اس کے انکی احناف کے ہاں تاویل کی گئی ہے۔ ایسے ہی جو حدیثیں مقدار قلتین پانی کی طہارت پر دال ہیں وہ ترک کردی گئی ہیں۔

عند الحنفی[1] ولا اصل یعتمد علیه فی تقدیر الماء عشرا فی عشر عند اهل الحدیث کلهم کما ذکر فی[2] الفقاعی شرح المصابیح وغیره مع انه المذهب عند الحنفیین والعجب من الشیخ وامثاله یعلمون ان الاحادیث واردة فی ابواب الدین کلها کالطلاق والزکوة واللعان والخلع والسلم والاجارة والهبة والرضاع والعتق والطهارة والنجاسة والاغتسال وغیرها والمجتهدون عجزوا من[3] التمسك بکلها لاختلافها فتمسکوا ببعض الاحادیث الراجحة عندهم فی مرتبة الصحة فجعلوها اصلا ومدارا وترکوا غیرها او اولوها ولا یوجد باب من ابواب الدین اتفقوا فیه فلم یختلفوا ولو خاض المجتهدون فی تعیین[4] اوصاف المهدی لاختلفوا لاختلافها[5] کما اختلفوا فی سائر ابواب الدین فکیف یتصور العاقل ان الاحادیث الواردة فی المهدی توجد کلها فیه وهذا مما یاباه العقل[6] فتامل فانه بیّن

قوله قد ذکر الترمذی فی شمائله ان النبی یخزن[7] لسانه الا فیما یعنیه

قلت مقصود الشیخ من ایراد قول الترمذی تائید قوله اذ لو تحقق ببعض[8] منها لم یکن لذکر الباقی فائدة یعنی ان النبی علیه السلام

---

[1] الحنفیة (ن) [2] فی شرح المصابیح (حاشیه ج) [3] عن (س-ت-غ-ک-ط ف-ص) [4] تعیین (ج-د-ب-ف-ش-ع-ن)
[5] اختلافا (حاشیه س-ج) [6] العاقل (ص)
[7] یحرز (ج-ن) [8] بعض (ب-ل-ع-ش)

حنفیوں کے نزدیک اور طہارت ماء کیلئے دہ در دہ کا جو اندازہ مقرر کیا گیا ہے اسکے لئے تمام محدثین کے نزدیک کوئی ایسی اصل موجود نہیں ہے جس پر اعتماد کیا جا سکے جیسا کہ مصابیح کی شرح فقاعی وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے لیکن باوجود اس کے حنفیوں کا یہی مذہب ہے۔ نیز شیخ اور اس جیسے لوگوں سے تعجب ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ حدیثیں دین کے تمام مسائل کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں مثل طلاق۔ زکوٰۃ۔ لعان۔ خلع۔ سلم۔ اجارہ۔ ہبہ۔ رضاع۔ عتق طہارت۔ نجاست اور اغتسال وغیرہ کے۔ حالانکہ مجتہدین ان تمام حدیثوں سے تمسک کرنے سے انکے اختلاف کی وجہ سے عاجز رہے۔ البتہ ان میں سے باعتبار مرتبہ صحت کے بعض حدیثیں جو انکے نزدیک راجح رہیں ان سے انہوں نے تمسک کیا اور ان ہی کو اصل و مدار بنایا اور ان کے ماسوا حدیثوں کو یا تو ترک کر دیا یا انہیں تاویل کی اور مسائل دینیہ میں سے کوئی مسئلہ بھی ایسا موجود نہیں ہے جس میں وہ متفق ہو گئے ہوں اور اختلاف نہ کیا ہو اور اگر مجتہدین تعیین اوصاف مہدی میں غور و خوض کرتے تو یقیناً وہ اس میں ایسے ہی مختلف الرائے ہوتے جیسے کہ باقی مسائل دین میں ان میں اختلاف ہے پس عاقل کس طرح اس امر کا تصور کر سکتا ہے کہ مہدی موعود کے بارہ میں جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں وہ سب کی سب اس میں پائی جائیں گی اور یہ تو ایسی چیز ہے جس سے عقل بھی انکار کرتی ہے۔ پس اس میں غور کرنا چاہئے اس لئے کہ وہ بالکل ظاہر ہے۔

قولہ ترمذی نے شمائل ترمذی میں بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک کو لایعنی چیزوں سے بچایا کرتے تھے۔

قلت شیخ کا ترمذی کے قول کے ذکر کرنے سے یہ مقصد ہے کہ اس سے اپنے قول" اس لئے کہ اگر مہدی ان میں سے بعض ہی سے متحقق ہو جائے تو باقی کا ذکر بے فائدہ رہے گا" کی تائید کرے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

لم يتكلم بما لا مقصود فيه فاذا لم يوجد بعض الاحاديث لا يكون مهديا ولو قيل بكونه مهديا مع ذلك لزم كونه عليه السلام متكلما بما لا مقصود فيه وذلك غير جائز قلت مرّ جوابه آنفا فلا[١] نعيده فكيف يفلح[٢] قوم تدور رحاهم على مثل هذا الشيخ

قوله ولو ادعى احد مثل هذه[٣] الدعوة فلابد ان يعرض دعواه على الشرع والاحاديث فان وافق فيصدق والا فلا فان كان الشخص متورعا ومتشرعا وكلامه قابل[٤] للتاويل والتوفيق بالشرع فيأول[٥] ويوفق بالشرع حسنا للظن على المومنين

قلت قد وجدنا دعوى متبوعنا موافقا بالشرع بل وجدناه حاكما فى الشرع الاجتهادى ومبينا له لما هو من عهدته اذ بعض احكام الشريعة[٦] الاجتهادية يرفعه المهدى وعيسى عليهما[٧] السلام ولو لم يرفعاه[٨] وتقلدا المجتهدين لوقع[٩] الشك فيهما لانهما لا يكونان مقلدين

قوله وان لم يقبل التاويل فيجب طرحه وانكار دعواه والاخذ بالشريعة واما[١٠] التاويل بالشرع بما يخالف الاجماع وتوفيقه بمدعاه وجعله اصلا والشرع تبعا ليس الا الضلالة اعاذنا من ذلك

---

[١] فلا نعيد (د - ک - ص - غ - ط - س - ن) [٢] يصلح (ج - ب) [٣] هذا الدعوى (ک - ش - ف - ب - ط - ن)
ايضا هذا الداعى (ص) [٤] قابل التاويل (ج - ب - ش - س - ن) ايضا قابلا للتاويل (ض - س) [٥] فيئول (ل - د - س - ب - ف - ط) [٦] الاحكام الشرعية الاجتهادية (ج) [٧] عليهما السلام (ص - ش) [٩] وقع (ج - ص - ض - ل)
[١٠] اما التاويل بالشرع (ط - س)
ايضا واما تاويل الشرع (د - ي - ک - ف - غ - ت)

غیر مقصود چیزوں کے ساتھ تکلم نہیں فرمایا کرتے تھے۔ پس جب بعض حدیثیں نہیں پائی جائیں گی تو وہ مہدی موعود نہ ہوگا اور اگر اس کا مہدی ہونا فرض کر لیا جائے تو اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر مقصود چیزوں کے ساتھ متکلم ہونا لازم آتا ہے اور وہ ناجائز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب ابھی گزر چکا ہے جس کا ہم اعادہ نہیں کرتے۔ وہ قوم کس طرح فلاح پا سکتی ہے جس کی چکی شیخ جیسوں پر گردش کرتی ہو یعنی جس کا اعتقادی دارومدار شیخ جیسے لوگوں کے قول پر ہو۔

قولہ اور اگر کوئی شخص اس دعویٰ جیسا دعویٰ کرے تو یہ ضروری ہے کہ اس کے دعوی کو شریعت اور احادیث پر پیش کیا جائے۔ پس اگر وہ دعویٰ ان کے موافق ہوگا تو تصدیق کی جائے گی ورنہ نہیں۔ اگر کوئی پرہیزگار پابند شریعت شخص ہو اور اس کا کلام تاویل کے اور شریعت کے موافق ہونے کے قابل ہو تو باعتبار اس کے کہ مومنین کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیئے اس کے کلام کی تاویل کی جائے گی اور اسے شریعت کے موافق کیا جائے گا۔

قلت ہم نے اپنے متبوع کا دعوی شریعت کے موافق پایا بلکہ اسے اجتہادی شریعت کا حاکم اور اس کا مبیّن (مفسر) پایا کیونکہ یہ ان کا فریضہ ہے اسلئے کہ بعض اجتہادی احکام شرعیہ کو مہدیؑ اور عیسیٰؑ اٹھا دینگے اور اگر وہ دونوں بعض اجتہادی احکام شرعیہ کو نہ اٹھائینگے بلکہ مجتہدین کی تقلید کرینگے تو خود ان دونوں میں شک واقع ہو جائیگا اسلئے کہ وہ دونوں مقلد نہیں ہونگے۔ قولہ اور اگر وہ قابل تاویل نہو تو اس کا چھوڑ دینا اس کے دعوے کا انکار کرنا اور شریعت پر عمل کرنا واجب ہوگا اور شریعت کی ایسی تاویل کرنا جو اجماع کے مخالف ہو نیز شریعت کو اس کے مدعیٰ کے موافق بنانا اس مدعا کو اصل اور شرع کو تابع ٹھہرانا گمراہی ہی گمراہی ہے۔ خدائے برتر ہمیں اس سے پناہ میں رکھے۔

قلت هذا الذی ذکر الشیخ یصح فی سائر الاولیاء اما المهدی الموعود اذا ثبت کونه مهدیا فلیس لاحد ان یعرض قوله الثابت منه بالشرع[1] فان وافق قبل وان خالف رد بل الشرع الحقیقی هو الذی یبینه[2] والتاویل الحسن هو الذی حسنه والقبیح هو الذی قبحه لان الاختلاف الواقع بین الائمة لا یمکن جمعه فلا بد للمهدی ان یحکم فیه بتصویب بعضهم وتخطئة بعضهم مثاله ارادة الحقیقة والمجاز فی لفظ واحد غیر صحیح عند ابی حنیفه صحیح[3] عند الشافعی وکذلک حمل المطلق علی المقید غیر صحیح عند ابی حنیفة الا بشروط وصحیح عند شافعی من[4] غیر شرط وکذلک عموم المجاز صحیح عند ابی حنیفة وغیر صحیح عند الشافعی وقس علیه سائر اختلافات[5] الائمة المجتهدین فهل لکل من اهل المذاهب ان یعرض قوله علی[6] ما قرر فی مذهبه فان وافق قوله لما فی مذهبه قبله والا رده بل الواجب علیهم الاخذ بقوله وترک قول[7] الائمة لانه حجة الله علی الخلق کالانبیاء علیهم السلام والحجة لا یحتج علیها ولا[8] یحتاج الی الحجة ویویده[9] ما ذکر ابو شکور فی التمهید فی کیفیة المرور علی الصراط ذلک یکون للمومنین والکافرین غیر الانبیاء والمرسلین علیهم السلام[10]

---

[1] بالشرع الاجتهادی (د ـ ک ـ ص ـ ت ـ س ـ حاشیہ ن) [2] بینه (ک ـ د ـ ط ـ ص ـ ل) [3] وصحیح عند الشافعی (ص) [4] وقس علیه سائر اختلافات (د ـ ش ـ ک ـ ع ـ ض ـ ل ـ ط ـ س ـ ص) ایضا من غیر الشروط (ف) [5] اختلافات المجتهدین (ج) [6] علی ما قرر مذهبه (ب) [7] اقوال (ک ـ ط) [8] ولا تحتاج الی الحجة (ک ـ ط ـ س ـ ض) [9] وایده (ک ـ غ ـ د ـ س ـ ش ـ ص ـ ت ـ ل ـ ن) ایضا واید (ب) [10] وذلک یکون للجزا الی آخره (ص ـ ل)

قلت۔ یہ جو کچھ شیخ نے بیان کیا باقی اولیا کے بارہ میں صحیح ہے۔ لیکن مہدی موعود کا مہدی ہونا جب ثابت ہو جائے تو پھر کسی کی یہ مجال نہیں کہ جو قول ان سے ثابت ہوا سے شریعت پر پیش کرے اور اگر وہ شریعت کے موافق ہو تو قبول کیا جائے اور اگر مخالف ہو تو رد کر دیا جائے بلکہ حقیقی شریعت تو وہی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں اور تاویل حسن بھی وہی ہے جس کو وہ حسن قرار دیں اور قبیح وہی جس کو وہ قبیح کہیں اس لئے کہ جو اختلاف امت کے مابین واقع ہے اس کا جمع کرنا تو ممکن نہیں پس مہدی موعود کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ان میں سے بعض کے صواب پر اور بعض کے خطا پر ہونے کا حکم کریں مثلاً ایک ہی لفظ میں حقیقت و مجاز دونوں مراد لینا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک درست نہیں ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک درست ہے۔ اسی طرح مطلق کو مقید پر محمول کرنا امام ابو حنیفہؒ کے ہاں نادرست ہے مگر بعض شرطوں سے اور امام شافعیؒ کے ہاں بغیر کسی شرط کے صحیح ہے۔ ایسے ہی عموم مجاز امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صحیح ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک نادرست اور اسی پر مجتہدین کے باقی اختلافات کو قیاس کر لو۔

پس کیا ہر مذہب والے کے لئے یہ جائز ہو گا کہ مہدی موعود کے قول کو اپنے مذہب (کے مسلمات) پر پیش کرے۔ پس اگر وہ اس کے مذہب کے موافق ہو تو اسے قبول کرے ورنہ اس کو رد کر دے نہیں بلکہ ان اہل مذاہب پر اس کے قول کو لینا اور ائمہ کے قول کا ترک کر دینا واجب ہے اس لئے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح اللہ کی حجت ہے مخلوق پر اور حجت پہ حجت نہیں لائی جایا کرتی اور نہ اسے حجت کی احتیاج ہوتی ہے اور اس کی تائید اس عبارت سے ہوتی ہے جو ابو شکور سالمی نے اپنی کتاب تمہید میں پل صراط پر سے گزرنے کی کیفیت کے تحت میں ذکر کی ہے اور وہ یہ کہ "یہ (یعنی پل صراط سے گزرنا) مومنین اور کافرین کیلئے ہوگا نہ کہ انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کیلئے

لان الدخول فی النار هو المرور علی الصراط وذلك يكون للجزاء والثواب والحساب والوزن والكتاب كلها[1] تكون لازمة عامة غير الانبياء والمرسلين لان هذه الاشياء لظهور الحسنات من السيات والاصابة[2] والجزاء والمكافاة والانبياء خلقوا معصومين مقدسين عن ذلك لانهم حجج الله على العباد وحجة الله[3] لا يحتج عليها ولا تحتاج[4] الى الحجة الى هنا كلامه

قوله لو ثبت بالبعض لثبت المهدوية فی كل من يوجد فيه بعض تلك العلامات فيوجد المهديون فی زمان واحد وكذلك عيسى[5] والدجال

قلت العجب من ركاكة هذا الفهم كيف يلزم اجتماع المهديين بوجدان[6] بعض الاوصاف فيهم لانه لا بد لهذا الامر من دعوة اليه باعلام الله اياه واصراره عليه فی حال الصحو حال كون المدعی موصوفا بالاخلاق الحسنة المرضية ويابی الله ان يزين المخطی او المكذب[7] بالاوصاف المحمودة والاخلاق المشكورة ثم يتركه على ذلك الى ان يموت ثم يحيی آثاره بعد موته كما قال النبی عليه السلام عند موته لقد هممت ان ارسل رسولا الى ابی بكر وابنه واعهد ان يتمنی المتمنون او يقول القائلون[8]

---

[1] كله يكون (س ـ ت ـ د ـ ص ـ ش ـ ف ـ ن) ايضا كله يكون للامم عامة (تمهید قلمی ورق ۱۰۵) کلام عربی ۱۲۹ کتب خانہ آصفیہ ـ

[2] ولاصابة الجزاء والمكافاة (ص ـ ت) [3] والحجة لا يحتج عليها (ن ـ ص ـ ل)

[4] يحتاج (ف ـ ك ـ د) [5] كذلك عيسى قلت الى آخره (ص ـ ل)

[6] ان يوجد (س ـ ن) [7] الكذاب (ج)

[8] الى يوم القيامة (حاشيه ش)

اس لئے کہ صراط سے گزرنا جہنم کی آگ میں داخل ہونا ہے اور یہ جزاء و ثواب کے لئے ہوگا۔ اور حساب اور وزن اور نامہ اعمال سب چیزیں عام لوگوں کے لئے لازم ہیں انبیاء و رسل کے واسطے نہیں اس لئے کہ یہ چیزیں تو اس واسطے ہیں کہ نیکیاں بدیوں سے نمایاں ہو جائیں اور اصابت جزاء اور مکافات ظہور میں آجائیں اور انبیاء علیہم السلام ان چیزوں سے معصوم اور مقدس پیدا کئے گئے ہیں کیونکہ بندگان خدا پر خدائی حجت ہیں اور حجۃ اللہ پر کوئی دلیل نہیں لائی جایا کرتی اور نہ وہ کسی حجت کی محتاج ہوا کرتی ہے (یہاں تک ابو شکور سالمی کا کلام تھا)

قولہ اگر مہدی ہونا بعض علامات مہدیت ہی سے ثابت ہو جائے تو مہدیت ہر اس شخص کے لئے ثابت ہو جائے گی جس کے اندر ان علامتوں میں سے بعض علامتیں پائی جائیں۔ پس ایک ہی زمانہ میں بہت سے مہدی عیسیٰ، دجال پائے جائیں گے۔

قلت اس[1] سمجھ کی رکاکت پر تعجب ہے۔ بھلا لوگوں میں بعض اوصاف کے پائے جانے سے بہت سے مہدیوں کا اجتماع کیونکر لازم آجائے گا اس لئے کہ اس واسطے تو مہدی کو اپنی طرف ایسی دعوت دینے کی ضرورت ہے جو خاص مہدی کو اللہ کی جانب سے معلوم ہو اور مہدی کو بحالت ہوش اس پر اصرار ہو اور یہ بھی اس حال میں جب کہ مدعی مہدیت عمدہ اور پسندیدہ اخلاق سے متصف ہو اور اللہ برتر اس سے ابا فرماتا ہے کہ خطاکار یا کذاب کو اوصاف ستودہ اور اخلاق پسندیدہ سے مزین فرمائے پھر اس کو مرتے دم تک اسی حالت پر باقی رکھے اور اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے آثار کا احیا فرماتا رہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت فرمایا تھا کہ "یقیناً میں نے اس امر کا قصد کیا تھا کہ ایک قاصد ابوبکر اور انکے صاحبزادے کے پاس بھیجوں اور وصیت کروں مبادا تمنا کرنیوالے تمنا کرینگے یا کہنے والے کہینگے

[1] اس رکیک سمجھ پر تعجب ہے

ثم قلت یا نبی اللہ و یدفع المومنون اویدفع اللہ و یا نبی المومنون ای یا نبی اللہ ان یکون احد خلیفۃ عند وجود ابی بکر وکذلک ھھنا ولوکان الشخص وجد فیہ بعض اوصاف المھدیٔ ولیس ھو بذلک یا نبی اللہ ان یتم بغیتہ ویمضی امرہ۔

قولہ فما وجدت تمثیل ھولاء الطائفۃ الاکتمثیل شخص اخذ بقۃ وربط فی رجلھا خیطا لطیفا وامسک فی یدہ وجاء الی رجل وقال من یشتری منی الفیل وقال الرجل فما قیمتہ قال کذا وکذا فقال الرجل ھات تشتری ففتح یدہ وقال ھذا فتعجب الرجل من حمقہ وقال کیف تقول لھذا فیلا قال اما تری لہ خرطوما فمثل ھذہ الطائفۃ مثل ھذا الرجل بمجرد علمھم انہ من اولاد الرسول واسمہ محمد یعتقدون انہ ھو المھدی اعاذنا اللہ من جھلھم

قلت صدق الشیخ ما وجد من عماہ تمثیلا آخر حتی یضرب بہ صدق الاعمیٰ فی قولہ ما رایت شمسا قط ولا ضوءھا لانہ اخبر عن حالہ بمقالہ ھکذا حال من جعل اللہ حجاب التعامی علی قلبہ و سمعہ وبصرہ یخبط فکرہ فی الامور خبط عشواء کما حکی اللہ عن شلہ واذا راوھم قالوا ان ھولاء لضالون قالوا للمومنین فی الدنیا انھم لضالون لکن سیندمون ویتحسرون حین یقولون مالنا

ا ای یا نبی اللہ ان یکون احد (ج) ٢ کذلک ھھنا (ط۔ک۔ت۔غ۔ن) ٣ بقیتہ (ش ب) ٤ کمثل (ج۔ش۔ص۔غ۔ن، ایضا کتمثل (ص۔غ) ٥ قال الرجل (ص۔ف۔ غ۔ض۔ط۔ت۔ن) ٦ فیل (د۔حاشیہ ج) ٧ فمثال (د۔ص۔ت)
٨ الا انہ (ج۔د) ٩ بحالہ (ج) ١٠ اویخبط (ج۔س) ١١ خبطۃ (ج)
١٢ مثالہ (ف) ١٣ ای قالوا للمومنین (ب۔د۔ص۔ف۔غ۔ط۔ت۔س۔ن)
١٤ ولکن (ط۔س)

پھر میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ایسا کریگا اور مومنین دفع کرینگے یا اللہ دفع کریگا اور مومنین ایسا کرینگے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس امر سے ایسا کریگا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے موجود ہوتے ہوئے کوئی دوسرا خلیفہ ہو جائے۔ ایسا ہی واقعہ یہاں ہے، کہ اگر کسی شخص میں مہدی موعود کے بعض اوصاف پائے جائیں اور وہ فی الحقیقت ایسا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے ابا فرماتا ہے کہ وہ اس کی مراد کو پورا اور اس کے کام کو جاری فرما دے۔

قولہ مجھے اس گروہ کی کوئی تمثیل نہیں ملی بجز اس مثال کے کہ "ایک شخص نے ایک مچھر پکڑ کر ایک باریک ڈورا اسکے پاؤں میں باندھ دیا اور اسے اپنے ہاتھ میں لے کر ایک شخص کے پاس آیا اور کہا کہ "تجھ سے ہاتھی کون خریدتا ہے"۔ دوسرے شخص نے کہا کہ اسکی قیمت کیا ہے اس نے جواب دیا کہ اتنی اور اتنی۔ اس دوسرے شخص نے کہا لا! ہم خریدیں پس اس نے اپنا ہاتھ کھولا اور کہا یہ۔ پس اس شخص کو اس کی حماقت پر تعجب ہوا اور اس نے کہا کہ "تم اسے ہاتھی کس طرح کہتے ہو" اس نے جواب دیا کیا تمہیں اسکی سونڈ نظر نہیں آتی۔ حاصل یہ کہ اس گروہ کی حالت بھی اس شخص کی سی ہے کہ محض یہ معلوم کر کے کہ وہ (یعنی جس کو وہ مہدی موعود سمجھتے ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہے اور اس کا نام محمد ہے وہ اس کے مہدی ہونے کے معتقد ہو گئے۔ اللہ انکی نادانی سے ہمیں بچائے۔

قلت شیخ کو اپنے اندھے پن کی وجہ سے جب کوئی دوسری تمثیل بیان کرنے کیواسطے نہیں ملی تو اس مثال کے بیان کرنے میں صادق ہے اور یہ سچائی اسکی ایسی ہی ہے جیسے کہ اندھا یہ کہنے میں صادق ہوتا ہے کہ "میں نے سورج اور اسکی روشنی کو کبھی نہیں دیکھا" اس لئے اس نے اپنی یہ حالت اپنی گفتگو سے بتائی ہے۔ ایسا ہی حال ہوا کرتا ہے اس شخص کا جس کے دل۔ کان اور آنکھ پر باری تعالیٰ نابینائی کے پردے ڈال دیتا ہے اور اسکی فکر تمام امور میں اسی طرح بھٹکتی پھرتی ہے جس طرح کہ کم نظر اونٹنی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ جیسے کی مثال بیان فرمائی ہے "واذا رأوهم قالوا ان هؤلاء لضالون" (اور جب وہ انہیں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بیشک یہ لوگ گمراہ ہیں) یعنی منکرین ارباب ایمان سے دنیا میں کہتے ہیں کہ "یقیناً یہ لوگ گمراہ ہیں" لیکن عنقریب انہیں ندامت و حسرت ہوگی جب وہ کہیں گے کہ ہمیں کیا ہو گیا ہے

لا نرى رجالا كنا نعدهم من الاشرار اتخذناهم سخريا ام
زاغت عنهم الابصار نسبوهم الى الضلالة مع انهم هم الكاملون
فى الهداية اما قوله بمجرد علمهم انه هو المهدى فمن اغفاله لان الذى
وجب[1] التصديق به فهو ما وجب به تصديق الانبياء من الاخلاق
لانها هى العلة فى التصديقات والاصل فيها فنحن ايضا نتمسك
ونستدل بها فى التصديق كما استدل ارباب البصائر على نبوته عليه السلام
لانا وجدنا بعض الاحاديث محققه فيه بعضها[2] لا تصلح للاعتقاد
والاحتجاج به ووجدنا ايضا اقوال العلماء فيه مختلفه حتى توقف بعضهم
فى تعيين[3] كيفية المهدى فها انا اذكر الآن حجج صحة الاستدلال
بالاخلاق[4] فى استدلال النبوة فمنها ما ذكر فى شرح العقائد[5] وقد
يستدل[6] ارباب البصائر على نبوته بوجهين احدهما ما تواتر من
احواله قبل النبوة وحال الدعوة وبعد تمامها واخلاقه العظيمة
واحكامه الحكيمة واقدامه بحيث يحجم الابطال ووثوقه بعصمة[7] الله
فى جميع الاحوال وثباته على حاله لدى الاهوال بحيث لم يجد اعداؤه
مع شدة عداوتهم وحرصهم على الطعن فيه مطعنا ولا[8] الى القدح
فيه سبيلا فان العقل يجزم بامتناع[9] هذه الامور فى غير الانبياء
عليهم السلام وان يجمع الله هذه الكمالات فى حق من يعلم انه يفترى

۱ه اوجب (خ‍ ـ ن) ايضا واجب (ح ـ ض) ۲ه بعضها (ن ـ ض ـ ل ـ ب ـ ش) ايضا وبعضها لا تصلح للاعتقاد ف ـ ص ـ ط، ۳ه تعين (ض) ۴ه بالاخلاق فمنها الى آخره (س ـ ت ـ ط ـ غ ـ ف ـ ض ـ ل ص ـ ن) ۵ه فى استدلال النبوة (ف ـ د ـ ک ـ ض ـ غ ـ ط ـ ت ـ س ـ ن ـ ض)
۶ه ويستدل ارباب البصائر (ن ـ ض) ايضا وقد استدل ارباب البصائر (ط) ايضا واستدل ارباب البصائر (ص ـ ف ـ غ ـ ت ـ س)
۷ه بعصمة الله تعالى (ص) ۸ه فلا الى القدح فيه (سبيل) (ب ـ ن)
۹ه بامتناع اجتماع هذه الامور (س ـ ط ـ د ـ ب ـ ف ـ ت ـ ع ـ ک ـ ش ـ ص ـ ن ـ ض)

کہ ان لوگوں کو نہیں دیکھ رہے ہیں جنہیں ہم شریروں میں سے شمار کیا کرتے تھے اور جنہیں ہم نے آلۂ تمسخر بنا لیا تھا یا آنکھیں انکے دیکھنے سے بہک رہی ہیں (تو گویا) شیخ نے گمراہی کو انکی طرف منسوب کیا حالانکہ وہی لوگ رہنمائی میں کامل تھے۔ شیخ کا یہ کہنا کہ "وہ لوگ محض اتنی بات معلوم کرکے ہی اسے مہدی سمجھنے لگے" منجملہ انکی نادانیوں کے ہے اس لئے کہ جس چیز سے کسی کی تصدیق واجب ہوتی ہے وہ وہی اخلاق ہیں جن سے انبیا علیہم السلام کی تصدیق واجب ہوئی تھی کیونکہ تصدیقات کے بارہ میں وہی علت اور اصل ہیں۔ پس ہم بھی تصدیق (مہدی) میں انہیں سے تمسک اور استدلال کرتے ہیں جیسا کہ ارباب بصیرت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ان سے استدلال کیا ہے۔ اسلئے کہ مہدی موعود کے بارہ میں بعض حدیثیں تو ہمیں مختلف ملیں اور بعض ایسی ہیں کہ جو اسکی صلاحیت نہیں رکھتیں کہ ان سے احتجاج یا اعتقاد حاصل ہو اور اس بارہ میں علما کے اقوال ہمیں مختلف ملے۔ یہانتک کہ بعض علما نے مہدی موعود کی کیفیت کے تعین میں بھی توقف کیا ہے۔

اب ہم یہاں وہ دلائل بیان کرتے ہیں کہ اخلاق سے نبوت پر دلیل قائم کرنا صحیح ہے۔ پس منجملہ ان دلائل کے وہ عبارت ہے جو شرح عقائد میں بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے ارباب بصیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دو طرح سے استدلال کرتے ہیں ایک تو یہ کہ آپکی نبوت سے پہلے دعوت کے وقت اور دعوت کے پورا ہو جانے کے بعد کے ان حالات سے استدلال کیا جائے جو متواتر طریقہ پر ثابت ہیں نیز آپکے بزرگ اخلاق دانشمندانہ احکام اور ایسے اقدام سے جو بہادروں تک کو روک دیتا اور آپکے اس وثوق سے جو تمام حالات میں اللہ کی حفاظت پر آپ کو رہتا اور اس ثبات و استقلال سے جس کی وجہ سے آپ ہولناک مواقع پر بھی اپنی حالت پر ثابت قدم رہے اور وہ بھی اسطرح کہ آپکے دشمنوں کو باوجود سخت عداوت اور طعن و تشنیع کی حرص کے انہیں طعنہ دینے کا کوئی موقع اور اعتراض کرنے کا کوئی راستہ نہ ملا۔ اسی وجہ سے عقل یقینی طور پر اس کو ناممکن سمجھتی ہے کہ انبیا علیہم السلام کے علاوہ کسی شخص میں یہ چیزیں پائی جائیں اور یہ کمالات اس شخص میں باری تعالیٰ جمع فرما دے جس کے متعلق اس کے علم میں ہے کہ وہ بہتان باندھتا ہے

عليه[1] ثم يمهله ثلثا وعشرين سنة ثم يظهر دينه على سائر الاديان
ويحيي آثاره بعد موته الى يوم القيامة وثانيهما[2] انه ادعى ذلك
الامر العظيم بين اظهر قوم لا كتاب لهم ولا حكمة معهم
وبين لهم الكتاب والحكمة وعلمهم الاحكام والشرائع واتم
مكارم الاخلاق واكمل كثيرا من الناس فى الفضائل العلمية
والعملية ونور العالم بالايمان والعمل الصالح واظهر الله دينه على
الدين كله كما وعده ولا معنى للنبوة[3] والرسالة سوى ذلك الى
هنا كلامه فانظر ايها المنصف اذا كان استدلال ارباب البصائر
بالاخلاق الحميدة والاوصاف المحمودة فى اثبات النبوة فاى
مانع لك من الآحاد الظنية فى اثبات امر دونها بالاخلاق لشخص[4]
متصف بها قضها وقضيضها لانها دليل قطعى لا يعارضها
الظنى ولقد كان اوصافه الشريفة واخلاقه الكريمة مشهورة
كالشمس فى الظهيرة وتاثير كلامه منتشر[5] فى الآفاق ولقد صار
بصحبته اجبن الناس اشجعهم واجملهم اعلمهم وافسقهم اعبدهم
وابخلهم اسخاهم وهذا هو عين املاء[6] القسط والعدل فى
قلوب اهل الارض بنفى الجور والظلم الذى هو ضد[7] ما ذكرنا
فهولاء اهل الارض حقيقة وغيرهم كبعيرهم ومنها ما ذكر فى
فى الطوالع واخلاقه[8] العظيمة شواهد صدقه كملازمة الصدق

---

[1] وينصره على اعدائه ويحيي آثاره (ک ـ ط) [2] وثانيها (ج ـ ک ـ ب ـ ض ـ ل)
[3] المنبوة (ض ـ ل) [4] بشخص (ج ـ د ـ ش)
[5] منتشرا (غ ـ س ـ ق ـ د ـ ک ـ ص ـ ط ـ ض)
[6] ملاء (ض ـ ل) [7] هو ند ما ذكونا (ج) ايضا هو ضد ما ذكر (د)
[8] بجميع سيره وصفاته المتواترة شواهد صدقه (حاشيه غ)

اس پر پھر وہ اسے تئیس سال تک ڈھیل بھی دے اس کے دین کو باقی دینوں پر غلبہ عطا کرے اور اس کی نشانیوں کو اسکی وفات کے بعد قیامت تک کیلئے زندہ رکھے
دوسرا طریقہ استدلال یہ ہے کہ "آپ نے اپنی نبوت کا دعویٰ ان لوگوں کے سامنے کیا جن کے پاس نہ کوئی کتاب تھی نہ کوئی دانشمندی کی بات اور ان کے لئے کتاب اور حکمت کے مضامین بیان فرمائے۔ احکام اور شرائع کی انہیں تعلیم دی مکارم اخلاق کو پایہ اتمام تک پہنچا دیا اور بہت سے لوگوں کو علمی اور عملی فضائل میں کامل بنا دیا عالم کو ایمان اور عمل صالح سے منور فرما دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے دین کو جیسا کہ آپ سے وعدہ کیا تھا تمام دینوں پر غالب کر دیا اور نبوت و رسالت کے معنی اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں"۔ (شرح عقائد کی عبارت یہیں تک تھی)

پس انصاف پسند آدمی کو دیکھنا چاہیئے کہ جب ارباب بصیرت نے اثبات نبوت کے لئے اخلاق حمیدہ اور اوصاف ستودہ سے استدلال کیا ہے تو آپ کو احادیث آحاد ظنیہ سے کون امر مانع ہے اگر آپ اس (نبوت) سے سوا امر کو دلیل اخلاق سے ایک ایسے شخص کیلئے ثابت کریں جو ان اخلاق سے پورے پورے طور پر متصف ہے۔ اس لئے کہ اخلاق دلیل قطعی ہیں امر مظنون اس کے معارض نہیں ہو سکتا اور انکے (مہدی موعود) شریفانہ اوصاف اور بزرگانہ اخلاق تو ایسے ہی مشہور تھے جیسے کہ ٹھیک دوپہر کے وقت آفتاب (روشن ہوتا ہے) اُن کے کلام کی تاثیر دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور انکی صحبت سے بزدل شجاع، جاہل، عالم۔ فاسق، عابد اور بخیل سخی ہو گئے اور یہی ہے فی الحقیقت قسط و عدل کا اہل زمین کے دلوں میں بھر دینا اس ظلم و جور کو دور کر کے جو خلاف اس کے ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے (یعنی عادات مذمومہ کا اخلاق محمودہ سے بدلنا) اہل ارض تو حقیقت میں یہی لوگ ہیں ان کے سوا جو لوگ ہیں وہ انکے اونٹوں کی طرح ہیں منجملہ ان دلائل کے وہ عبارت ہے جو طوالع میں مذکور ہے اور وہ یہ کہ آپکے اخلاق عظیمہ آپ کی سچائی کے گواہ ہیں مثلاً لازم کر لینا آپکا صدق و صداقت کو

والاعراض عن الدنيا مدة عمره والسخاوة الى غاية[1] لم يمسك الا قوت يومه والشجاعة الى حد لم يفر قط وان اعظم الرعب مثل يوم احد والفصاحة التي ابكمت مصاقع الخطباء من العرب العرباء والاصرار على الدعوة[2] مع ما ترى[3] من المتاعب والمشاق والترفع عن الاغنياء والتواضع مع[4] الفقراء[5] الى هنا كلامه فانظر ايها المنصف اذ وجد شخص يدعى امرا ممكنا دون امر النبوة متصفا باوصاف توجب تصديق مدعى النبوة في زمانها توجب تصديقه وترك المعارضة معه بالآحاد الظنية ومنها ما قال الراغب لكل نبي آيتان عقلية يعرفها البصراء كالانوار الرائقة عليهم والاخلاق الكريمة لهم والعلوم الظاهرة[6] بان يكون كلامهم ذا حجة وبيان يشفي السامعين وهذه الاحوال لا يطلب معها البصير معجزة الاعنادا والثانية معجزة لا بد للقاصر عن ادراك الفرق بين كلام الله وكلام البشر من[7] طلبها

وقال بعض المحققين القاصر يستدل بالمعجزات على الاعتقادات الصادقة والاعمال الصالحة والكامل يستدل بكمالها[8] في شخص على صدقه ووجوب اتباعه اذا الامراض الروحانية غالبة على الاكثر لنقصانهم في القوتين فاذا راينا من يعالجها

---

[1] الغاية نزض) [2] الدعوى (ك - د - ف - غ - ط - س) [3] يرى (ن) [4] من كذا في جميع النسخ الا (غ) [5] وذلك لا يكون الا للانبياء اذ لم يتفق لاحد من الخلق اجتماع هذه الصفات في ذاته وكان اجتماعها في ذاته من اعظم المعجزات واقوى الدلالات على نبوته الى هنا كلامه (ج - حاشيه ش - حاشيه د -)
[6] الزاهرة (د - ط - غ - ت - ك - حاشيه ش - ض) [7] عن (س - ت - ف - د - غ - ك - ط - ض ل - ص - ن) [8] بكمالهما (ت - ص - غ - س - ف - ن)

اور دنیا سے روگردانی کو تمام عمر کے لئے اپنے واسطے۔ اس درجہ سخی ہونا کہ ایک دن کے سدِرمق کے سوا کچھ نہ بچانا۔ اتنا شجاع ہونا کہ کبھی فرار اختیار نہ فرمانا اگرچہ غزوہ احد کی طرح کتنا ہی بڑا موقع مرعوبیت کا کیوں نہ پیش آجائے۔ ایسی فصاحت سے متصف ہونا جس نے خالص عرب کے فصیح و بلیغ خطیبوں کو گونگا کردیا۔ دعوت (توحید و اسلام) پر باوجود ان تکلیفوں مشقتوں کے جو آپ کو پیش آئیں مصر رہنا۔ مال داروں سے استغنا اور فقیروں سے تواضع کا برتاؤ کرنا (صاحب طوالع کا کلام یہاں تک تھا)

پس منصف آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ اگر کوئی ایسا شخص پایا جائے جو کسی امر ممکن کا جو نبوت کے سوا ہو دعوی کرے اور ایسے اوصاف سے متصف ہو جو زمانۂ نبوت میں مدعی نبوت کی تصدیق کو واجب کر دیتے ہیں تو اسکی تصدیق واجب اور احادیث آحاد ظنیہ سے اس کا معارضہ ترک کردینا ہوگا۔ اور منجملہ اُن دلیلوں کے وہ ہے جو راغب اصفہانی نے کہا ہے اور وہ یہ کہ ہر نبی کے لئے دو نشانیاں ہوا کرتی ہیں۔ عقلی جسے ارباب بصیرت ہی پہچانتے ہیں۔ جیسے خوش آیند انوار (جو ان کے چہرے سے برستے ہیں) بزرگانہ اخلاق "روشن علوم" اس طور پر کہ ان کا کلام ایسا مبرہن اور صاف ہو کہ سننے والوں کی تشفی کردے اور یہ حالات ایسے ہیں کہ صاحب بصیرت ان حالات کے ہوتے ہوئے کوئی معجزہ نہیں طلب کریگا عناد کی اور بات ہے دوسری نشانی معجزہ ہے جس کا طلب کرنا اس کے لئے ضروری ہے جو اللہ اور بشر کے کلام میں فرق کرنے سے قاصر ہو۔ اور بعض محققین نے کہا ہے کہ کوتاہ فہم سچے اعتقادات اور نیک اعمال پر معجزوں سے دلیل قائم کیا کرتا ہے اور کامل ان چیزوں کے کسی شخص میں بدرجہ کمال موجود ہونے کو اس کے صدق اور اسکے اتباع کے واجب ہونے پر دلیل ٹھیراتا ہے۔ اس لئے کہ روحانی امراض اعتقاد و عمل کی کوتاہی کی وجہ سے اکثر لوگوں پر غالب ہیں پس جب ہمیں کوئی ایسا شخص نظر آتا ہے جو ان امراض کا علاج

۱ باوجود ان سختیوں مشقتوں کے جو آپ کو دکھائی دیں دعوت پر ثابت قدم رہنا۔ ۲ انوار رائقہ۔ ۳ مدلل۔

ويكمل النفوس علمنا انه طبيب حاذق ونبي صادق انتهى[1]
هذا النقل مذكور في التفسير الرحماني تحت قوله تعالىٰ انعمت
عليهم فانظر ايها المنصف اذا وجد طبيب حاذق داوى
عن الامراض الروحانية ويشفى الله[2] بصحبته[3] ونصيحته الوفا
من المرضى كيف لا يصدق وكيف يدفع دعواه بالآحاد الظنية
ولقد وجدت انا كثيرا من اصحابنا باكين من الم الفراق
متورمي الاقدام من قيام الليالي منتفخي[4] العيون من البكاء
وسهرها وكم منهم صارخ مرتفع الاجفان وكم منهم متاوه
قائم على الاقدام وكم منهم متضرع ساقط على الجنوب وكم
منهم صائح مستلق على الظهور فهؤلاء تابعون[5] لاصحاب المهدي
فاذا كان اصحابه اطباء حذقاء يداوون المرضى بالامراض
الروحانية فما ظنك بذاته والله الهادي الى الرشاد والملهم
للسداد ومنها ما قال صاحب التفسير المسمى بنيسابوري مجيبا
لاشكال الامام فخر الدين الرازي والاشكال قوله انا لانعلم كون
ابليس غير صادق ولا معصوم من الكذب والتلبيس الا بالدلائل
السمعية وصحة الدلائل السمعية موقوفة على صدق محمد[6] وصدقه
يتوقف على ان هذا القرآن معجز[7] من قبل الله لا من قبل الشيطان

---

[1] انتهى كلامه هذا النقل (ص - ت - ض) [2] ويشفى الله (س - ت - ط - ف - د - ب - ك - ض - ل) [3] بصحبته الوفا من المرضى (ش - ب)
[4] ومنتفخي العيون (ج) [5] تابعوا اصحاب المهدي (ج)
[6] محمد عليه السلام (ض - ل)
[7] معجزة (ط - ف - س)

اور نفوس کی تکمیل کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ وہ تجربہ کار طبیب اور سچا نبی ہے (یہ منقولہ عبارت تفسیر رحمانی میں باری تعالیٰ کے ارشاد "انعمت علیہم" (جن پر تو نے انعام فرمایا ہے) کے تحت میں مذکور ہے)

پس انصاف پسند آدمی کو غور کرنا چاہیئے کہ جب ایک ایسا طبیب حاذق مل جائے جو روحانی بیماریوں کا مداوا کرتا ہو اور اسکی صحبت اور نصیحت سے باری تعالیٰ عزاسمہ نے ہزاروں مریضوں کو شفا عطا فرمائی ہو تو اس کی تصدیق کس طرح نہ کیجائے اور اس کے دعوی کو ظنی آحاد حدیثوں سے کیونکر رد کر دیا جائے اور واقعہ یہ ہے کہ میں نے اپنے اصحابؔ میں سے بہتوں کو الم فراق سے روتا ہوا۔ راتوں کو (عبادت کیلئے) کھڑے رہنے سے ان کے پانوؤں کو متورم اور روئے اور بیدار رہنے سے انکی آنکھیں سوجی ہوئی پائی ہیں۔ بہت سے ان میں سے ایسے چیخنے والے ہیں کہ ان کی پلک سے پلک نہیں لگتی اور بہت سے آہ آہ کرنے والے وہ ہیں جو پانوں پر ہی کھڑے رہتے ہیں۔ بہت سے ان میں سے ایسے آہ وزاری کرنے والے ہیں کہ پہلو کے بل پڑے رہتے ہیں اور بہت سے وہ ہیں جو چت پڑے ہوئے ہائے واویلا کرتے ہیں یہ لوگ اصحاب مہدی کے متبعین میں سے ہیں۔ پس جب اصحاب مہدی ایسے حاذق طبیب ہیں کہ امراض روحانیہ کے مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔ پس آپ کا خود ان کے (مہدی موعود کے) متعلق کیا خیال ہے اور راہ راست کی طرف ہدایت کرنے والا اور ٹھیک راستہ کا خیال دل میں ڈالنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور منجملہ ان دلائل کے وہ عبارت ہے جو صاحب تفسیر نیشاپوری نے امام فخرالدین رازی کے اشکال کا جواب دیتے ہوئے بیان کی ہے۔ امام رازی کا اشکال یہ تھا کہ ہمیں ابلیس کے جھوٹے اور کذب و تلبیس سے محفوظ نہ ہونے کا حال دلائل سمعیہ ہی سے معلوم ہوا ہے اور سمعی دلائل کی صحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق ہونے پر موقوف ہے اور آپ کے صدق کا موقوف علیہ یہ امر ہے کہ قرآن حامل اعجاز ہے اور اللہ کی طرف سے (نازل ہوا) ہے نہ کہ شیطان

ساتھیوں میں سے

الخبيث والعلم بذلك يتوقف على العلم بان جبرئيل عليه السلام
صادق مبرأ من التلبيس وافعال الشياطين وحينئذ يلزم الدور
وهذا مقام صعب الى هنا اشكال فخر الدين وجواب النيسابوری
قوله وقد[٢] ذكرنا مرارا ان الفرق بين المعجزة والسحران صاحب
المعجزة يدعو الى الخير وصاحب السحر يدعو الى الشر والفرق
بين الملك والشيطان[١] هوان الملك يلهم بالخير والشيطان
يوسوس بضده واذا كان الامر كذلك فكيف يشتبه[٦]
المعجزة بالسحر وجبرئيل بابليس ومن اين يلزم الدور انتهى هذا
النقل مذكور فى التفسير المذكور تحت قوله تعالى اتى امر الله فلا
تستعجلوه فانظر ايها المنصف انما حصل التفصى عن هذا
المضيق الصعب بالخير الذى هو اسم جامع لجميع الاخلاق
المحمودة والشر الذى هو[٣] الاخلاق المذمومة واذا كان كذلك
فلا يبقى للمنصف شبهة فى صدق شخص موصوف هو وقومه
باخلاق[٤] الانبياء عليهم السلام ومنها ما قال الامام ابو محمد
النصرآبادى فى تفسيره[٥] كاشف المعانى تحت قوله واذ اخذ الله
ميثاق النبيين لما آتيتكم من كتاب وحكمة ثم جاءكم رسول
مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه الآية قوله مصدق لما

---

١ الشيطان (د) ٢ قد ذكرنا مرارا (ص-ف-غ-ط-ت-س-ض)
٣ هو الاخلاق الممقوتة (غ-ك-ط)
٤ بمكارم اخلاق الانبياء (د-ب-ك-ف-ت-ل-ن)
٥ تفسير كاشف المعانى (ج-د-ب-ش-ف-ن)
٦ تشتبه (ن)

خبیث کی طرف سے اور اس کا معلوم ہونا اس بات کے علم پر موقوف ہے کہ جبریل علیہ السلام
سچے ہیں اور شیطانی افعال اور تلبیس سے مبرا اور اس صورت میں دور لازم آتا ہے (دور کے
معنی یہ ہیں کہ ایک ہی چیز موقوف بھی ہو موقوف علیہ بھی) اور یہ مقام دشوار ہے (یہاں تک فخر الدین
رازی کا اعتراض تھا) نیشاپوری کا جواب یہ ہے کہ "ہم بارہا ذکر کر چکے ہیں کہ معجزہ اور
سحر کے درمیان یہی فرق ہے کہ صاحب معجزہ خیر کی طرف بلاتا ہے اور ساحر (جادوگر)
شر کی طرف۔ نیز شیطان اور فرشتہ میں یہ فرق ہے کہ فرشتہ نیکی اور بھلائی کا خیال
دل میں ڈالتا ہے اور شیطان برائی کا اور جب صورت واقعہ یہ ہے تو جادو پر معجزہ کا اشتباہ
کیسے ہو سکتا ہے اور جبریل و شیطان میں کیا مشابہت رہ سکتی ہے اور دور کہاں سے
لازم آجائیگا، نیشاپوری کی عبارت ختم ہوئی اور یہ عبارت باری تعالیٰ کے ارشاد
"اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ" (خدائی حکم آئیگا اس میں عجلت نہ چاہو) کے تحت میں بیان
کی گئی ہے۔ پس صاحب انصاف آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ اس تنگ اور دشوار مقام سے
چھٹکارا خیر کے ذریعہ سے حاصل ہوا جو ایک ایسا اسم ہے جو تمام اخلاق محمودہ کا جامع
ہے اور شر (کے ذریعہ) سے جو اخلاق مذمومہ سے عبارت ہے اور جب ایسا ہے تو
صاحب انصاف کو اس میں کوئی شبہ نہیں باقی رہا کہ جو شخص خود اور اس کی قوم انبیا
علیہم السلام کے اخلاق سے متصف ہے وہ صادق ہے اور منجملہ ان دلائل کے امام
ابو محمد نصر آبادی کا وہ قول ہے جو انہوں نے اپنی تفسیر کاشف المعانی میں ارشاد
باری تعالیٰ "واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ
ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ (اور جب کہ اللہ تعالیٰ
نے عہد لیا انبیا سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو مصدق ہو اسکا جو تمہارے پاس ہے
تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا) کے تحت میں بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں ارشاد
باری تعالیٰ مصدق لما معکم کے معنی یہ ہیں کہ آپ تصدیق کرنے والے ہیں

معكم من الاقوال والافعال والاحوال بحكم الكتاب اى موافق
له باعماله واحواله واقواله هذه الآية وان نزلت لتصديق نبينا
عليه السّلام فى القرآن لكن حكمها كان جاريا فى الانبياء من قبله
حيث جعل الشيخ ابو منصور الماتريدى رضى الله عنه مصدّقا[1]
لجميع الانبياء والمرسلين فما[2] من نبى ولا امة الا كان مامورا
بموجبه ومقتضاه وكان الامر فيهم اذا اتاهم رجل صالح
موافقا فى الاقوال والافعال والاحوال للانبياء[3] الماضية والحالة[4] ثم
ادعى النبوة وجب عليهم ان يقبلوه ثم من[5] كان من الامة شاكا
مرتابا يطلب[6] المعجزة فمن آمن قبل روية المعجزة كان ايمانه
اقوى الايمان كايمان ابى بكر لان الاصل فى امر النبوة هو الاخلاق
واما المعجزة فقد تعارضها السحر اى تشابههما[7] فى كونهما خارقين
لا وقوعا فلذلك[8] من لم يومن بالاخلاق جعل المعجزة سحرا
فلم يومن ابدا واما فى امة محمد صلى الله عليه وسلم اذا كان
وليا[9] موصوفا باخلاق الانبياء فى كمال الولاية ثم جاء بخطاب
من الله ورسوله او[10] اخبر عن حاله باذن من الله ممكنا[11] بحيث
لا يستقبحه الشرع وجب على الخلق ان يقبلوه ولا يجوز تكذيبه اذا
لم يظهر على لسانه شطح قبل ذلك ويكون سكره ممتزجا بالصحو

---

[1] مصدقا (ص-ض-ل-ت-س) [2] فلا (ن-ل) [3] الانبياء الماضية (ج-ب-ش-ص-ف-ک-ت-ن) [4] والحالية (حاشية ج-ش) [5] ثم من الامة من كان شاكا مرتابا (ک-ط) [6] طلب (ب-غ-ت-ن) [7] تشابهها (د-ب-غ-ط-ت-س-ل) ايضا تشابها (حاشية ج-ص-ض-حاشية ش) [8] فكذلك (س-ک-ط)
[9] ولى (د-ب-ک-ف-غ-ط-ت-س-ن)
[10] و (ب-ف-ن-ص) [11] ممكن (ک-ف-ط)

ان اقوال و افعال و احوال کی جو ان کی کتاب اللہ کے حکم کے اعتبار سے ثابت ہیں۔ یعنی آپؐ اپنے اعمال اور احوال اور اقوال سے اس (کتاب) کے موافق ہوں گے۔ یہ آیت اگرچہ قرآن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے لئے نازل ہوئی ہے لیکن اس کا حکم آپؐ سے پہلے انبیا کے بارہ میں بھی نافذ ہے۔ چنانچہ شیخ ابو منصور ماتریدی نے تمام انبیا اور مرسلین کے لئے مصداق ٹھیرایا ہے۔ پس کوئی نبی اور کوئی امت ایسی نہیں ہے جو اس کے موجب اور مقتضیٰ کے موافق مامور نہ ہو اور واقعہ ان میں اس طرح رہا کہ جب کوئی ایسا نیک شخص ان کے پاس آتا جو اپنے اقوال افعال اور احوال میں سابق اور موجودہ انبیاء کے موافق ہوتا اور پھر نبوت کا دعویٰ کرتا تو ان پر اس کے دعوی نبوت کا قبول کرنا واجب ہوتا پھر امت میں سے جس کسی کو شک وشبہ ہوتا وہ معجزہ طلب کرتا۔ البتہ جو شخص معجزہ دیکھنے سے پہلے ہی ایمان لے آتا تو اس کا ایمان حضرت ابوبکرؓ کے ایمان کی طرح قوی تر ہوتا اس لئے کہ نبوت کے مسئلہ میں اصل چیز تو اخلاق ہیں۔ کیوں کہ معجزہ سے تو سحر معارض یعنی مشابہ ہو رہا ہے باعتبار خارق ہونے کے اگرچہ وقوعی طور پر نہ سہی پس اسلئے جو شخص اخلاق پر ایمان نہ لایا اس نے معجزہ کو بھی سحر قرار دیا اور پھر اسے کبھی ایمان نصیب نہ ہوا۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جب کوئی ولی کمال ولایت میں انبیاء علیہم السلام کے اخلاق سے متصف ہو اور وہ کوئی کلام اللہ اور اسکے رسول کیطرف سے لیکر آئے یا اللہ کے حکم سے اپنی حالت کی اطلاع دے درآنحالیکہ وہ ممکن ہو اور شریعت اس کو برا نہ سمجھتی ہو تو مخلوق خدا پر اسکا قبول کرلینا واجب ہے اور اسکی تکذیب ناجائز مگر شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے اسکی زبان سے شطحیات (خلاف شرع باتیں) کا ظہور نہوا ہو اور اس کا سُکر (حالت مدہوشی) صحو (حالت سکون وہوش) سے ممزوج ہو

والصحو غالب لا سكرا محضا فكان تكذيبه كتكذيب احد من الانبياء لان[١] تكذيبه تكفير وتكفير المومن الصالح كفر[٢] كما لا يخفى و كان اخباره من الله بواسطة روح رسول الله دليلا قطعيا فيسقط الدليل الظني اذا تعارضه لان من وصل هذا المقام لا يفترى على الله الكذب فكان ذاته واجب التصديق لان وجوب تصديق الانبياء لم يلزم الا للخصال[٣] المحمودة الموافقة لخصال الانبياء الماضية فكانت الخصلة علة لوجوب التصديق وذلك موجود في هذا الولى فيدور الحكم عليه وذلك من اصول الفقه الحنفية الى هنا كلامه فانظر ايها المنصف كيف يبقى للمنصف شبهة بعد هذا البيان في التمسك بالآحاد في رد من اثبت دعوا الا ما[٤] اثبت دعوى الانبياء من الاخلاق السنية والخلال[٥] المرضية ومنها ما ذكر في البخاري من قول خديجة للنبي صلى الله عليه وسلم بعد قوله عليه السلام زملوني زملوني لقد خشيت على نفسي والله ما يخزيك[٦] الله ابدا انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق فانظر ايها المنصف كيف نفت اغزاء[٧] الشيطان عن النبي عليه السلام بهذه الاخلاق قال الكرماني تحت قول خديجة رض ان خصال الخير سبب

---

١ لان في تكذيبه تكفيره (ض) ايضا لان تكذيبه تكفيره (د-ک-ص-ف-غ-ط-ت-س) ٢ كفر لا يخفى (س-ب-ف) ٣ الا الخصال (ب-ک-د-ص-غ-ت حاشيه ش-ض-ن) ٤ من (ش)
٥ والخصال المرضية (ن) ٦ يخزيك (د-ب-ط-ت-ص-ن)
٧ اغراء (ش) ايضا اغترا (ذ-ب-س) ايضا اعترا (ت-ض-ش)

نیز صحو سکر پر غالب بھی ہو سکر محض ہو۔ پس اس حالت میں اسکی تکذیب ایسی ہی ہے جیسے کہ کسی نبی کی تکذیب کیجائے اسلئے کہ اس کی تکذیب تکفیر ہے اور مومن صالح کو کافر بنانا خود کفر ہے جیساکہ ظاہر ہے اور (وہ) ولی جو خبر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کے واسطے سے منجانب اللہ بیان کرتا ہے وہ دلیل قطعی ہوتی ہے اور دلیل ظنی اس سے متعارض ہوکر ساقط عن الاعتبار ہو جاتی ہے اسلئے کہ جو شخص اس مقام تک پہنچ جاتا ہے وہ اللہ پر جھوٹ کا بہتان نہیں باندھتا۔ پس اسکی ذات کی تصدیق بھی واجب ہوگی کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کا واجب ہونا بھی تو اسی لئے لازم ہوتا ہے کہ انکی خصائل ستودہ انبیا سابقین کی خصلتوں کے موافق ہوتی ہیں حاصل یہ کہ خصلت ہی وجوب تصدیق کی علت تھی اور وہ اس ولی کے اندر موجود ہے پس حکم اسی پر دائر ہوگا اور حنفی فقہ کا اصول یہی ہے (امام ابو محمد نصر آبادی کی عبارت یہیں تک تھی) پس صاحب انصاف کو دیکھنا چاہیے کہ اس بیان کے بعد ایک انصاف پسند آدمی کو حدیث آحاد سے استدلال کرکے اس شخص کے دعوی کے رد کرنے میں کیونکر شبہ باقی رہ سکتا ہے جسکا دعوی ان دلائل نے ثابت کیا ہو جن دلائل نے انبیاء علیہم السلام کے دعوی کو ثابت کیا تھا یعنی روشن اخلاق اور پسندیدہ عادتیں (یعنی اخلاق انبیاء علیہم السلام سے جو متخلق ہو اس کے دعوی کی تکذیب خبر آحاد سے کرنا درست نہیں اس طریق تکذیب کے نادرست ہونے میں کسی کو شبہ نہیں کرنا چاہیے اور منجملہ ان دلائل کے خدیجہ رض کا وہ ارشاد ہے جو بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "زملونی زملونی لقد خشیت علی نفسی" (مجھے کچھ اڑھاؤ مجھے کچھ اڑھاؤ کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے) کے بعد میں ذکر کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ "باری تعالی آپکو کبھی محزون نہیں کریگا کیونکہ آپ صلہ رحمی فرماتے ہیں نکموں کی ضروریات کے متحمل ہوتے ہیں۔ بے نواؤں کے لئے ذریعہ معیشت پیدا فرماتے ہیں مہمانوں کی ضیافت فرماتے ہیں حق کے مصائب میں لوگوں کے معین و مددگار ہوتے ہیں" پس صاحب انصاف کو دیکھنا چاہئے کہ انہی اخلاق کے سبب سے کس طرح حضرت خدیجہ رض نے شیطانی زحمت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے نفی کی ہے۔ کرمانی نے حضرت خدیجہ رض کے اسی قول کے تحت میں بیان کیا ہے کہ اچھی عادتیں سبب بن جاتی ہیں

السلامة[1] من مصارع السوء والمكاره سبب لدفع المكاره
ومنها ما قال الامام ابو حامد محمد الغزالی فی مختصر الاحیاء فی
بیان النبوة بعد ما عدد اخلاقه وآدابه ان[2] ذلك لا یتصور
لكذاب[3] ولا یلبسه بل كانت شمائله واحواله شواهد ناطقة
بصدقه حتی ان الاعرابی الجلف كان یراه فیقول والله ما هذا
بوجه[4] كذاب ولو لم یكن الا هذه الامور الظاهرة لكان فیها
كفایة انتهی[5] فانظر ایها المنصف الی الحجج الموجبة تصدیق
الانبیاء ومنها ما قال الامام المذكور فی رسالته المسماة[6] بغایة العلوم
فان وقع الشك فی شخص معین انه نبی ام لا فلا یحصل لك
الیقین الا بمعرفة احواله اما[11] بالمشاهدة او بالتواتر والتسامع
فانك اذا عرفت الطب والفقه یمكنك ان تعرف الفقهاء والاطباء
بمشاهدة احوالهم وسماع اقوالهم فان لم تشاهد فلا تعجز
ایضا عن[7] معرفة كون الشافعی فقیها وكون جالینوس طبیبا
بالحقیقة لا بالتقلید عن الغیر بل ان تتعلم شیئا من الفقه والطب
وتطالع كتبهما وتصانیفهما فیحصل لك علم ضروری بحالهما فكذلك
اذا فهمت معنی النبوة فاكثر النظر فی القرآن والاخبار یحصل لك العلم الضروری
بكونه علیه السلام (علی) اعلی درجات النبوة واعضد[8]
ذلك بالتجربة فیما قاله[9] فی العبادات وتاثیرها التصفیة[10] القلوب كیف صدق

---

[1] للسلامة (حاشیة ج - غ) [2] وان ذلك الی آخره (د - ك - ص - ف) [3] لكذاب (ش - ف - غ - ص - ط - ت) [4] وجه كذاب (ف - ت) [5] انتهی كلامه (ت) [6] المسمی كذا فی جمیع النسخ الا ج - ن) ایضا فی رسالته المسمی (ص - ل) [7] عن كون الشافعی فقیها كذا فی جمیع النسخ الا (ت - س) [8] اعضد ذلك (ج - ب - ش) [9] قال (د - ك) [10] فی تصفیة القلوب (ك - ط - ن) ایضا وتصفیة القلوب (ب - س - ط - ص - ض - ت - ل) [11] او (س)

بُرے مواقع سے محفوظ رہنے کا اور مکارم اخلاق کو درشتی[1] کے دور کرنے کا موجب ہوتے ہیں اور منجملہ ان دلائل کے امام ابو حامد محمد غزالی کا وہ قول ہے جو انہوں نے مختصر الاحیا میں دلائل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و آداب کے شمار کرنے کے بعد بیان کیا ہے (اور وہ یہ ہے) کہ بیشک یہ تمام امور کسی جھوٹے آدمی کے اندر متصور نہیں ہو سکتے اور نہ اس کے اندر ان کا اشتباہ پایا جا سکتا ہے بلکہ آپ کے یہ عادات و حالات تو آپ کی صداقت کے بولتے گواہ ہیں حتیٰ کہ ایک وحشی بدوی[2] بھی جب آپ کو دیکھتا تھا تو کہہ اٹھتا تھا یہ تو کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں بجز ان ظاہری امور کے اور کوئی چیز موجود نہ ہوتی تو یہی امور (آپ کے صدق نبوت کیلئے) کافی تھے (غزالی کی بات ختم ہوئی) پس صاحب انصاف کو ان حجتوں کی طرف نظر کرنی چاہیئے جو انبیا علیہم السلام کی تصدیق کو واجب کرتی ہیں اور منجملہ ان دلائل کے ایک دلیل وہ ہے جو امام غزالی ہی نے اپنے رسالہ غایت العلوم میں بیان کی ہے کہ اگر کسی خاص شخص کے نبی وغیر نبی ہونے کے بارہ میں شک واقع ہو تو آپکو یقین اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب آپ کو اس کے حالات معلوم ہو جائیں خواہ وہ مشاہدہ سے معلوم ہوں یا تواتر اور تسامع (ایک دوسرے سے سُننے) سے۔ اس لئے کہ تم جب طب اور فقہ کو جان لو گے تو تمہارے لئے فقیہوں اور طبیبوں کا جاننا بھی ممکن ہو گا۔ انکے حالات دیکھ کر انکے اقوال سُن کر بلکہ اگر آپ ان کے حالات کا مشاہدہ بھی نہ کریں تب بھی آپ مثلاً شافعیؒ کے فقیہ اور جالینوس کے طبیب ہونیکی معرفت سے عاجز نہیں ہونگے۔ تحقیق کی بناء پر غیر کی تقلید کے طور پر نہیں بلکہ اس طرح کہ آپ تھوڑی سی فقہ اور کسی قدر طب سیکھ کر ان دونوں صاحبوں کی کتابوں اور تصنیفوں کا مطالعہ کریں تو آپ کو ان دونوں کی حالت کا ضروری علم حاصل ہو جائیگا۔ اسی طرح جب آپ نبوت کے معنی سمجھ گئے تو قرآن کریم اور احادیث میں خوب غور کریں تو آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہونے کا بدیہی علم حاصل ہو جائے گا اور اس کو آپ ان امور کو آزما کر تقویت دیجیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادتوں کے اور ان کی اس تاثیر کے بارہ میں بیان فرمایا ہے جو تصفیہ قلب سے متعلق ہے آپکا یہ ارشاد کیسا سچا ہے کہ

[1] سختیوں۔ [2] نادان اعرابی (از شرح)

فی قوله من عمل بما علم یرزقه الله[1] علم ما لم یعلم وکیف صدق فی قوله علیه السلام من اعان ظالما سلطه الله علیه وکیف صدق فی قوله من اصبح وهمومه هم واحد کفاه الله هموم الدنیا والآخرة فاذا جربت ذلک فی الف والفین وآلاف حصل لک علم ضروری لا تتماری فیه فمن هذا الطریق اطلب[2] الیقین بالنبوة لا فی قلب العصا ثعبانا وشق القمر فان ذلک اذا نظرت الیه وحده ولم تنضم[3] الیه القرائن الکثیرة الخارجة عن الحصر ربما ظننت انه سحر وانه تخییل[4] وانه من الله اضلال فانه یضل من یشاء ویهدی من یشاء وهذا[5] احوال الایمان القوی العلمی واما الذوق فهو کالمشاهدة والاخذ بالید ولا یوجد ذلک الا فی طریق الصوفیة فهذا القدر[6] کاف فی الغرض الذی اقصده الآن الی هنا کلامه فاعلم ایها المنصف ان معرفة المهدی باحواله واقواله وتاثیراته فکم من ظالم صاحب الجاه والتکبر یاکل دماء الناس لما استصحبه یوما او یومین رجع عن[7] ذلک کله وبذل امواله فی سبیل الله وآثر الفقر والقناعة وکم من سارق قاطع[8] الطریق وناقب[9] الجدر لما انس معه یوما او یومین رجع عن[10] ذلک کله واختار الذکر والفکر واستغرق فی[11] الاشتغال مع الله وذهب عنه الامراض الروحانیة

---

[1] رزقه الله (د - ک - ص - ض - ل - ف - ع - ط) ایضا ورثه الله (ت - س - حشیه ن) [2] یطلب ط) [3] ولم تنضم الیه (س) ایضا ولم ینضم الیه (ن) [4] تخیل (ب - ص) [5] هذا (ص) [6] فهذا القدر من حقیقة النبوة کاف (د - س - ک - ص - ف - غ - ط - ت - ن)
[8] قطاع کذا فی جمیع النسخ الا "ن" [8]
[9] ثاقب کذا فی جمیع النسخ الا "ن - ش - س) [10] من (ت)
[11] فی بحر الاشتغال (ک - ط)

"من عمل بما علم یورثہ اللہ علم ما لم یعلم (جو شخص کہ عمل کرتا ہے اپنے علم پر اللہ تعالیٰ اسے مجہول چیزوں کا علم عطا فرماتا ہے) اور کیا صادق ہے آپکا یہ فرمان کہ "من اعان ظالما سلطہ اللہ علیہ (جو شخص ظالم کی مدد کرتا ہے خدا اسی ظالم کو اس پر مسلط فرما دیتا ہے) اور کیسے کچھ صادق ہیں آپ اپنے اس ارشاد میں "من اصبح وھمومہ ھم واحد کفاہ اللہ ھموم الدنیا والآخرۃ" (جو شخص اس حالت[1] میں صبح کرے کہ اسکے تمام غم ایک ہی غم ہو جائیں (یعنی خدا کے سوا اُسے کسی کا خیال نہ ہو) تو اللہ اسکے دنیا و آخرت کے غموں کیلئے کافی ہے) پس جب تم اس کا ہزار دو ہزار بلکہ ہزاروں میں تجربہ کرو گے تو تمہیں یقینی[2] علم حاصل ہو جائیگا اس میں تمہیں شک نہ ہوگا حاصل یہ کہ اس طریقہ سے نبوت سے متعلق یقین طلب کرنا چاہیئے نہ کہ عصا کے اژدہے کی صورت اختیار کر لینے اور قمر کے شق ہو جانے سے اس لئے کہ اگر تم اس کی طرف نظر رکھو گے اور اس کے ساتھ ان قرائن کثیرہ کو منضم نہ کرو گے جو خارج از حصر ہیں تو بعض اوقات تمہیں گمان ہوگا کہ یہ سحر ہے یا یہ کہ وہ محض تخییلی چیز ہے اور یہی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے گمراہ کرنا اس لئے کہ وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ راست دکھلا دیتا ہے اور یہ حالات قوی اور علمی ایمان کے ہیں لیکن ذوق مثل مشاہدہ کے ہے یا کسی چیز کے ہاتھ سے پکڑ لینے کے اور وہ صوفیہ کے طریقہ میں ہی پایا جاتا ہے اور اس قدر (جو ہم نے بیان کیا ہے) ہماری اس غرض کے لئے کافی ہے جس کا ہم اس وقت قصد رکھتے ہیں (غزالی کا کلام یہاں تک تھا)

پس صاحب انصاف کو جاننا چاہیئے کہ مہدی موعود کی معرفت بھی ان کے احوال۔ اقوال اور تاثیرات ہی سے (حاصل ہوئی) ہے۔ چنانچہ ایسے بہت سے صاحب جاہ و تکبر ظالم جو لوگوں کا خون پیتے[3] تھے انہیں جب ایک دن یا دو دن کے لئے بھی آپ کی صحبت نصیب ہو گئی تو انہوں نے ان سب چیزوں سے رجوع اختیار کر لیا اور اپنی مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے[4] فقر و قناعت اختیار کی اور بہت سے چور راہزن اور دیواروں میں نقب لگانے والے جب آپ سے ایک دو دن کے لئے مانوس ہو گئے تو ان سب چیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر انہوں نے ذکر فکر کو پسند کیا اور اللہ کے ساتھ مشغولیت میں مستغرق ہو گئے۔ ان کے روحانی امراض جاتے رہے

[1] اس حالت میں ہو کہ۔ [2] بدیہی۔ [3] چوستے تھے۔ عربی میں اکل مشروبات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ من الآکلین الماء ظلما فما اری ینالون خیرا بعد اکلھم الماء (تاج العروس شرح قاموس طبع مصر الجزء الرابع صفحہ ۲۰۹)
[4] اس پر فقر و قناعت کو ترجیح دی۔

وظهر فيه[1] احوال الصوفية من التجريد والتفريد واحتمال الجوع والسهر والقناعة والصبر والعزلة والمراقبة ولم يزل[2] هذه التاثيرات فى تابعيه بل فى تبع تابعيه وقد جربت ذلك فى الف والفين والآف فان لم يحصل لك اليقين ايها المنصف بهذه الاخلاق فى تصديق المهدى عليه السلام فكيف حصل بها فى النبى عليه السلام[3] لبصراء زمانه[4] لازال حاله[5] رضى الله عنه فى الدعوة الى الله[6] بلسان ذلق اليه ميل كل نفس بنعت الشوق والجذبات وما[7] كان حاله الاسكران التجليات والمشاهدات مستغرقا فى بحر المعاينات والمكالمات فانيا فى الله باقيا به فى كل الحالات ما كان[8] نطقه الا باذن من الله وما كان كلامه الا من آيات كلام الله حتى لو فرضنا ظهور هذا[9] الذات موصوفا بهذه الصفات فى زمن[10] بعث الانبياء بدعوى النبوة للزم قبول نبوته لما ذكرنا من الدلائل فكيف يكذب فى دعوى المهدوية بالآحاد[11] الظنية من اوجب[12] تصديقه بقدر ما اوجب تصديق الانبياء من الاخلاق ومنها ما ذكر فى البخارى من حديث هرقل اخبرنا ابو اليمان الحكم بن نافع قال اخبرنا شعيب عن الزهرى

---

[1] فيهم (حاشيه ش - حاشيه ج) ايضا فيه الاحوال الصوفية (ض - ل) [2] تزل (س) [3] عليه السلام (ض - ل) [4] حاله عليه السلام (ف - ض) ايضا حاله فى الدعوة (ک) [5] الى الله تعالى (ض - ل) [6] وما كان الاسكران التجليات (ص - غ - ک - ط - س) ايضا وما كان السكرا لاسكران التجليات (ف) [7] وما كان فطقه (ف - ص - ش - ب - غ - ط - ت - س - ن ض) [8] هذه (حاشيه ش)
[9] زمان (ف)
[10] ويعارضه بالاحاد الظنية (حاشيه ش - ج - ض - ل) ايضا ويعارض بالآحاد الظنية (حاشيه ن) [11] وجب تصديقه بقدر ما وجب الى آخره (د) -

اور صوفیہ کے حالات مثل تجرید اور الگ تھلگ رہنے بھوک کے برداشت کرنے بیداری، قناعت، صبر، عزلت اور مراقبہ وغیرہ کے ان میں ظہور پذیر ہو گئے اور یہ تاثیریں مہدی موعود کے تابعین بلکہ تبع تابعین میں بھی ہمیشہ موجود رہیں اور ہمیں نے ہزار دو ہزار بلکہ ہزاروں میں تجربہ کیا ہے

اگر آپ کو صاحب انصاف ہوتے ہوئے ان اخلاق کے باوجود بھی مہدی علیہ السلام کی تصدیق کے بارہ میں یقین حاصل نہ ہو تو (آپ کو غور کرنا چاہیے کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں آپ کے زمانہ کے ارباب بصیرت کو بذریعہ آپ کے اخلاق کے کیونکر یقین حاصل ہوا۔ ہمیشہ مہدی علیہ السلام کی دعوت الی اللہ کی حالت زبان فصیح سے ایسی رہی کہ ہر نفس شوق اور جذبات کی صفت کے ساتھ ان کی طرف مائل رہا۔ آپ کی حالت بالکل ایسی تھی کہ تجلیات ومشاہدات باری میں مدہوش اور معائنہ ومکالمات کے دریا میں مستغرق۔ ہر حال میں فانی فی اللہ اور باقی باللہ۔ آپ کی زبان سے جو کچھ نکلتا تھا اللہ ہی کے حکم سے نکلتا تھا اور آپ کی گفتگو جو کچھ ہوتی تھی آیات کلام اللہ سے ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ آپ کا ظہور انبیاء علیہم السلام کے زمانہ بعثت میں دعوی نبوت کے ساتھ ہوتا تو آپ کی نبوت کا قبول کرنا لازم ہو جاتا۔ جیسا کہ ہم دلیلیں بیان کر چکے ہیں۔ پس دعوی مہدیت میں آحاد ظنیہ سے اس شخص کی کیونکر تکذیب کیجا سکتی ہے جس کی تصدیق کو ان چیزوں نے واجب کر دیا ہے جنہوں نے تصدیق انبیاء کو واجب کیا تھا یعنی اخلاق۔

اور منجملہ ان دلائل کے ہرقل کی وہ گفتگو ہے جو بخاری میں ذکر کی گئی ہے بخاری کہتے ہیں کہ ابو الیمان الحکم ابن نافع نے مجھے خبر دی انہوں نے کہا کہ ہمیں شعیب نے یہ روایت زہری خبر دی

قال اخبرنا[1] عبد الله بن عتبة بن مسعود ان عبد الله بن عباس
اخبره ان ابا سفيان بن حرب اخبره ان هرقل ارسل اليه فی
رکب من قریش وکانوا تجارا بالشام فی المدة التی کان رسول الله
ماد فیها ابا سفیان وکفار قریش[2] وهم بایلیا فدعاهم بمجلسه[3]
وحوله عظماء الروم ثم دعاهم ودعی بترجمانه فقال ایکم اقرب
نسبا بهذا الرجل الذی یزعم انه نبی فقال ابو سفیان انا اقربهم[4]
نسبا فقال ادنوه منی وقربوا اصحابه فاجعلوهم عند ظهره
ثم قال لترجمانه قل لهم انی سائل عن هذا الرجل فان
کذبنی فکذبوه فوالله لولا الحیاء من ان یاثروا علی کذبا
لکذبت عنه[5] ثم کان[6] ما سالنی عنه ان قال کیف نسبه فیکم قلت
هو فینا ذو نسب قال فهل قال هذا القول منکم احد قط
قبله قلت لا قال فهل کان من آبائه من ملك قلت لا قال
فاشراف الناس اتبعوه ام ضعفاؤهم قلت بل ضعفاؤهم قال
ایزیدون ام ینقصون قلت بل یزیدون قال فهل کنتم
تتهمونه بالکذب قبل ان یقول ما قال قلت لا قال ایرتد
احد منهم سخطة لدینه بعد ان یدخل فیه قلت لا قال فهل
یغدر قلت لا ونحن منه فی مدة لا ندری ما هو فاعل فیها قال

---

[1] اخبرنی (ت - غ - ف - ص - ف - ک - ط) [2] فاتوهم وهم بایلیاء (د - ص - ف - غ - ت - س - ن) ایضا واتوهم وهم بایلیاء (حاشیه ش) ایضا فاتوه وهم بایلیاء (غ) ایضا فاتوهم بایلیاء (ک - ط)
[3] فی مجلسه (س - ت - ط - غ - د - ص - ف - ش - ک - ن) [4] انا اقربه نسبا (ک - ط) ایضا انا اقربهم (غ) ایضا فی نسخة فقلت انا اقربهم نسبا فاجلسونی بین یدیه واجلسوا اصحابی خلفی (ض) [5] لکذبته علیه (ج) ایضا لکذبت علیه (ل) ایضا لکذبته عنه (حاشیه ج)
[6] کان اول ما سالنی عنه (س - ت - ک - ط)
ایضا ثم کان سالنی عنه (ض)

وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ ابن عباس نے انہیں خبر دی کہ ابوسفیان
ابن حرب نے ان سے بیان کیا کہ ہرقل (شاہ روم) نے اس کے پاس ایک آدمی بھیجا اور وہ قریش کے چند
سواروں میں اس وقت بیٹھے ہوئے تھے اور وہ لوگ شام میں تاجر بن کر گئے تھے اور یہ واقعہ اس زمانہ
میں ہوا ہے جب کہ رسول اللہ نے ابوسفیان اور نیز دیگر کفار قریش سے کچھ مدت کے لئے عہد کیا تھا
اور یہ لوگ اس وقت ایلیا میں تھے تو ہرقل نے انہیں اپنی مجلس میں بلایا اس وقت روم کے بڑے
بڑے لوگ اس کے اردگرد موجود تھے چنانچہ اس نے انہیں اور اپنے ترجمان کو بلا کر ان سے دریافت کیا
کہ "جو شخص اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے اس سے باعتبار نسب کے قریب تر کون ہے۔" ابوسفیان بولے کہ نسب کے
اعتبار سے تو میں ان سب میں قریب تر ہوں" اس پر ہرقل نے کہا کہ اس شخص کو میرے قریب لاؤ اور اس کے
ساتھیوں کو بھی قریب کر کے اسکے پس پشت ٹھیرا دو اس کے بعد اپنے ترجمان سے کہا کہ تم ان سے کہہ دو کہ میں اس
شخص سے (ابوسفیان سے) کچھ دریافت کرتا ہوں اگر یہ مجھ سے جھوٹ بولے تو تم اسے جھٹلا دینا (ابوسفیان
کہتے ہیں کہ) اللہ کی قسم اگر مجھے اس بات کی غیرت نہ آتی کہ لوگ میرے اوپر جھوٹ بولنے کا الزام لگائینگے تو یقیناً
میں آپکی نسبت غلط باتیں بیان کر دیتا۔ پھر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں سوال کیا۔ کہا کہ
ہرقل۔ تم میں (یعنی عرب میں یا قبیلہ قریش میں) اس کا نسب کیا ہے (میں یعنی) **ابوسفیان** وہ
ہم میں صاحب نسب عالی ہے۔ **ہرقل**۔ کیا ایسی بات تم میں سے کسی نے پہلے بھی کہی ہے (یعنی اس
طرح کسی نے دعوی نبوت کیا ہے) **ابوسفیان**۔ نہیں۔ **ہرقل**۔ کیا اس کے باپ دادا میں سے
کوئی بادشاہ تھا۔ **ابوسفیان**۔ نہیں۔ **ہرقل**۔ اچھا تو شرفا نے اس کی پیروی کی ہے یا ضعفا
اور کم مایہ لوگوں نے۔ **ابوسفیان**۔ نہیں ضعفا نے۔ **ہرقل**۔ ان میں اضافہ ہو رہا ہے یا کمی۔
ابوسفیان وہ تو بڑھ ہی رہے ہیں۔ **ہرقل**۔ تو کیا جو کچھ وہ کہہ رہا اسکے کہنے سے پہلے تم اسے جھوٹ کے
ساتھ متہم کرتے تھے۔ **ابوسفیان** نہیں۔ **ہرقل**۔ تو کیا ان میں سے کوئی شخص اسکے دین میں داخل ہونیکے بعد اسکے دین کو
ناپسند کر کے اس سے مرتد بھی ہوا ہے **ابوسفیان**۔ نہیں۔ **ہرقل**۔ اچھا کیا وہ بیوفائی کرتا ہے۔ **ابوسفیان**۔ نہیں۔ ہو
اب ہم انکی مہلت میں ہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ اس مہلت کے زمانہ میں کیا کریں گے۔ ابوسفیان کہتے ہیں

ولم يمكنى[١] كلمة ادخل فيها شيئا غير هذه الكلمة قال هل قاتلتموه
قلت نعم قال فكيف كان قتالكم اياه قلت الحرب بيننا وبينه سجال[٢]
ينال منا وننال منه قال ماذا يأمركم قلت يقول اعبدوا الله
وحده ولا تشركوا به شيئا واتركوا ما يقول آباؤكم ويامرنا
بالصلوة والصدق والعفاف والزكوة والصلة فقال لترجمانه[٣]
قل له سألتك عن نسبه فذكرت انه فيكم ذو نسب فكذلك الرسل
تبعث في ذى نسب قومه[٤] وسألتك هل قال احد منكم هذا
القول قبله فذكرت ان لا فقلت لو كان احد منكم قال هذا
القول قبله لقلت رجل يأتى بقول قيل قبله وسألتك هل كان
من آبائه من ملك فذكرت ان لا وقلت لو كان من آبائه ملك
لقلت رجل يطلب ملك ابيه وسألتك هل كنتم تتهمونه بالكذب
قبل ان يقول ما قال فذكرت ان لا فقد اعرف انه لم يكن ليذر
الكذب على الناس ويكذب[٥] على الله وسألتك اشراف الناس تبعوه
ام ضعفاؤهم فذكرت بل ضعفاؤهم اتبعوه وهم اتباع الرسل
وسألتك ايزيدون ام ينقصون فذكرت انهم يزيدون وكذلك[٦]
امر الايمان حتى يتم وسألتك ايرتد احد منهم سخطة لدينه
بعد ان يدخل فيه فذكرت ان لا وكذلك الايمان[٧] حين يخالط

---

[١] ولم تمكنى (غ - د - ب - ک - ش - ص - ف - ط - ت - س - ن) ايضا ولم يمكن لى (ض) ايضا لم يمكن كلمة (ل) [٢] سجل (كذا فى جميع النسخ الا (ن) [٣] للترجمان (غ - ت - ض - ل)
[٤] قومها (ف) [٥] فيكذب (ض - ل)
[٦] كذلك امر الايمان (ض - ف - ن) ايضا وكذلك الايمان اذا خالط (ض - ل)
[٧] امر الايمان (ف)

کہ سوا اس کلمہ کے (یعنی اب ہم انکی مہلت میں ہیں الی آخرہ) اور مجھے قابو نہیں ملا کہ میں کوئی بات آپ کے حالات میں داخل کر دیتا۔ **ہرقل**۔ کیا تم نے اس سے مقاتلہ بھی کیا ہے۔ **ابوسفیان**۔ ہاں **ہرقل**۔ تو پھر تمہارا مقاتلہ اس کے ساتھ کیسا رہا۔ **ابوسفیان**۔ ہمارے اور اس کے مابین لڑائی ڈول کے مثل رہتی ہے کہ کبھی وہ ہم سے لے لیتے ہیں اور کبھی ہم اُن سے لے لیتے ہیں یعنی کبھی ہم غالب رہے کبھی وہ۔ **ہرقل**۔ وہ تمہیں کس چیز کا حکم کرتا ہے۔ **ابوسفیان**۔ وہ یہ کہتا ہے کہ فقط اللہ واحد کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو اور اپنے باپ دادا کی باتوں کو چھوڑ دو۔ نیز ہمیں نماز۔ سچائی۔ پاکدامنی۔ زکوٰۃ اور صلہ رحمی کا حکم کرتا ہے۔ (ابوسفیان کہتے ہیں کہ) اسکے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ تم ان سے کہو کہ میں نے تم سے اس کا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا) نسب دریافت کیا تو تم نے بیان کیا کہ وہ تم میں صاحب نسب شخص ہے اور رسول ایسے ہی ہوا کرتے ہیں جو اپنی قوم کے صاحب نسب لوگوں میں سے مبعوث ہوا کرتے ہیں میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا تم میں اس سے پہلے بھی کسی نے ایسا کہا ہے (دعوی نبوت کیا ہے) تو تم نے کہا کہ نہیں۔ پس میں یہ کہتا ہوں کہ اگر اس سے پہلے کسی نے یہ دعوی کیا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص بھی وہی بات کہہ رہا ہے جو اس سے پہلے کہی جاچکی ہے۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ کیا اس کے آبا میں سے کوئی بادشاہ تھا۔ تو تم نے بیان کیا کہ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس کے آبا میں سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص اپنے باپ کے ملک کا خواستگار ہے۔ نیز میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا تم اس کو اس دعوی نبوت سے پہلے اُسے جھوٹ کے ساتھ متہم کیا کرتے تھے تو تم نے کہا کہ نہیں۔ پس میں سمجھ گیا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں کے متعلق تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور اللہ پر جھوٹ بولے اور میں نے تم سے پوچھا کہ اسکے متبعین بڑے[1] لوگ ہیں یا چھوٹے تو تم نے کہا کہ کم درجہ کے لوگ ہی اسکے متبع ہیں اور رسولوں کے متبعین یہی لوگ ہوا کرتے ہیں۔ میں نے تم سے دریافت کیا کہ آیا انکی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے یا کمی تو تم نے کہا کہ وہ تو بڑھ ہی رہے ہیں اور ایمان کی کیفیت یہی ہوا کرتی ہے تاآنکہ وہ کامل ہو جائے۔ نیز میں نے تم سے دریافت کیا کہ آیا کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس دین کو ناپسند کر کے بھی اس سے لوٹا ہے تو تم نے بیان کیا کہ نہیں اور ایسا ہی حال ہوا کرتا ہے جب ایمان رچ جایا کرتا ہے'

[1] امیر لوگ ہیں یا غریب لوگ۔ تو تم نے کہا کہ غریب لوگ۔

بشاشته القلوب وسالتك هل يغدر فذكرت ان لا وكذلك
الرسل لا تغدر[1] وسالتك بما[2] يامركم فذكرت انه يامركم[3] ان
تعبدوا الله وحده ولا تشركوا به شيئا وينها[4] كم عن عبادة الاوثان
ويامركم[5] بالصلوة والصدق والعفاف[6] والزكوة والصلة فاعلم
ايها البصير ان من تصدق[7] بالمهدوية كان من شانه واصحابه ما
ذكر فى الحديث ويطابق اوصافه واوصاف اصحابه باوصاف[8] النبى
عليه السلام مطابقة النعل بالنعل والقذة بالقذة فكيف ينكر[9]
من هو موصوف باوصاف الانبياء عليهم السلام فعليك ان تتفكر
فى ذاته كما تفكر البصراء فى ذات نبينا عليه السلام ثم انظر ايها
المنصف ان اكثر اصحاب النبى عليه السلام صدقوا باخلاقه
الوضية وخلاله السنية كما يعلم من سبب اسلام ابى[10] بكر الصديق
وعلى المرتضى وابى ذر وضماد الطبيب وقصتهم مذكورة فى
البخارى وبريدة مع ستين راكبا وقصتهم[11] مذكورة فى روضة
العلماء وغيرهم ولو[12] عدوا ماعدوا وكذلك العرب آمنوا بعد[13] فتح مكة
افواجا افواجا كما[14] يعلم من صحيح البخارى من جواب ابى جميلة وكانت

[1] وسالتك هل قاتلتموه فزعمت انكم قاتلتموه فيكون الحرب بينكم وبينه سجال
ينال منكم وتنالون منه الرسل تبلى (تبتلى يبتلى) ثم تكون لها العاقبة (د-ض-ص) [2] بما ذا (ك-
د-س) [3] يامرنا (س-ك-ف-ط [4] ينهانا (ك-ف-ط-س) [5] يامرنا (ك-ف) [6]
والعفاف فاعلم (ك-ص-غ-د-ب-ش-ف-ك-ن-س) [7] نصدق (ج-ش-ف
س) [8] باوصاف النبى عليه السلام واصحابه (ت) [9] ينكرون (ص) [10] كابى بكر
(د-ش-ب-ك-س-ف-غ-ط-ن)
[11] قصته (ف-ن) [12] لو عدوا ما عدوا (ك-ط)
[13] بعد فتح مكة افواجا كما يعلم (ف-ص-س-ب)
[14] كما يعلم ايمانهم من صحيح البخارى (ط-ك)

دلوں میں اور میں نے تم سے دریافت کیا کہ "آیا وہ عہد شکنی کرتا ہے تو تم نے بیان کیا کہ نہیں" اور رسول اسی طرح غدار نہیں ہوا کرتے۔ میں نے تم سے سوال کیا کہ وہ تمہیں کن چیزوں کا حکم کرتا ہے تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہیں یہ حکم کرتا ہے کہ تم یکتا خدا کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو اور وہ تمہیں بتوں کی پوجا سے روکتا ہے۔ نماز، صداقت، عفت، زکوٰۃ اور صلۂ رحمی کا حکم کرتا ہے۔

پس صاحب بصیرت کو جاننا چاہیے کہ جن کی مہدیت کی تصدیق کی گئی ہے ان کی اور ان کے اصحاب کی شان وہی تھی جس کا ذکر حدیث میں کیا گیا ہے نیز ان کے اور ان کے اصحاب کے اوصاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے بالکل مطابق ہیں۔ پس ایسے شخص کا انکار کیونکر کیا جا سکتا ہے جو اوصاف انبیاء کے ساتھ متصف ہو۔ پس مخاطب کو اس کی ذات میں اسی طرح غور و فکر کرنا چاہیے جس طرح کہ ارباب بصیرت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے بارہ میں غور و فکر کیا تھا۔

پھر صاحب انصاف کو یہ بھی تو دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر اصحاب نے آپ کی تصدیق آپ کے پسندیدہ اخلاق اور روشن عادات ہی کی بنا پر تو کی۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت علی مرتضیٰؓ حضرت ابو ذرؓ اور ضمادؓ[1] طبیب کے اسلام لانے کے سبب سے معلوم ہوتا ہے (اور ان کا قصہ بخاری میں مذکور ہے) نیز بریدہ کے ساٹھ سواروں کے ساتھ اسلام لانے کے سبب سے (اور ان کا واقعہ روضۃ العلماء میں مذکور ہے) اور ان کے سوا اور بھی لوگوں کے اسلام لانے کے سبب سے معلوم ہوتا ہے جنہیں اگر شمار کیا جائے تو شمار نہ کئے جا سکیں اور اسی طرح عرب فتح مکہ کے بعد گروہ در گروہ ایمان لائے جیسا کہ صحیح بخاری سے ابو جمیلہ کے جواب سے معلوم ہو سکتا ہے۔ عرب

[1] کان صدیقا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الجاھلیۃ وکان رجلا یطبب (اصابہ طبع حیدرآباد دکن جلد ۲ صفحہ ۲۴۰)

العرب تلومهم[1] باسلامهم بالفتح فيقولون[2] اتركوه وقومه فانه ان
ظهر[3] عليهم فهو نبي صادق فلما[4] كانت وقعة اهل الفتح بادر[5] كل
قوم باسلامهم بادر[6] ابي قومي باسلامهم فلما قدم قال قد جئتكم من[7]
عند النبي حقا فانظر ايها المنصف الى قول ابي جميلة بادر كل قوم
باسلامهم فاي معجزة راؤا في فتح مكة وفي اي كتاب قرأوا ان فتح
مكة علامة صحته مع انهم[8] رأوا وسمعوا معجزاته قبل فلم يومنوا
فعلم ان الايمان محض هبة[9] الله وعطائه وقصة ابي جميلة مذكورة
في الجزء السابع عشر من اجزاء الثلثين للبخاري في[10] مقام النبي عليه السلام
بمكة زمن الفتح وكذلك الاعراب آمنوا بمجرد سماعهم بايمان اهل
مكة كما ذكر في الكرماني وكانت العرب في البوادي ينظرون[11]
اسلام اهل مكة فلما اسلموا اسلم العرب كلهم والحمد لله
على ذلك[12] وهذا النقل مذكور في الكرماني في باب الصلح مع
المشركين في الجزء العاشر من اجزاء الثلثين للبخاري فانظر ايها
المنصف ان[13] اهل البوادي ما آمنوا الا تقليدا لاهل مكة وما اثر
فيهم المعجزات وما استدلوا بالاخلاق كما استدل اهل البصائر فهل
هذا الا هداية الله من يشاء من عباده وكذلك عبد الله بن سلام

---

[1] تلومهم باسلامهم الفتح (ص - غ - د - ک - ط - ف) ايضا تلومهم بالاسلام بالفتح (ف - حاشيه س) [2] يقولون (د - ک - غ - ط) [3] اظهر (د - ب - ص - غ - ت) [4] فلما (ط - ص - س - ن) [5] بادر كل قوم باسلامهم فلما قدم قال (حاشيه ح) ايضا بادر كل قوم باسلامهم وبادر ابي قومي باسلامهم (ش - س - د - ب - ط) ايضا بادر كل قوم باسلامهم وبادر ابي قومي فلما قدم (ف) [6] اتى بقوم باسلامهم (ض - ل) ايضا اتى قوما باسلامهم [7] والله من عند النبي صلى الله عليه حقا (حاشيه ش) [8] راوا معجزاته وسمعوا آياته (ک - ط) [9] من هبة الله (ض - ل)
[10] باب مقام النبي (ص - ل)
[11] ينتظرون (غ - ط - س - ف) [12] من الانتظار (ض)
[13] ان البوادي (س - ن)

اسلام لانے کے لئے فتح مکہ کا انتظار کرتے تھے اور وہ کہا کرتے تھے کہ اسے اور اس کی قوم کو چھوڑ دو۔ پس اگر وہ ان پر غالب آگیا تو وہ سچا نبی ہے۔

پس جب فتح مکہ کا واقعہ ہوا تو ہر قوم نے اسلام لانے کی طرف سبقت کی اور میرے باپ نے اسلام لانے میں اپنی قوم پر سبقت کی اور جب وہ (مسلمان ہوکر) آئے تو انہوں نے کہا "میں سچے اور واقعی نبی کے پاس سے تمہارے پاس آرہا ہوں"

پس صاحب انصاف کو دیکھنا چاہیے ابوجمیلہ کے قول "بادر کل قوم باسلامھم" (ہر قوم نے اسلام لانے کی جلدی کی) کو۔ پس فتح مکہ میں انہوں نے کون سا معجزہ دیکھا اور کس کتاب میں انہوں نے پڑھا کہ فتح مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے (دعوی کے) صحیح ہونے کی علامت ہے باوجودیکہ انہوں نے پہلے معجزے دیکھے اور سنے بھی تھے لیکن ایمان نہیں لائے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ ایمان محض اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عطیہ ہے (اور ابوجمیلہ کا قصہ بخاری کے سترھویں جزو میں مذکور ہے "مقام النبی علیہ السلام بمکۃ زمن الفتح" کے ضمن میں)۔ اسی طرح بدوی لوگ محض مکہ والوں کے ایمان کا حال سن کر ایمان لے آئے جیسا کہ کرمانی میں ذکر کیا گیا ہے کہ بدوی جنگلوں میں اہل مکہ کے اسلام کا انتظار کر رہے تھے۔ پس جب مکہ والے اسلام لائے تو عرب سارے کے سارا اسلام لے آیا اور اس پر خدا کا شکر ہے (اور یہ عبارت کرمانی میں بخاری دسویں جزو کے اندر "باب الصلح مع المشرکین" کے ذیل میں مذکور ہے۔

پس انصاف پسند آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ بادیہ نشین عرب محض اہل مکہ کی تقلید میں ایمان لائے معجزات نے ان پر کچھ اثر نہ کیا اور نہ انہوں نے ارباب بصیرت کی طرح اخلاق نبویہ سے استدلال کیا۔ پس یہ تو فقط باری تعالیٰ کی راہنمائی ہے ان لوگوں کے لئے جن کو وہ اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے۔ اور اسی طرح عبد اللہ ابن سلام بھی

آمن بالنبی علیہ السلام بعد سوالہ عن ثلثۃ اشیاء کما ذکر فی البخاری قال حدثنا حمید عن انس قال سمع عبد اللہ بن سلام مقدم رسول اللہ وھو فی ارض یخترف[1] فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی سائلک عن ثلاث لا یعلمھن الا نبی فما اول اشراط الساعۃ وما اول طعام یاکلہ[2] اھل الجنۃ وما ینزع الولد الی ابیہ او الی امہ قال اخبرنی بھن جبریل آنفا قال[3] جبریل قال نعم قال ذاک[4] عدو الیھود من الملائکۃ فقرأ ھذہ الآیۃ من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک واما[5] اول اشراط الساعۃ فنار تحشر[6] الناس من المشرق الی المغرب واما اول طعام یاکلہ اھل الجنۃ کبد حوت واذا سبق ماء الرجل ماء المرأۃ نزع الولد واذا سبق ماء المرأۃ نزعت[7] قال اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ فاعلم ایھا المنصف ان الاخبار عن الاشیاء الثلثۃ[10] لا یفید القطع بانہ النبی[8] لاحتمال السماع من الیھود الذین یاتون بمکۃ تاجرین او من بعض المشرکین الذین یذھبون الی بلادھم للتجارۃ فسمعوا منھم ومع[9] ھذا الاحتمال لا یجزم المنکر الازلی بانہ نبی وھذہ الروایۃ مذکورۃ فی البخاری فی باب من کان عدوا لجبریل فی الجزء الثامن عشر من اجزاء الثلثین للبخاری وفی روایۃ ان سبب اسلامہ سماع قولہ تعالی یاایھا الذین

---

[1] یخترف کذا فی الجمیع النسخ الا (د۔ص) ایضا یتحرف (د) [2] یاکل (ش۔ق۔ج)
[3] قال، ذاک عدو الیھود (ت۔ط۔غ۔ک۔ب) [4] ذلک (ط۔ص) [5] اما اول اشراط الساعۃ (غ۔ص) ایضا باذن اللہ اما اول الی آخرہ (ص)
[6] یحشر الناس (س۔ب)
[7] ماء الرجل نزعت نزعہ (ض۔ل) [8] نبی (ض۔ل۔غ۔ف)
[9] مع ھذا الاحتمال (ک۔ط۔س۔د) [10] الثلاثۃ (غ۔ت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ سے تین چیزوں کے متعلق سوال کرنے کے بعد ایمان لائے جیساکہ بخاری میں بیان کیا گیا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے حمید نے براویت انس بیان کیا کہ عبد اللہ ابن سلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی خبر سُنی اور وہ کسی جگہ میوے[1] چن رہے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں جنہیں بجز نبی کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اول تو یہ کہ علامات قیامت میں سے پہلی علامت کیا ہے؟ دوسری چیز یہ کہ جنتی سب سے پہلے کیا کھانا کھائینگے۔ تیسرے یہ کہ کونسی چیز بچہ کو ماں یا باپ کے مشابہ کر دیتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ابھی جبرئیل علیہ السلام نے ان چیزوں سے مطلع کیا ہے۔ عبد اللہ بن سلام نے دریافت کیا کہ "کیا جبرئیل نے" آپنے ارشاد فرمایا کہ ہاں! جبرئیل نے۔ تو عبد اللہ ابن سلام نے کہا کہ فرشتوں میں سے یہی یہودیوں کے دشمن ہیں۔ پھر رسول اللہ نے یہ آیت پڑھی۔ "من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبك" (جو شخص جبرئیل سے عداوت رکھے سو انہوں نے یہ قرآن آپکے قلب تک پہنچا دیا ہے۔) بہرحال پہلی نشانی قیامت کی ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب میں لیجاکر جمع کردیگی اور اہل جنت کا پہلا کھانا مچھلی کا جگر ہوگا اور جب[2] مرد کو عورت سے پہلے انزال ہوتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کو پہلے ہوتا ہے تو بچہ میں ماں کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ یہ سن کر عبد اللہ ابن سلام نے کہا کہ "اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انك رسول اللہ" (میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ معبود فقط اللہ ہے اور آپ اس کے رسول ہیں) پس جب انصاف آدمی کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان تینوں چیزوں کا بتادینا امر یقین کا فائدہ تو نہیں دیتا کہ آپ نبی ہیں کیونکہ اسمیں اسکا احتمال ہے کہ جو یہودی تجارت کی غرض سے مکہ آتے تھے ان سے آپنے سن لیا ہو یا ان بعض مشرکین سے سن لیا ہو جو یہودیوں کے ملک میں تجارت کیلئے جاتے تھے اور وہ ان سے سُن آئے ہوں اور اس احتمال کے ہوتے ہوئے ایک منکر ازلی اس امر کا یقین نہیں کرسکتا کہ آپ نبی ہیں اور یہ روایت بخاری کے اٹھارویں جزو میں من کان عدوا لجبریل کے تحت میں مذکور ہے اور ایک روایت میں عبد اللہ ابن سلام کے اسلام لانے کا سبب باری تعالیٰ کے ارشاد "یا ایھا الذین

[1] اپنے پیشہ کا کوئی کام کر رہے تھے۔ [2] جب مرد کا نطفہ غالب ہوتا ہے تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور جب ماں کا نطفہ غالب ہوتا ہے تو بچہ میں ماں کی مشابہت پائی جاتی ہے۔

اوتوا الكتاب آمنوا بما نزلنا مصدقا لما معكم من قبل ان نطمس
وجوها فنردها على ادبارها او نلعنهم كما لعنا اصحب السبت و[١] روى انه
قد سمع الآية قافلا[٢] من الشام فاتى النبي عليه السلام مسلما قبل
ان اتى اهله وقال ما كنت ارى ان اصل الى اهلي قبل ان يطمس
الله وجهي كذا في المدارك فانظر ايها المنصف اى معجزة راها
عبد الله بن سلام فان قيل انه راى افضل[٣] المعجزات الباقي الى آخر
الدهر وهو كلام الله يقال انما يستقيم هذا ان لو عرض هذه الآية
على فصحاء العرب وبلغائهم وطلب منهم اتيان المثل ثم عجزوا
عن الاتيان بمثلها فيحصل له العلم بان هذا الكلام كلام الله لعدم
امكان مثله عن طوق البشر فما احسن ما ذكر في بعض الكتب ان
سبب تصديق الانبياء المنا[٤] سبة الباطنة بينهم وبين قومهم فحسب
كما نطق به الحديث الصحيح الارواح جنود مجندة فما تعارف منها
ايتلف وما تناكر اختلف وكذلك عبد الله بن ابي بن سلول
ومن تبعه امنوا بعد وقعة بدر كما ذكر في البخاري في الجزء الثامن
عشر من اجزاء الثلثين للبخاري في باب ولتسمعن من الذين اوتوا الكتاب
فلما غزا رسول الله بدرا فقتل صناديد كفار قريش فقال ابن
ابي بن سلول ومن معه من المشركين وعبدة الاوثان هذا الامر[٥]

---

[١] روى (ت [٢] ناقلا (ب - ص - حاشيه ش - ن) [٣] افضل المعجزة (ج - ض - ل) [٤] المناسبة الباطنية كذا في جميع النسخ الا " ض - ص)
ايضا المناسبة الباطنية وبينهم وبين قومهم (ج)
[٥] امر (حاشيه ن - ص)

اوتوا الکتاب آمنوا بما نزلنا مصدقا لما معکم من قبل ان نطمس وجوھا
فنردھا علی ادبارھا او نلعنھم کما لعنا اصحاب السبت (اے اہل کتاب! اس کتاب پر ایمان
لاؤ جو ہم نے نازل کی ہے اور جو تمہارے پاس والی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے قبل اس کے کہ ہم چہروں کو مسخ کرکے انکو انکی پشتوں
کی (یعنی گدی کی) طرح کردیں یا انہیں اصحاب سبت کی طرح اپنی رحمت سے دور کردیں) کے سننے کو قرار دیا گیا ہے اور بیان
کیا گیا ہے کہ یہ آیت عبداللہ ابن سلام نے شام سے واپس آتے ہوئے سنی تو اپنے گھر والوں کے پاس جانے سے
پہلے بحالت اسلام آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ میں اپنے خویش و اقارب
تک اپنے چہرے کے مسخ ہونے سے پہلے نہ پہنچ سکونگا۔ تفسیر مدارک میں بھی یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے۔

بہرحال انصاف پسند آدمی کو دیکھنا چاہیے کہ عبداللہ ابن سلام نے کونسا معجزہ دیکھا تھا؟ اور اگر یہ کہا جائے کہ انہوں
نے ایک ایسا بڑا معجزہ دیکھا تھا جو رہتی دنیا تک باقی رہنے والا ہے اور وہ کلام اللہ ہے تو جواب دیا جا سکتا ہے
کہ یہ اس وقت درست ہو سکتا تھا جب کہ یہ آیت عرب کے فصحا و بلغا کے سامنے پیش کیجاتی اور ان سے اس جیسی آیت
طلب کیجاتی اور پھر وہ اس جیسی آیت کے لانے سے عاجز رہتے تب عبداللہ ابن سلام کو اسکا علم حاصل ہو سکتا تھا
کہ یہ کلام اللہ ہی کا کلام ہے چونکہ ایسا کلام طاقت بشری سے (خارج اور) ناممکن ہے، اور کیا ہی خوب ہے یہ عبارت
جو بعض کتابوں میں ذکر کی گئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کا سبب فقط وہ باطنی نسبت ہوتی ہے جو انکے
اور انکی قوم کے مابین ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث صحیح نے خود اس کو بیان کیا ہے کہ "الارواح جنود
مجندة فما تعارف منھا ایتلف، وما تناکر اختلف" (روحیں گروہ در گروہ ہیں جن میں
(عالم ازل میں) تعارف ہو گیا ہے اُن میں یہاں بھی الفت رہتی ہے اور جو وہاں اجنبی رہیں یہاں بھی ان میں میل جول
نہیں ہوتا) اسی طرح عبداللہ ابن ابی ابن سلول اور ان کے تابعین جو واقعہ غزوہ بدر کے بعد ایمان لاچکے[۱]
بخاری کے اٹھارویں جزو میں باب "ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب (اور یقیناً آپ اہل کتاب
سے سنینگے) کے ذیل میں مذکور ہے پس جب غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار
قریش کے سرداروں کو قتل کردیا تو عبداللہ ابن ابی ابن سلول اور ان کے مشرک
و بت پرست ساتھیوں نے کہا کہ "ھذا الامر قد توجہ"[۱] یہ مرد نکوکار

[۱] اور یہ معاملہ روبہ ترقی ہوگیا۔

قد توجه فبا[1] يعوا رسول الله على الاسلام اسلموا انتهى فانظر ايها المنصف ان سبب اسلام عبد الله واصحابه غلبة النبى على اهل بدر فهل هذا هداية من الله لعباده والا فكيف يكون الغلبة حجة مصححة للنبوة فالانبياء وغيرهم يغلبون و يغلبون فما هذا الاستدلال على الصحة فعلم ان[2] الله يهدى من[3] يشاء بما يشاء وان كانت المعجزة[4] سببا فى حق الاولين وكذلك الغلام اليهودى الذى يخدم النبى عليه السلام فانه لما مرض جاءه[5] النبى عليه السلام يعوده قال اسلم فاسلم فانظر ايها المنصف ان الغلام الخادم لما جاءه وقته[6] اسلم بمجرد قوله عليه السلام وما اثر فيه المعجزات والخوارق قال الله تعالى وما كان لنفس ان تؤمن الا باذن الله فعلم ان الايمان موقوف على الاذن دون المعجزة وان كانت المعجزة مفحمة[7] للخصم وقصة هذا الغلام مذكورة فى البخارى فى باب عيادة المشرك فى الجزء الثالث عشر وكذلك النجاشى واصحابه من الرهبان والقسيسين امنوا بعد سماع القرآن بلا[8] تاخير وتفتيش فى امكان المقابلة من البلغاء والفصحاء كما نطق[9] به القرآن العظيم واذا سمعوا ما انزل الى الرسول ترى اعينهم تفيض من الدمع مما عرفوا من الحق[10] وكذلك

---

[1] فبايعوا واسلموا (ص - ل) ايضا فبايعوا رسول الله على الله فاسلموا (ج - ت - س)
[2] انه يهدى من يشاء الى آخره (ص - ش) [3] لمن يشاء بما يشاء (ف) ايضا من يشاء بما شاء (د) [4] المعجزات (ف) [5] جاء النبى عليه السلام (س) [6] جاء وقته (ن) [7] مقحمة (د - ص - غ - ض) ايضا مقحمة (ب)
[8] بلا تاخير ولا تفتيش (س - ت - غ - ف - ص - ط)
[9] ينطق (ع)
[10] الحق الآية (ط)

متوجہ ہو چکا ہے[1] پس بیعت کر د رسول کی اسلام پر پس وہ لوگ اسلام لے آئے (بخاری کی عبارت ختم ہوئی) پس صاحب انصاف آدمی کو دیکھنا چاہیئے کہ عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کے اسلام لانے کا سبب آنحضرت صلعم کا اہل بدر پر غالب آجانا تھا۔ کیا یہ اللہ کی جانب سے اپنے بندوں کو ہدایت نہیں ہے ورنہ غلبہ نبوت کی صحت ثابت کرنے والی دلیل کس طرح بن سکتا ہے اس لئے کہ انبیا اور غیر انبیا غالب بھی ہوتے ہیں مغلوب بھی۔ پس یہ صحت نبوت کی دلیل نہیں۔ حاصل یہ کہ باری تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اور جس چیز سے چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے۔ اگرچہ اولین کے بارہ میں معجزہ سبب تصدیق (و اسلام) ہوتا ہے۔

اسی طرح وہ یہودی لڑکا جو آپکی خدمت کیا کرتا تھا جب مریض ہوا تو آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اسلام لے آ! اور وہ اسلام لے آیا" پس منصف آدمی کو غور کرنا چاہیئے کہ خادم اسی وقت اسلام لایا جب کہ اس کا وقت آگیا وہ بھی مجرد آپکے ارشاد سے۔ حالانکہ معجزات اور خارق عادات چیزوں نے اس پر کچھ بھی اثر نہ کیا۔ خود باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وما کان لنفس ان تومن الا باذن اللّٰہ (کوئی شخص بغیر اللہ کے حکم کے ایمان نہیں لاسکتا) پس یہ معلوم ہو گیا کہ ایمان خدائی حکم پر موقوف ہے نہ کہ معجزہ پر۔ اگرچہ معجزہ مخالف کو خاموش کر دینے والا ضرور ہے (اور اس لڑکے کا واقعہ بخاری کے تیرہویں جزو میں بذیل باب عیادۃ المشرک مذکور ہے) اسی طرح نجاشی (شاہ حبش) اور اسکے ساتھی راہب اور قسیس قرآن[2] کے سنتے ہی بغیر کسی تاخیر اور تفتیش کے ایمان لے آئے حالانکہ قرآن کریم سے بلغا و فصحا کے مقابلہ کا امکان تھا جیسا کہ قرآن عظیم نے خود اس مضمون کو بیان کیا ہے کہ واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق (اور جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول خدا کی طرف نازل کیا گیا ہے تو تمہیں ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے نظر آئیں گے۔ چونکہ یہ انہوں نے جان لیا ہے کہ وہ حق ہے) اسی طرح

[1] اب یہ معاملہ رو بہ ترقی ہو گیا۔ [2] قران سننے کے بعد ہی ایمان لے آئے نہ اس میں کچھ تاخیر کی نہ اس تفتیش میں پڑے کہ فصحاء بلغا سے قران کا مقابلہ ممکن ہے۔

الجن آمنوا بمجرد سماع كلام الله حيث قالوا انا سمعنا قرآنا عجبا يهدى الى الرشد فآمنا به وقبل منهم من آمن بعد طلب المعجزة لأنّ[1] المعجزة ايضا مفتقرة فى صحتها الى الاخلاق فمن لم يومن بها نسب المعجزة الى السحر والدليل على ان الاخلاق هى الاصل فى باب التصديق ماذكرنا من المنقولات وقوله تعالى ام لم يعرفوا رسولهم اىّ[2] بالصدق والامانة ووفور[3] العلم والعقل من غير التعلّم[4] وحسن الاخلاق اىّ[5] عرفوه موصوفا بهذه[6] الاخلاق والاوصاف اجمع المفسرون على تفسير هذه الآية بهذه المعانى ولم يختلف فيه احدمنهم لان الآية واردة فى المشركين ولم تكن لهم معرفة النبى الا بهذه الاوصاف ولوكان الكلام مع اهل الكتاب لأمكن[7] تفسيرها بما عرفوه به مما فى كتابهم فهم له منكرون حسدا وعنادا كذا فى المدارك وفى الكواشى الاستفهام للتوبيخ والانكار اى عرفوه موصوفا بهذه[8] الاوصاف فهم له منكرون بعد معرفتهم اياه فعلم من هذه الآية ان موجب التصديق هو معرفتهم اياه موصوفا بهذه الخصال ولولم تكن[9] هذه المعرفة موجبة للتّصديق[10] فما وجه التوبيخ[11] فعلم ان الانكار بعد

---

[1] فان (ج) [2] اى بالامانة والصدق (د-ك-ص-ض-ل-ف-غ-ط-س-ن) [3] ووفور العقل والعلم (غ-ت-س-ض-ل-ن) [4] التعليم (ج-د-ب-ش-ف-غ-ت-ن) [5] اى ماعرفوه (ص-حاشية ش-حاشية ج-ض-ل) ايضا اى عرفوا (غ-د) [6] بهذه الاوصاف (ص-ط) [7] لايمكن تفسيرها بما عرفوه مما فى كتابهم (ض-ل) ايضا لاسكن تفسيرها ما عرفوه به (حاشية ج-ب) ايضا امكن تفسيرها ما عرفوه به (ش) ايضا لايمكن تفسيرها بما عرفوه به (حاشية ش) ايضا لامكن تفسيرها بما عرفوا به (د-ع-ك-ط-ص-ت-س-ف-ن) [8] بهذه الاوصاف بعد معرفتهم اياه (س-ك-ط-غ)
[9] يكن (ب-ص-ف-غ-ت-س-ن-ض)
التصديق (س) [11] للتوبيخ (س)

جن بھی محض کلام اللہ کو سُن کر ہی ایمان لے آئے چنانچہ انہوں نے کہا "انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فآمنا بہ" (بیشک ہم نے عجیب قرآن کو سنا جو راہ راست کی طرف ہدایت کرتا ہے اور ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں) اور ان میں سے بہت ہی کم تھے جو طلب معجزہ کے بعد ایمان لائے تھے اس لئے کہ معجزہ بھی تو اپنی صحت میں اخلاق کا محتاج ہے کیوں کہ جو شخص معجزہ پر ایمان نہیں لاتا وہ معجزہ کو سحر کی طرف منسوب کر دیتا ہے اور اس امر کی دلیل کہ تصدیق کے بارہ میں اصل چیز اخلاق ہی ہیں وہ تمام منقولات ہیں جن کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

نیز باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے "ام لم یعرفوا رسولھم" (یا انہوں نے اپنے رسول کو پہچانا ہی نہیں) یعنی صدق، امانت، کثرت علم و عقل (بغیر سیکھنے کے) اور حسن اخلاق کے ساتھ یعنی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اخلاق و اوصاف کے ساتھ پہچانا۔ تمام مفسرین نے اس آیت کی تفسیر پر انہیں معانی کے ساتھ اجماع و اتفاق کیا ہے اور اس بارہ میں ان میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا اس لئے کہ آیت مشرکین کے بارہ میں وارد ہوئی ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں اوصاف کے ساتھ پہچانتے تھے اور اگر کلام اہل کتاب کے ساتھ ہوتا تو اس کی تفسیر ان چیزوں کے ساتھ ممکن ہوتی جو ان کی کتاب میں موجود ہیں اور جن سے انہوں نے آپؐ کو پہچانا اور وہ حسد و عناد کے طور پر آپ سے انکار کرتے ہیں (تفسیر مدارک میں بھی اسی طرح ہے) اور کواشی میں بیان کیا گیا ہے کہ استفہام محض جھڑکنے اور انکار کرنے کے لئے ہے یعنی وہ آپؐ کو ان اوصاف کے ساتھ متصف تو سمجھتے ہیں پھر بھی وہ آپ کا جان پہچان کر انکار کرتے ہیں۔ پس اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ سبب تصدیق انکا آپ کو ان خصائل کے ساتھ موصوف سمجھ لینا ہے اور اگر یہ پہچان تصدیق کا سبب نہ ہوتی تو توبیخ (جھڑکنے) کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ بہرحال یہ معلوم ہو گیا کہ انکار کرنا بعد

هذه[1] المعرفة من حسد وعناد اقرأ كتابك كفى بنفسك اليوم
عليك حسيبا وانما اسردت ايراد الحجج والروايات لان
المتوغلين فى الانكار[2] علينا قرروا ان هذا القوم جاهلون
لا يعلمون شيئا فما بال قوم ينسبون الى الضلالة توما استدلالهم
كاستدلال اصحاب الانبياء فى كل زمان واوصافهم كاوصافهم
يا اخى لو تاملت فى عباد الرحمن وجدتهم كانهم هم عباد الرحمن واذا
قراءت ان المسلمين والمسلمات عرفتهم فى المسلمين والمسلمات واذا[3]
اطلعت قد افلح المومنون علمت انهم هم المومنون المفلحون واذا
تليت[4] الا المصلين الذين[5] هم على صلوتهم دائمون صادقتهم هم
المصلين دائمين[6] على صلوتهم واذا فكرت[7] فى خروا سجدا وبكيا
ايقنت انهم هم الساجدون الباكون[8] وتلك الاوصاف انما حصلت
لهم بتصديق المهدى عليه السلام فصاروا احياء بعد ما كانوا
امواتا فاى شخص اكثر منه فيضا وايهم اصدق منه قولا واحذق
منه طبا واى طبيب اشد منه فى المعالجة قال الله تعالى ومن
احسن قولا ممن دعا الى الله وعمل صالحا وقال اننى من المسلمين
وانما اطنبت فى ايراد الحجج ليعلم المنصف انه اذا ثبت كونه مهديا
بما ثبت به كون[9] الانبياء لا يمنعه عن التصديق ما[10] يختلج فى باله من

---

[1] هذه المعرفة حسد وعناد (س - ت - غ - د - ب - ف - ن) ايضا هذه المعرفة حسدا وعنادا (ش - ک - ط) [2] انكار (ص) [3] واذا اطلعت (غ - ت - د) [4] تلوت (حاشیہ ن) [5] الذين على صلوتهم (ض) [6] دائمون (حاشیہ ج) ايضا الدائمين (ف - ض - ل)
[7] واذا فكرت (س) [8] والباكون (س)
[9] كون الانبيا انبيا (ک - د - س - ص - ن)
[10] ما يخلج (د)

اس پہچان کے محض حسد و عناد سے ہے۔ "اپنا نامہ اعمال پڑھو آج کے دن تو تمہارا نفس ہی تم سے کافی حساب لینے والا ہے" میں نے دلیلیں اور روایتیں پے در پے اس لئے بیان کیں کہ ہمارے (مشربے) انکار میں جو غلو رکھتے ہیں انہوں نے یہ قرار دے لیا ہے کہ ہم لوگ جاہل ہیں کچھ بھی نہیں جانتے پھران لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ایک ایسی قوم کو گمراہی کی طرف منسوب کرتے ہیں جس کا استدلال اس استدلال کے جیسا ہے جو ہر زمانہ میں اصحاب انبیا کا رہا ہے اور ان کے اوصاف بھی اصحاب انبیاء کے اوصاف کی طرح ہیں۔ میرے بھائی! اگر تم آیہ "عباد الرحمٰن" میں فکر و تامل کرو تو تم انہیں ایسا پاؤ کہ گویا وہی "عباد الرحمٰن" ہیں اور جب تم "ان المسلمین والمسلمات (بیشک مسلمان مرد اور عورتیں) پڑھو گے تو انہیں مسلمین و مسلمات ہی میں پہچانو گے۔ اور جب تم "قد افلح المومنون" (بیشک مومنین ہی کامیاب ہیں) سے مطلع ہو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ کامیاب مومن وہی ہیں اور جب تم "الا المصلین الذین ہم علیٰ صلوٰتہم دائمون (مگر وہ نماز پڑھنے والے جو اپنی نماز پر مداومت کرتے ہیں) کی تمنا کرو گے تو انہیں کو نماز پڑھنے والا اور اپنی نماز پر مداومت رکھنے والا پاؤ گے اور جب تم "خروا سجدا وبکیا" (گر پڑے وہ سجدہ میں روتے ہوئے) میں غور و فکر کرو گے تو تمہیں یقین ہو جائے گا کہ سجدہ کرنے والے اور رونے والے وہی ہیں اور یہ اوصاف انہیں مہدی علیہ السلام کی تصدیق ہی سے حاصل ہوئے اور وہ مردہ تھے زندہ ہو گئے، پس کون شخص مہدی موعودؑ سے زیادہ فیض رساں اور ان سے زیادہ سچا ہے؟ اور ایسا کون سا طبیب ہے جو فن طب میں ان سے زیادہ ماہر اور ان سے زیادہ سخت ہو معالجہ میں۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "من احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین" (کس شخص کی گفتگو زیادہ اچھی ہے اس شخص سے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے نیک کام کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو مسلمانوں میں سے ہوں) میں نے دلیلوں کے بیان کرنے میں اطناب سے اس لئے کام لیا کہ صاحب انصاف آدمی یہ سمجھ لے کہ جب ان کا مہدی ہونا ان دلائل سے ثابت ہو گیا جن سے انبیا کا انبیا ہونا ثابت ہوا ہے تو انصاف پسند آدمی کو وہ شبہات ان کی تصدیق سے نہیں مانع ہو سکتے جو اس کے دل میں کھٹکتے ہیں

الشبهات ويجب عليه تقليد اقواله بلا طلب الحجة[1] ثم الآن
اذكر بعض الاحاديث واقوال السلف التي[2] وجدت في ذاته وقومه
فمنها ما قال ابو اسحق قال قال علي رضي الله عنه ونظر الى ابنه الحسن
فقال ان ابني هذا سيد كما سماه رسول الله وسيخرج[3] الله من صلبه
رجلاً يسمى باسمه يملأ الارض عدلا اخرج الامام ابو داؤد في سننه
والامام ابو عيسى الترمذي في جامعه والامام ابو عبد الرحمٰن
النيسابوري في سننه قلت قد كان المهدي عليه السلام متشابها[4]
في الخلق بضم الخاء اما البحث عن قوله يملأ الارض عدلا فقد مر
ومنها ما قال علي رضي الله عنه قال قلت يا رسول الله امنا المهدي
ام من غيرنا فقال رسول الله بل منا يختم الله به الدين اي اظهره
باتم الظهور في زمانه واوصل اصحابه في منازل المقربين
والصديقين فهم[5] اهل المشاهدة والمعاينة والمكالمة ولكن لا يعرفهم
الا الله واولياؤه[6] كما قال الله تعالى اوليائي تحت قبائي[7] لا يعرفهم
غيري اخرج هذا الحديث جماعة من الحفاظ في كتبهم منهم ابو القاسم
الطبراني وابو نعيم الاصفهاني[ع] وعبد الرحمن بن حاتم وابو عبد الله
بن حماد وغيرهم ومنها ما روى عن كعب الاحبار رض قال المهدي خاشع[8]
لله كخشوع النسر جناحيه[9] رواه الامام ابو محمد الحسين في كتاب[10]

---

[1] حجة (ب-ن) [2] الذي (ب-ن) [3] سيخرج من صلبه رجل يسمى باسم نبيكم (د) ايضا سيخرج من صلبه رجلاً يسمى باسم نبيكم (ض) ايضا ليستخرج من صلبه رجلاً يسمى باسم نبيكم (س) [4] متشابها (ص) [5] فمنهم (حاشيه س-حاشيه ج-ض-ل) [6] واولياءه (ط-س-ل) [7] قبابي (ش-ب-ض-ل) [8] خاشعا لله (ج-ض) [9] بجناحيه (ج) [10] كتابه المصابيح (د-س-ك-ط)
ع الاصبهاني (حاشيه ن)

اور اس پر بغیر دلیل طلب کئے مہدی موعود کے اقوال کی تقلید واجب ہے۔
اس کے بعد اب میں بعض وہ حدیثیں اور سلف کے اقوال بیان کرتا ہوں جنہیں
میں نے مہدی اور انکی قوم کے بارہ میں پایا ہے۔ منجملہ انکے وہ ہے جو ابو اسحٰق نے بیان کیا ہے
وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادہ حسنؓ کی طرف دیکھکر فرمایا ہے کہ "میرا یہ لڑکا سید
(سردار) ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام (سیّد) رکھا ہے اور
اللہ تعالیٰ اس کی پشت سے ایک ایسے شخص کو پیدا فرمائیگا جو تمہارے نبی کا ہمنام ہوگا اور
وہ زمین کو عدل سے بھر دیگا (اس کو امام ابو داود نے اپنی سنن میں امام ابو عیسیٰ ترمذی
نے اپنی جامع میں اور امام عبدالرحمٰن نیشاپوری نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے) میں
کہتا ہوں کہ مہدی علیہ السلام خُلق (بضم الخا) میں مشابہ تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے ارشاد "دنیا کو عدل سے بھر دینگے" کے متعلق بحث پہلے گزر چکی ہے۔ نیز منجملہ ان کے
وہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے آپ نے فرمایا کہ "میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
مہدی ہم میں سے ہوں گے یا اوروں میں سے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ
ہمیں میں سے ہونگے اور اللہ تعالیٰ انہیں پر دین کو ختم فرمادیگا یعنی ان کے زمانہ میں دین کو کامل
طور پر ظاہر فرمادیگا اور ان کے اصحاب کو مقربین اور صدیقین کی منزلت تک پہنچا دیگا اور یہی لوگ
صاحب مشاہدہ، صاحب معائنہ اور صاحب مکالمہ ہیں۔ لیکن انہیں اللہ اور اولیاء اللہ کے سوا اور
کوئی نہیں پہچانتا۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے" اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری
(میرے اولیا میری قبا کے نیچے مستور رہتے ہیں انہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا) اس حدیث کو حفاظ حدیث
کی ایک جماعت نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے ان ہی میں سے ابو القاسم طبرانی ابو نعیم
اصفہانی عبدالرحمٰن ابن حاتم اور ابو عبداللہ ابن حماد وغیرہم نے۔ اور منجملہ انکے وہ ہے
جو کعب احبارؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مہدی اللہ کے لئے ایسا جھک جانے
والا ہوگا جسطرح[1] کہ کرگس اپنے دونوں بازوں کے اندر جھک جاتا ہے (روایت کیا ہے اسکو امام ابو محمد حسین نے کتاب

[1] جس طرح کہ کرگس اپنا سر دونوں بازوں کے درمیان جھکا لیتا ہے (از شرح)
" جس طرح کہ گدھ اپنے دونوں بازوں کو جھکا لیتا ہے۔

المصابیح واخرجہ الامام ابو عبداللہ نعیم بن حماد ومنہا ما روی
ابو سعید مولی[1] عبداللہ ابن عباس رض قال سمعت ابن عباس رض
یقول[2] انی لارجوان لا تذہب الایام واللیالی حتی یبعث اللہ منا[3]
اہل البیت غلاما شابا حدثا لم[4] تلبسہ الفتن ولم یلبسہا یقیم
امر ہذہ الامۃ کما فتح ہذا الامر بنا ارجوان[5] یختمہ اللہ بنا اخرجہ
الحافظ ابو بکر البیہقی فی[6] البعث والنشور قلت قد[7] وجد ہذہ الصفۃ
فیہ اقام امر ہذہ الامۃ علی ما کان فیہ فی النمط الاول فی
عہد النبی والمراد من الامۃ امۃ الاطاعۃ والاجابۃ[8] لا امۃ الدعوۃ
اما المنکرون فلم[9] یقیموا لانبیاء امرہم ومنہا ما روی عن جابر بن
عبداللہ رض قال دخل رجل علی ابی جعفر محمد بن علی رض فقال لہ اقبض[10]
منی ہذہ الخمسمائۃ درہم فانہا زکوۃ مالی فقال لہ ابو جعفر خذہا
انت فضعہا فی جیرانک من اہل الاسلام والمساکین من اخوانک
المسلمین ثم[11] اذا قام مہدینا اہل البیت قسم بالسویۃ وعدل فی
الرعیۃ فمن[12] اطاع فقد اطاع اللہ ومن عصاہ فقد عصی اللہ
اخرجہ الامام ابو عبداللہ نعیم بن حماد فی کتاب الفتن قلت[13]
قد وجد القسمۃ بالسویۃ والعدل فی الرعیۃ ای فیمن

---

[1] مولی ابن عباس (د-ک-ب-ص-ف-غ-ط-ت-س-ض) [2] یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لارجو (س-ک-ط) [3] من اہل البیت (د) [4] لم یلبسہ الفتن (ص-ض) [5] ای ارجوان یختمہ اللہ بنا (س) ایضا منا ارجوالی آخر (ض) [6] فی البعث والنشر (ج) [7] قد وجدت (ک-ط-س)
[8] والاجابۃ لا امۃ الدعوۃ (ج) [9] فلم یقیموا (ج) ایضا فلم یقیم (حاشیہ ج)
[10] قبض (ض) [11] ثم قال اذا قام (ط)
[12] ای فیمن اطاعہ ومن اطاعہ فقد اطاع اللہ اخرجہ (ک)
[13] قلت وقد وجد القسمۃ بالسویۃ (ج-ی-غ-ن-س)

المصابیح میں اور بیان کیا ہے اس کو امام عبداللہ نعیم ابن حماد نے۔ اور منجملہ ان کے وہ روایت ہے جس کے راوی عبداللہ ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ باری تعالی ہم اہل بیت سے ایک ایسے جوان کو مبعوث نہ فرمائے جس سے فتنے مختلط نہ ہونگے اور نہ وہ فتنوں سے اختلاط وارتباط رکھے گا۔ اس امت کے امر کو اسطرح (سنوار دیگا اور) قائم کریگا جس طرح کہ ہم سے اس کا آغاز ہوا امید ہے کہ ہمیں سے (یعنی مہدی جو ہم میں سے ہوگا) باری تعالی اس کا اختتام بھی فرمائیگا (تخریج کی ہے اس کی حافظ ابوبکر بیہقی نے بحث بعث ونشر میں)

میں کہتا ہوں کہ یہ صفت مہدی موعود میں موجود تھی۔ اس امت کے امر کو آپ نے اس طرز پر مستقیم فرمایا جس طرح کہ وہ قرن اول میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور امت سے مراد امت اطاعت و اجابت ہے (یعنی جو لوگ کہ دعوت کو مانیں اور اس کو قبول کریں) امت دعوت مراد نہیں۔ چونکہ منکرین دعوت کے کام کو تو انبیا بھی درست نہ کرسکے۔

اور منجملہ ان کے وہ روایت ہے جو جابر بن عبداللہ رض سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص ابوجعفر محمد ابن علی رض کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اس نے کہا کہ آپ مجھ سے یہ پانچ سو درہم لے لیجئے کہ یہ میرے مال کی زکوٰۃ ہیں۔ ابوجعفر رض نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تمہیں لے کر اپنے پڑوسی مسلمانوں اور اپنے مسکین مسلمان بھائیوں کو دیدو جب ہمارے مہدی موعود کا ظہور ہو گا جو اہل بیت سے ہوگا۔ تو وہ سویت کے ساتھ (برابر سرابر) تقسیم کریگا اور رعیت کے ساتھ عدل سے پیش آئیگا جو شخص اس کی اطاعت کرے گا وہ یقیناً خدا کی اطاعت کرے گا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا وہ خدا کی نافرمانی کرے گا۔ (تخریج کی ہے اس کی امام عبداللہ نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں) میں کہتا ہوں کہ برابر سرابر کی تقسیم بھی پائی گئی اور رعیت کے اندر عدل بھی۔ یعنی ان لوگوں میں یہ چیزیں پائی گئیں جنہوں نے

اطاعہ[١] واما من عصاہ فقد عصی اللہ فلا یقبل عدلہ ومنہا ما روی عن کعب الاحبار انہ قال انی لاجد المہدی مکتوبا فی اسفار الانبیاء ما فی حکمہ ظلم ولا عیب اخرجہ الامام ابو عبد اللہ نعیم بن حماد قلت قد تحقق روایتہ[٢] عن المہدی علیہ السلام انہ قال ذکرہ[٣] فی کتاب اللہ وکتب الانبیاء ولم یکن فی حکمہ ظلم ولا عیب کما ہو المشہور ومنہا ما روی ایضا عن ابی جعفر بن علی رض قال سئل امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ عن صفۃ المہدی علیہ السلام فقال ہو شاب مربوع حسن[٤] الوجہ یسبل شعرہ علی منکبیہ ویعلو نور وجہہ سواد[٥] شعرہ ولحیتہ وراسہ قلت ہکذا کان وصف المہدی الذی نصدقہ ومنہا ما روی عن الحارث بن المغیرۃ البصری قال قلت لابی عبد اللہ الحسین بن علی رض بای شی یعرف الامام المہدی قال بالسکینۃ والوقار فقلت وبای شی قال بمعرفۃ الحلال والحرام وبحاجۃ الناس الیہ ولایحتاج الی احد قلت صدق الحارث ہکذا کان المہدی علیہ السلام ومنہا ما روی عن ابی عبد اللہ الحسین بن علی رضی اللہ عنہما[٦] انہ قال لو قام المہدی لانکرہ الناس لانہ یرجع الیہم شابا موفقا بالخیر فان من اعظم البلیۃ ان

---

[١] ومن اطاعہ فقد اطاع اللہ (ک۔ط) [٢] الروایۃ (ف۔ت۔ک۔ط۔ص۔س۔ن۔ ض) [٣] ذکوری (نسخۂ ض) [٤] حسن الوجہ یسبل (حاشیہ ن)
[٥] سواد لحیتہ وراسہ (ض)
[٦] عنہ (د۔ب۔ص۔ف۔ت۔ن)

آپکی اطاعت کی اور جس نے آپ کی نافرمانی کی اس نے باری تعالیٰ کی نافرمانی کی پس[1] اس کا عدل مقبول نہیں ہوگا۔ اور منجملہ ان کے وہ روایت ہے جو کعب احبارؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں مہدی موعود کا ذکر بالیقین انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں لکھا ہوا پاتا ہوں۔ مہدی موعود کے حکم میں کوئی ظلم اور عیب نہ ہوگا (تخریج کی ہے اس کی ابو عبداللہ نعیم ابن حماد نے) میں کہتا ہوں کہ ابن حماد کی اس روایت کا تحقق خود مہدی علیہ السلام سے ہو گیا کہ انہوں نے کہا ہے کہ انکا ذکر اللہ کی کتاب اور انبیا کی کتابوں میں موجود ہے اور انکے حکم میں ظلم اور عیب بھی نہ تھا جیسا کہ مشہور ہے اور منجملہ ان کے وہ روایت ہے جو ابو جعفر ابن علیؑ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مہدی علیہ السلام کی صفت دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ "وہ میانہ رو جوان ہونگے اُن کے بال ان کے کاندھوں پر لٹکے ہوئے ہونگے اور ان کے چہرہ کا نور ان کے بالوں کی سیاہی، ڈاڑھی اور سر پر غالب ہوگا"۔ میں کہتا ہوں کہ ہم جس مہدی کی تصدیق مہدیت کرتے ہیں ان کے یہی اوصاف تھے۔ اور منجملہ ان کے وہ روایت ہے جو حارث ابن مغیرہ بصری سے مروی ہے انہوں نے کہا ہے کہ "میں نے ابو عبداللہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ امام مہدی کس چیز سے پہچانے جائینگے" امام حسین نے فرمایا کہ "سکینت و وقار سے" پھر میں نے عرض کیا کہ "اور کس چیز سے! تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ حلال و حرام کو پہچاننے سے اور اس سے کہ لوگ ان کے محتاج ہوں گے اور وہ کسی کے محتاج نہ ہوں گے۔ میں کہتا ہوں کہ حارث نے سچ کہا۔ مہدی موعودؑ ایسے ہی تھے اور منجملہ ان کے وہ روایت ہے جو ابو عبداللہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جب مہدی موعود کا ظہور ہوگا تو لوگ اس کا انکار کریں گے چونکہ وہ ان کے پاس توفیق یافتہ خیر جوان کی ہیئت میں جائے گا۔ اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہوگی کہ

[1] پس وہ مہدی کا عدل قبول نہ کریگا۔ (از مترجم)

يخرج[1] شابا وهم يحسبونه[2] شيخا كبيرا فانظر ايها المنصف الى قول الحسين ابن علی رضی الله عنه لو قام المهدی لانكره الناس يفهم منه ان الانكار من مؤيداته ومنها ما روی عن علی[3] بن هذيل عن ابيه قال دخلت علی رسول الله صلی الله عليه وسلم وهو فی الحالة التی قبض فيها فاذا فاطمة عند راسه والحديث طويل ذكر فی آخره[4] يا فاطمة والذی بعثنی بالحق ان[5] منهما مهدی هذه الامة اذا صارت الدنيا هرجا[6] مرجا فسادا وتظاهرت الفتن وانقطعت السبل[7] واغار بعضهم بعضا[8] فلا كبير يرحم صغيرا ولا صغير يوقر كبيرا فيبعث الله عند ذلك منهما[9] من يفتح حصون الضلالة وقلوبا غلفا يقوم بالدين فی آخر الزمان كما قمت به فی اول الزمان اخرجه[10] الحافظ ابو نعيم الاصبهانی[14] فی صفة المهدی فانظر ايها المنصف الی قوله عليه السلام وقلوبا غلفا[11] وهو عطف تفسير لقوله حصون الضلالة فعلم ان المهدی يفتح القلوب الغلف بفيضه فيملاءها بعدله وهذا معنی يملاء الارض قسطا وعدلا كما ملئت جورا وظلما كما ذكر الامام احمد بن حنبل فی مسنده يملاء الله[12] قلوب امة محمد غنی[13] ويسعهم عدله ومنها ما روی عن

[1] يخرج اليهم شابا (د-ص-ف-ک-ط-س) ايضا لان يخرج اليهم شابا (ض) [2] يحسبون (ط-س) [3] علی بن الهزيلی (ل) ايضا علی بن هزيل (ن) ايضا علی بن هذيل (ض) ايضا علی بن الهزال حاشيه ش) [4] وفی رواية آخره ان رسول الله قال (ض-ل) [5] ان منهما يعنی الحسن والحسين حاشيه ج-حاشيه ش) ايضا ان منهما مهدی هذه الامة (د-ف-ط-ت-س-ن) ايضا ان منهما مهدی هذه الامة (نسخه ض) [6] هرجا مرجا وتظاهرت الفتن (ت-س-ک-ط-د-غ) ايضا هرجا ومرجا وتظاهرت الفتن (ت-ص-ض) ايضا هرجا مرجا وفسادا الی آخره (ل) [7] السبيل (د) [8] بعض (ص) [9] منها (د-ف-ط-ت-س-حاشيه ج-ن) [10] ويملاء الدنيا عدلا كما ملئت جورا (ض-ل) [11] فعلم ان المهدی يفتح القلوب الغلف الی آخره (ج) ايضا وعطف تفسير لقوله حصون الضلالة (س-د) ايضا وهو عطف لقوله حصون الضلالة (ک) ايضا وهو تفسير بقوله حصون الضلالة (ض) [12] ويملاء الله (ف-ص-غ-ک-ت-ن) [13] غناء (ن-ض) [14] الاصفهانی م

م كذا فی جميع النسخ الا "ن"

ان کا ظہور جوانی کی حالت میں ہوگا حالانکہ لوگ ان کو شیخ کبیر سمجھے ہوئے ہونگے پس انصاف پسند آدمی کو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے اس قول کی طرف نظر کرنی چاہیئے کہ "جب مہدی کا ظہور ہوگا تو لوگ ان کا انکار کریں گے" اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ لوگوں کا انکار آپکی تائید کرنے والی چیزوں میں سے ہے اور منجملہ ان کے وہ روایت ہے جو علی ابن ہذیل سے مروی ہے اور ہذیل نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بحالت مرض موت حاضر ہوا اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے سرہانے تشریف رکھتی تھیں (حدیث طویل ہے اس کے آخر میں ذکر کیا گیا ہے) اے فاطمہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ ان دونوں یعنی حسین و حسن کی اولاد ہی میں سے اس امت کا مہدی پیدا ہوگا جب دنیا میں فتنہ و فساد برپا اور ظاہر ہو جائینگے۔ راستے رک جائینگے اور ایک دوسرے کو لوٹنے لگے گا۔ نہ بڑا چھوٹے پر رحم و شفقت کریگا اور نہ چھوٹا بڑے کی توقیر و عزت۔ اس وقت باری تعالیٰ انہیں دونوں (حسن و حسین) کی اولاد میں سے اس شخص کو مبعوث فرمائے گا جو گمراہی کے قلعے فتح کریگا اور جن دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں ان کو کھولدیگا آخر زمانہ میں دین کو اسی طرح قائم کرائیگا جس طرح کہ میں نے ابتدائے زمانہ میں اس کو قائم کیا ہے (اس روایت کی حافظ ابو نعیم اصفہانی نے صفت مہدی میں تخریج کی ہے۔)

پس ایک صاحب انصاف آدمی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد وقلوبا غلفا (پردے پڑے ہوئے دل) کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ آپؐ کے قول حصون الضلالۃ (گمراہی کے قلعے) کیلئے عطف تفسیری ہے پس یہ معلوم ہوا کہ مہدی موعود اپنے فیض سے پردے پڑے ہوئے دلوں کو کھول کر اپنے عدل سے ان کو بھر دینگے اور یہی ہے "یملأ الارض قسطا و عدلا کما ملئت جورا وظلما (بھر دیگا زمین کو عدل و انصاف سے جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی) کے معنی۔ چنانچہ امام احمد ابن حنبل نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں کو غنا سے بھر دیگا اور ان میں اس کے عدل کی گنجائش پیدا ہو جائیگی اور منجملہ انکے وہ روایت ہے جو مروی ہے

امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی الله عنه قال قال رسول
الله صلی الله علیه وسلم المهدی منا اهل البیت یصلحه الله
فی لیلة[1] واحدة ای فی بعضها[9] وهذه القصة لاتدخل تحت الرقم[1]
ولایذکر لطولها[2] والله لقد صدق الراوی عن امیر المومنین
علی کرم الله وجهه ومنها ماروی عن طاوس قال علامة المهدی
ان یکون شدیدا علی العمال رحیما بالمساکین قلت هکذا کان
المهدی شدیدا علی اهل الدنیا لایمکن لهم الموانسة معه من
الهیبة اما[3] الفقراء فیوانسون معه موانسة الاخ بالاخ والابن[4]
بالاب اخرجه الحافظ ابو عبد الله نعیم بن حماد فی کتاب الفتن ومنها ماروی
عن عبد الله بن عطاء قال سالت ابا جعفر محمد بن علی فقلت اذا خرج
المهدی بای سیرة[5] یسیر قال یهدم ما قبله کما صنع رسول الله صلی الله علیه وسلم
ویستانف الاسلام جدیدا کذا فی عقد الدرر ای یهدم البدع وما اخطاء
المجتهدون فیه من العملیات و[6] الاعتقادات وهذا من خصائصه کما ذکر[7]
قبل ویدل علیه قوله علیه السلام یقوم بالدین فی آخر الزمان
کما قمت به فی اول الزمان اذ لو لم یحکم بتخطیة المخطئین لایقوم
بالدین کما قام[8] النبی علیه السلام فعلم ان المهدی یکون حاکما بین
المذاهب کما ذکرت قبل ومنها ماروی عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه

---

[1] الرقیم (ص) ایضا الرقیمة (ط) [2] بطولها (س) [3] واما الفقراء (ص) [4] والابن والاب (ص - ق - غ - ط - ت - س) [5] سیر (ج) [6] ولا الاعتقادیات (ک - د - ص - ن - س - ط - ع) [7] کما ذکرنا (ش - د - ب - ن) ایضا کما ذکرنا قبل (ت - س - ک - ق - غ - ط) [9] ای فی بعضها (ن)
[8] کما قام به النبی علیه السلام (ط - ص - ق - س - ت - ن - ض)

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مہدی ہمارے اہل بیت ہی میں سے ہوگا اور اسے باری تعالی ایک ہی رات میں (مہدیت کے) لایق بنا دے گا۔ یعنی رات کے کچھ حصہ میں۔ یہ قصہ نہ لکھا جاسکتا ہے نہ اپنے طول کی وجہ سے بیان کیا جاسکتا ہے فی الواقع راوی نے امیر المومنین حضرت علی رضؓ سے سچی روایت کی۔ اور منجملہ ان کے وہ روایت ہے جو طاوسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "مہدی کی پہچان یہ ہے کہ وہ حاکموں (توانگروںعہ) کے ساتھ سخت اور مسکینوں کے ساتھ مہربان ہوگا"۔ میں کہتا ہوں کہ مہدی موعود اسی طرح دنیا داروں کے ساتھ (اتنے) سخت تھے کہ وہ ان کے ساتھ ہیبت کی وجہ سے مانوس ہی نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن فقراء ان کے ساتھ ایسے ہی مانوس تھے جیسے کہ بھائی بھائی سے یا بیٹا باپ سے۔ (تخریج کی ہے اس روایت کی حافظ ابو عبد اللہ نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں) اور منجملہ ان کے وہ روایت ہے جو عبد اللہ ابن عطا سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر محمد ابن علی سے دریافت کیا کہ "جب امام مہدی کا ظہور ہوگا تو وہ کس سیرت پر چلینگے" تو انہوں نے فرمایا کہ وہ اپنے سے پہلے کی ناسزا باتوں کی بنیادوں کو ڈھا دیں گے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور اسلام کو از سر نو قائم فرمائینگے (عقد الدرر میں بھی اسی طرح ہے) مطلب یہ ہے کہ بدعتوں کو دور کر دینگے اور ان خطاؤں کو بھی جو مجتہدین سے اعمال وعقائد میں واقع ہوگئی ہیں۔ اور یہ امر ان کی خصوصیتوں میں سے ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے کہ "وہ آخر زمانہ میں دین کو اسی طرح قائم کرینگے جس طرح کہ اول زمانہ میں ہم نے اسکو قائم کیا ہے"۔ اس لئے کہ اگر مہدی موعود خطا کاروں کی خطا کا حکم نہیں فرمائینگے تو وہ دین کو اس طرح قائم کرنیوالے نہیں ہونگے جسطرح کہ آنحضرتؐ نے قائم فرمایا تھا۔ پس معلوم ہوگیا کہ مہدی علیہ السلام جیسا کہ میں پہلے ذکر کرچکا ہوں مذہبوں کے درمیان (بھی) فیصلہ کرنیوالے ہیں اور منجملہ انکے وہ روایت ہے جو مروی ہے حضرت علی ابن طالب سے

عہ (از شرح)

فی قصة المهدی قال ولا یترک بدعة[1] الا ازالها ولا سنة[2] الا اقامها کذا فی عقد الدرر ومعنی هذا القول انہ یکون فاعلا بنفسہ وآمرا لغیرہ وهذا المعنی مؤید بما ذکر الشیخ سعدی بالقاف[3]

بیت سہ یتیمی کہ ناکردہ قرآن درست ۔ کتب خانہ چند ملت بشست ای حکم بنسخها فصدق

المومنون بها بانها منسوخة لان[4] الکتب السماویة مغسولة بالماء بل مغسولة عن قلوب من آمن[5] بہ ای علمها وجمیع هذه المنقولات من[6] عقد الدرر وان کان بعضها ضعافا لکن لما وجدت فیمن ادعی ظهر انها کانت صحاحا فی نفس الامر وان لم تبلغ درجتها ومنها ما ذکر الطبری فی تاریخہ ان المهدی علیہ السلام یظهر علی خمس وتسعمائة سنة وکان ظهور هذه[7] الذات علی هذا التاریخ ومنها ما ذکر فی شرح الحدیث المروی[8] عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال فیما اعلم عن رسول اللہ انہ قال ان اللہ یبعث فی هذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها وقال[9] ان المجدد فی المائة العاشرة هو المهدی[10] کما[11] ذکر فی تنبیہ التحرز وغیرہ من الکتب کما ذکر النووی وکذا قال الولی الصادق السید محمد کیسو دراز فی ملفوظہ

قولہ فعلم ان السید المیت لیس بمهدی لانہ لم یوجد فیہ

---

[1] البدعة (ط) [2] السنة (ج) [3] بالقاف سہ یتیمی کہ ناکردہ الی آخرہ (ف ۔ غ ۔ ن) [4] لان الکتب السماویة لا مغسولة بالماء بل مغسولة (س) ایضا لا ان الکتب السماویة (ن ۔ ت) [5] آمن بہ علیہ السلام ای علمها (ع ۔ ف ۔ ط ۔ ت ۔ ص ۔ ل) [6] عن (ک ۔ د) [7] هذه الذات (حاشیہ ش) [8] روی (ب) [9] قالوا (ص) [10] سید کذا فی جمیع النسخ الا ان س [11] وکما ذکر النووی (د ۔ ت ۔ ب ۔ ک ۔ ص ۔ ف ۔ ط ۔ س ۔ غ ۔ ن)

مہدی موعود کے قصہ کے ذیل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ "مہدی موعود کسی بدعت کو بغیر مٹائے اور کسی سنت کو بغیر قائم کئے ہوئے نہ چھوڑیگا" (عقد الدرر میں بھی اسی طرح ہے) اور حضرت علیؓ کے اس ارشاد کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود کرنے والا اور دوسروں کو اس کے کرنے کا حکم دینے والا ہوگا اور یہ معنی اس مفہوم کی بھی تائید کرتے ہیں جو شیخ سعدی نے فارسی میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست　　　کتب خانہ چند ملت بشست

ایسا یتیم جس نے قرآن کی تکمیل کرنے سے پہلے کئی قوموں کے کتب خانوں کو دھو ڈالا، مطلب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے ادیان کی کتابوں کے منسوخ ہونے کا حکم فرمایا اور اہل ایمان نے اس امر کی تصدیق کی کہ یہ کتابیں منسوخ ہیں نہ یہ کہ آسمانی کتابیں پانی سے دھو ڈالی گئیں بلکہ ان لوگوں کے دلوں سے دھل گئیں جو آپؐ پر ایمان لے آئے یعنی ان (کتابوں) کے اعمال (واحکام) دھل گئے۔ یہ تمام روایتیں عقد الدرر سے نقل کی گئی ہیں اور اگرچہ کچھ ان میں سے ضعیف بھی ہیں لیکن جب انہیں میں نے اس شخص میں موجود پایا جو مدعی مہدیت ہے تو یہ ظاہر ہوگیا کہ باوصف صحیح حدیثوں کے درجہ تک نہ پہنچنے کے بھی یہ حدیثیں صحیح ہیں۔ اور منجملہ ان کے وہ روایت ہے جو طبری نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے اور وہ یہ کہ مہدی علیہ السلام کا ظہور سنہ ۹۰۵ھ میں[۱] ہوگا اور اس ذات (مہدیؑ) کا ظہور اسی تاریخ میں ہوا ہے۔ اور منجملہ ان کے وہ ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہوئی حدیث کی شرح میں بیان کیا گیا ہے۔ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ منجملہ ان چیزوں کے جنہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جانتا ہوں یہ ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ باری تعالیٰ ہر صدی میں اس امت میں ایک ایسے شخص کو پیدا کریگا جو اس امت کے لئے اس کے دین کی تجدید کیا کریگا۔ نیز شارح کہتے ہیں کہ دسویں صدی ہجری کا مجدد مہدی موعود ہوگا۔ تنبیہ، التمرز وغیرہ کتابوں میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے جیساکہ نوویؒ نے بیان کیا ہے نیز خدا کے سچے ولی حضرت سید محمد گیسو دراز نے بھی اپنے ملفوظات میں اسی طرح بیان فرمایا ہے۔

قولہ پس معلوم ہوا کہ سید مرحوم یقیناً مہدی نہیں ہے اسلئے کہ اسکے اندر وہ علامتیں نہیں پائی گئیں

[۱] سنہ ۹۰۵ھ کے قریب ہوگا۔

ما ورد فی شان المهدی علیہ السلام ومنها انہ یکون اماما

قلت والحق ان یقال ومنہ[1] اذ الضمیر یرجع الی ما وهو مذکور

قولہ وهو[2] لیس بامام لان الامامۃ وهو الریاسۃ العامۃ تنعقد

باحد طرق ثلثۃ احدها بیعۃ اهل الحل والعقد من العلماء

والروساء ووجوہ الناس الذین یتیسر[3] حضورهم من غیر اشتراط

عدد معین ولا[4] اتفاق من سائر البلدان بل لو تعلق بواحد

مطاع کفت بیعتہ والثانی استخلاف الامام وعهدہ والثالث

القهر والغلبۃ کذا فی شرح المقاصد وکل منها لم یوجد[5]

فیہ و[6]الاخیران فظاهر و[7]اما الاول فانہ لم یقع لہ بیعۃ من

اهل الحل والعقد فسقط[8] قول من یثبت[9] امامتہ

قلت هو الامام علی التحقیق وان رغم انف المنکر

الزندیق اذا ثبت[10] امامتہ بجعل[11] اللہ ایاہ اماما کالانبیاء

علیهم السلام فانهم انما صاروا انبیاء بجعل[12] اللہ ایاهم انبیاء

لا[13] اجابۃ الخلق واطاعتهم ایاهم مثالہ ان[14] نصب الخلیفۃ

قاضیا فی بلد وامرهم ان یرجعوا الی حکمہ صار قاضیا[15] اطاعہ

الناس اولم یطیعوہ فان اطاعوا افلحوا وان لم یطیعوہ

---

[1] اذا الضمیر (د-ع) ایضا اذا کان الضمیر (حاشیہ س-ض) ایضا اذ کان الضمیر (ص) [2] لیس بامام (ج-د-ب) ایضا ولیس بالامام (د) [3] تیسر (ن-نسخۂ ض) [4] والاتفاق (س) [5] توجد (ط) [6] اما الاخیران (ف-ت-س-ن) ایضا واما الاخیران (ب) [7] اما لاول (ک-د-ب-غ-ص) [8] فیسقط (ب-حاشیہ ج) [9] و [10] ثبت (ص-ت-س-ط) [11] یجعل (د-ص-ت-س-ف-ب) [12] یجعل ش-ب-ص-ف-ت-س) ایضا الجعل (د) [13] لا باجابۃ الخلق (ف-ک-ط)
[14] اذا نصب الخلیفۃ (غ)
[15] بجعل الخلیفۃ ایاہ قاضیا (ط-د-ک-ف)

جو مہدی علیہ السلام کی شان میں وارد ہوئی ہیں جن میں سے ایک اس کا امام ہونا بھی ہے۔ قلت حق یہ ہے کہ "منہا انہ یکون اماماً" کے بجائے "منہ انہ یکون الی آخرہ" کہنا چاہیے تھا چونکہ ضمیر لفظ "ما" کی طرف لوٹتی ہے اور وہ مذکر ہے۔ قولہ اور وہ (سید مرحوم) امام اس لئے نہیں ہے کہ امامت تو ریاست عامہ کا نام ہے اور اس کا انعقاد ان تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے ہوتا ہے۔ ایک ارباب بست وکشاد مثل علما روسا اور بڑے بڑے لوگوں کا بیعت کرنا جن کا حاضر ہونا آسان ہو اور اس میں کسی معین تعداد یا تمام شہروں سے متفق ہو کر آنے کی بھی شرط نہیں بلکہ اگر ایک ایسا شخص بھی حاضر ہو کر بیعت کر لے جو لوگوں کا مُطاع (وہ جس کی اطاعت کی جائے) ہو تو اس کی بیعت کافی ہے۔ دوسرے امام کا اپنا جانشین بنانا اور وصیت کرنا۔ تیسرے تسلط اور غلبہ کا حاصل ہونا (شرح مقاصد میں بھی اس طرح ہے) اور سید مرحوم میں ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں پائی گئی۔ آخری دو چیزوں کا نہ پایا جانا تو ظاہر ہے۔ البتہ اول کے متعلق یہ ہے کہ ارباب حل وعقد نے ان کی بیعت نہیں کی۔ پس جو شخص ان کی امامت کو ثابت کرتا ہے اس کا قول ساقط ہو گیا۔

قلت مہدی موعود محقق یہ ہے کہ امام تھے۔ اگرچہ[1] بے ایمان منکر کو یہ گوارا نہ ہو چونکہ ان کی امامت اس طرح ثابت کی جا چکی ہے کہ باری تعالیٰ نے انہیں امام بنایا تھا جیسے کہ انبیا علیہ السلام۔ پس وہ بھی اسی جہت سے انبیا ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبی بنایا تھا۔ اس بنا پر نہیں کہ مخلوق نے ان کا حکم مانا اور اطاعت کی اس کی مثال یوں سمجھنا چاہیے کہ اگر خلیفہ وقت کسی شہر کا کسی کو قاضی مقرر کر کے اہل شہر کو یہ حکم دے کہ وہ لوگ اس کے حکم کی طرف رجوع کریں تو وہ قاضی ہو جائیگا۔ خواہ وہ لوگ اسکی اطاعت کریں یا نہ کریں۔ البتہ اگر وہ اس کی اطاعت کرینگے تو فلاح یاب ہونگے اور اگر اطاعت نہیں کرینگے

---

[1] اگرچہ منکر زندیق کی ناک خاک آلود ہو (از شرح) ایضاً۔ محقق یہ ہے کہ برغم منکر زندیق وہ امام برحق تھے۔

ولم يجيبوا دعوته فله ان يقهرهم و[1] يعزرهم وان لم يقدر
على قهرهم و زجرهم لا يخرج من كونه قاضيا لان علة ثبوة قضاه
نصب الامام اياه لا طاعة[2] الناس له و سنذكر عليه الدلائل
منها ما قال الامام ابو شكور السالمي[3] فى كتابه المسمى بالتمهيد
قال قال بعض الناس بان الامام اذا لم يكن مطاعا فلا يكون
اماما قلنا ليس كذلك لان اطاعة الامام فرض على الناس
فلو لم يطع[4] الامام فالعصيان حصل منهم و عصيانهم
لا يضر بالامامة الا ترى ان النبى عليه السلام ما كان مطاعا
اول الاسلام وكان لا[5] يمكنه القهر على اعدائه بطريق العادة والكفرة
تمردوا عن نصره و دينه وكان[6] هذا لا يضره ولا يعزله عن
النبوة فكذلك الامام خليفة رسول[7] الله لا محالة وكذلك
على بن ابى طالب رضى الله عنه ما كان مطاعا من جميع
المسلمين و[8] مع ذلك ما صار معزولا فيصح ما قلنا ولو ان الناس
ارتدوا عن الاسلام فان الامام لا ينعزل عن الامامة فكذلك
فى العصيان ثم ان لم يكن له القهر فذلك من اثر التامل منه
وتمردهم لا يعزله[10] فانظر ايها المنصف الى ما[9] قال
ابو شكور ليس كذلك ومنها ما قال الامام حجة الاسلام محمد الغزالى

---

[1] ويعزرهم ان قدر وان لم يقدر (ک - ض - ف - ش - غ - ط - ن - ت - س) [2] اطاعته (كذا فى جميع النسخ الا "ص") [3] السلمى (ص - س - ف)
[4] يطيعوا (ج) [5] لا يمكن (ک - ط) [6] كان لا يضر (غ - ض)
[7] رسول الله كذلك (ض) ايضا رسول الله لا محال وكذلك (ج - د - ک - ش)
[8] مع ذلك (ج - د - ک - ش - ب) [9] ما قال ابو شكور ومنها (ک - د - ص - غ - س)
[10] ينعزله (كذا فى جميع النسخ الا ن و س)

اور اس کی دعوت کو نہیں مانینگے تو اُسے ان پر سختی کرنا اور سزا دینا جائز ہو جائے گا اور اگر وہ ان پر سختی اور تنبیہ کرنے پر قادر نہ ہو تب بھی دائرہ قضا سے خارج نہیں ہو جائیگا کیونکہ اس کے ثبوت قضا کی علت امام کا اس کو مقرر کرنا ہے نہ کہ لوگوں کا اس کا مطیع ہونا اور عنقریب ہم اس پر دلائل پیش کریں گے۔ اور منجملہ ان کے امام ابوشکور سالمی کی وہ عبارت ہے جو انہوں نے اپنی کتاب تمہید میں بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ "جب تک امام کی اطاعت نہ کی جائے وہ امام نہیں ہوتا" ہم کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ امام کی اطاعت لوگوں پر فرض ہے پس اگر امام کی فرمانبرداری نہ ہوئی تو نافرمانی ان ہی کی طرف سے حاصل ہو گی اور انکی نافرمانی امامت کے لئے مضر نہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ نبی علیہ السلام ابتداے اسلام میں مطاع (جس کی اطاعت کی جائے) نہ تھے اور نہ بطریق عادت آپ اپنے دشمنوں پر سختی فرما سکتے تھے نیز کافروں نے آپکی مدد اور آپکے دین سے سرکشی اختیار کر رکھی تھی اور یہ چیزیں نہ آپ کے لئے مضر تھیں نہ انہوں نے آپ کو منصب نبوت سے معزول کیا اسی طرح امام بھی بے شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے اور اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی تمام مسلمانوں نے اطاعت نہیں کی تھی لیکن باوجود اس کے آپ (عہدۂ خلافت سے) معزول نہیں ہو گئے۔

پس جو کچھ کہ ہم نے کہا وہ صحیح ہے۔ نیز اگر لوگ اسلام سے مرتد ہو جائیں تو امام امامت سے معزول نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح لوگوں کی نافرمانی کی حالت میں سمجھنا چاہئے۔ پھر اگر اسے غلبہ حاصل نہیں ہے تو یہ اس کے تامل اور لوگوں کی سرکشی کا اثر ہے اور ان کا تمرد اسے معزول نہیں کر سکتا۔

پس صاحب انصاف کو ابوشکور سالمی کے قول "لیس کذلک" (ایسا نہیں ہے) میں غور کرنا چاہئے اور منجملہ ان کے وہ عبارت ہے جو امام حجۃ الاسلام محمد غزالی نے بیان کی ہے

فی کتابہ مختصر الاحیاء واعلم ان من رغب فی طلب الدنیا واقبل علے الریاستہ واعرض عن الآخرۃ فھو دجال الدین وقوام مذھب[1] الشیاطین لا امام الدین اذ[2] الامام ھو الذی یقتدی[3] بہ فی الاعراض عن الدنیا والاقبال علے اللہ کالانبیاء والصحابۃ والسلف الی ھنا کلامہ فانظر ایھا المنصف الی ما قال[4] الامام الغزالی فانہ لم یشترط القھر والغلبۃ لصحۃ الامامۃ ومنھا ذکر فی الحمیدی شرح الھدایۃ والامام الحق ھو الذی استجمع فیہ شرائط صحۃ الامامۃ من الاسلام والحریۃ والبلوغ والعقل والعدالۃ وصار اماما ببیعۃ جماعۃ من المسلمین وھم رضوا بامامتہ وھو یرید اعلا کلمۃ الاسلام وتقویۃ المسلمین ویؤمن[5] منہ دماء المسلمین واموالھم وفروجھم ویکون عادلا[6] مشفقا لینا علے المسلمین کالاب الرحیم والاخ الشفیق ومن لم یکن کذلک فلیس[7] لامام الحق فلا یجب اعانتہ بل یجب القتال معہ والخروج علیہ حتی یستقیم او یقتل وھذا تاویل کشف لشبھۃ الی ھنا کلامہ فانظر ایھا المنصف ان الشارح لم یقید البیعۃ باھل الحل والعقد کما قید البعض بل ذکر مطلقا بیعۃ[8] جماعۃ من المسلمین واللہ[9] لقد کان من نثبت امامتہ موصوفا بجمیع ھذہ الشروط قد[10] بایعہ جماعۃ من

---

[1] مذاھب الشیاطین (ت۔ف۔س۔ک۔ط۔د۔ص) [2] لان الامام (ل) ایضا فالامام (د۔ک۔س) [3] اقتدی بہ (ک) [4] قال الغزالی (ب۔ن) ایضا قال الامام محمد ن الغزالی (ف) [5] یومن دماء المسلمین (ج) [6] عدلا (ک۔د)
[7] فلیس بالامام الحق (ص۔ت۔د۔ک۔غ۔ط۔س۔ف) [8] ببیعۃ (ط۔ص۔ت۔ف۔ن) [9] وواللہ کان (حاشیہ ن) ایضا واللہ کان (ج۔ب۔ش)
[10] لقد بایعہ (حاشیہ ش)

اپنی کتاب مختصر الاحیا میں (اور وہ یہ ہے کہ) جاننا چاہئے کہ جو شخص طلب دنیا کی طرف راغب اور ریاست کی طرف متوجہ ہو کر آخرت سے منہ موڑ لے وہ دین کا دجال اور شیاطین کے مذہب کا قائم اور مستحکم کرنے والا ہے وہ امام دین نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ امام تو وہی ہے جس کی پیروی کی دنیا سے اعراض اور اللہ کی طرف توجہ کرنے میں کی جائے مثل انبیا علیہم السلام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین علیہم الرحمتہ کے (غزالی کی عبارت یہاں تک تھی) جو کچھ امام غزالی نے فرمایا ہے انصاف پسند کو چاہئے کہ اس میں غور کرے۔ اس لئے کہ امام غزالی نے صحت امامت کے لئے قہر و غلبہ کو شرط نہیں قرار دیا۔

اور منجملہ ان کے وہ عبارت ہے جو ہدایہ کی شرح حمیدی میں بیان کی گئی ہے (اور وہ یہ ہے کہ) سچا امام وہ ہے جس میں امامت کے صحیح ہونے کے شرائط مثل اسلام حریت، بلوغ، عقل اور عدالت کے جمع ہو جائیں اور وہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے بیعت کر لینے سے امام ہو جاتا ہے۔ درآنحالیکہ وہ لوگ اس کی امامت سے راضی ہوں اور وہ بھی اسلام کے کلمہ کا بلند کرنا اور مسلمانوں کو قوت پہنچانا چاہتا ہو۔ مسلمانوں کے خون۔ مال اور ناموس کی حفاظت کرتا ہو۔ عادل ہو۔ شفیق ہو۔ مسلمانوں کے حق میں ایسا ہی نرم ہو جیسا کہ مہربان باپ اور شفیق بھائی اور جو ایسا نہ ہو وہ سچا امام نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی مدد لازم نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ تو قتال اور اس پر خروج واجب ہے یہاں تک کہ یا تو وہ ٹھیک ہو جائے یا قتل کر ڈالا جائے اور کشف شبہہ کے یہی معنی ہیں (حمیدی کی عبارت یہیں تک تھی۔) پس صاحب انصاف کو دیکھنا چاہئے کہ (ہدایہ کے) شارح نے بعض لوگوں کی طرح بیعت کو ارباب حل و عقد کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ بلکہ مطلق مسلمانوں کی ایک جماعت کی بیعت کا ذکر کیا ہے۔ قسم بخدا تحقیق کہ جن کی امامت ہم ثابت کرتے ہیں وہ ان تمام شروط کے ساتھ متصف تھے بیشک انکی بیعت کی

المسلمين الكاملين التاركين للدنيا المعرضين عن الخلق بالهام ربانی وکشف صمدانی وشهود حقانی الهمهم الله قبل اظهار دعوی المهدویة بسنين[1] ان المهدیٔ هو هذا الذات ثم جاؤا وعرضوا معلوماتهم علی المهدی فقال ان الله سیظهره فقول الشیخ لم یقع له بیعة[2] اهل الحل والعقد فسقط قول من یثبت[3] امامته من عدم العلم باوصاف البائعین له واین اهل الحل والعقد من مرتبتهم هم القوم حفتهم الملائکة ونزلت علیهم السکینة وذکرهم الله فیمن عنده لا یشقی بهم جلیسهم کما نطق به الحدیث قد ارتقوا[4] درجات یغبطهم الانبیاء والشهداء ولیسوا منهم فسقط[5] قول من لم یثبت امامته ویثبت قول من اثبته[6] وقد ذکرت اوصاف قوم قبل فمنها[7] انا ذکرا لآن بعض اوصافهم الموافقة لما فی الاحادیث الواردة فی اوصاف الاولیاء فی قوله تعالی الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون روی[8] عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان من عباد الله لاناسا ما هم بانبیاء ولا شهداء ولکن یغبطهم الانبیاء والشهداء یوم القیمة بمکانهم من الله تعالی قالوا یا رسول الله فاخبرنا[9] منهم قال هم قوم تحابوا[10] بروح الله من غیر ارحام

---

[1] سنین (ص - ض - ل) ایضا بالسنین (ش) [2] بیعة من اهل الحل والعقد (ط)
[3] ثبت (ض - ل) [4] ارتفعوا (د - ب - ف - حاشیه ج) ایضا ارفعوا (ص - غ - ب - ل) [5] فسقط قول من لا یثبت امامته وثبت قول من اثبت امامته (ک - ط - س) ایضا فیسقط الی آخره (د) [6] اثبت (ص - ب - غ - ت - ن - ض - ل) ایضا یثبت (ف) [7] فمنها انا اذکر الآن (ط - غ - د - پ - ص - ف - ن - ض - ل)
[8] روی عمر بن الخطاب رضی (ت - ن) [9] فخبرنا (ت - د - ص - ف - غ - ط - ن)
[10] تحابون (ج - ب - ش - ف - غ - ط - ت - س)

مسلمانوں کی ایک جماعت نے جو کامل تارک دنیا اور مخلوق سے منہ پھیر لینے والی تھی اور یہ بیعت انہوں نے ربانی الہام صمدانی کشف اور حقانی مشاہدے کی تھی باری تعالیٰ نے (مہدی موعود کے) دعوی مہدیت کے ظاہر کرنے سے برسوں پہلے ان کو اس امر کا الہام فرما دیا تھا کہ مہدی موعود یہی شخص ہے چنانچہ پھر وہ لوگ آئے اور اپنی معلومات انہوں نے مہدی موعودؑ کے حضور میں پیش کی جس پر مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ "باری تعالیٰ عنقریب اسے ظاہر فرما دیگا۔" پس شیخ کا یہ کہنا کہ "ارباب حل وعقد نے ان کی بیعت نہیں کی اس لئے جو شخص انکی امامت ثابت کرتا ہے تو اس کا قول پایہ اعتبار سے ساقط ہے" ان کی بیعت کرنے والوں کے اوصاف سے بے خبر ہونے کے باعث ہے۔ ارباب حل وعقد کا مرتبہ کہاں انکے زمرہ کے برابر ہو سکتا ہے وہ تو وہ لوگ ہیں جنہیں فرشتہ گھیرے ہوئے ہیں سکینت وطمانیت ان پر نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں ان کا ذکر کرتا ہے جو اس کے پاس موجود ہیں (یعنی فرشتے) ان کا ہم نشین انکے ساتھ رہ کر بدبخت نہیں ہوتا (جیسا کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے) انہوں نے ایسے مراتب ترقی کی ہے کہ شہدا اور انبیا انپر رشک کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہ شہدا میں سے ہیں نہ انبیا میں سے۔ پس ساقط (عن الاعتبار) اسی شخص کا قول ہے جس نے مہدی موعود کی امامت ثابت نہیں کی اور جس نے ان کی امامت ثابت کی اس کا قول ثابت ہے اور انکی جماعت کے اوصاف میں پہلے ذکر کر چکا ہوں۔ ان میں سے بعض ایسے اوصاف کا یہاں ذکر کرتا ہوں جو اس مفہوم کے موافق ہیں جو اولیا اللہ کے اوصاف کے بارہ میں حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ وہ حدیثیں[1] جو باری تعالیٰ کے ارشاد "الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سنو! اولیا اللہ پر نہ خوف طاری ہوتا ہے اور نہ وہ محزون ہوتے ہیں)۔ کے ذیل میں ذکر کی گئی ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندگان خدا میں سے بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی ہیں نہ شہید لیکن قیامت کے دن اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ دیکھ کر انبیا اور شہدا بھی ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان سے ہمیں مطلع فرمائے آپؐ نے ارشاد فرمایا وہ وہ لوگ ہونگے جو محبت کرینگے اللہ کی رحمت[2] سے کسی رشتہ کے بغیر

[1] وہ اولیا اللہ جن کا ذکر باری تعالیٰ کے ارشاد "الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" میں کیا گیا ہے۔
[2] کے حکم سے۔ عہ صمدی۔

بينهم[1] يتواصلون ولا اموال يتعاطونها فوالله ان وجوههم
نور وانهم لعلى منابر من نور لا يخافون اذا خاف الناس ولا يحزنون
اذا حزن الناس وقرأ هذه الآية الا ان اولياء الله لا خوف
عليهم ولا هم يحزنون اخرجه[2] ابو داود في سننه متفق عليه
وروى عن ابي هريرة رضـ انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول الله تبارك وتعالى يوم القيمة اين المتحابون بجلالي[3] اليوم
اظلهم في[4] ظلي يوم لا ظل الا ظلي اخرجه مسلم وعن معاذ بن
جبل قال سمعت رسول الله صلى[5] الله عليه وسلم انه قال يقول
الله[6] تعالى اين المتحابون بجلالي لهم منابر من نور يغبطهم
الانبياء[7] والشهداء اخرجه الترمذي وروى البغوي باسناده
عن[8] ابن مالك الاشعري قال كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم
فقال ان لله عبادا[9] ليسوا بانبياء[10] ولا شهداء ولكن يغبطهم
النبيون والشهداء بقربهم ومقعدهم من الله يوم القيمة
قال وفي ناحية القوم اعرابي فجثى[11] على ركبتيه ورمى بيديه فقال
حدثنا يا رسول الله عنهم من هم قال فرايت في وجه رسول الله
البشر[12] فقال هم عباد[13] من عباد الله من بلدان شتى وقبائل[14] شتى
لم يكن بينهم ارحام يتواصلون بها ولا[15] مال الدنيا يتباذلون

---

[1] بينهم ولا اموال (ش - ک - ب - ص - ت - ن - س - ب - ط - غ - حاشيه ش) ايضا بينهم يتواصلون بها ولا اموال (د) ايضا بينهم ولا يتواصلون بها ولا اموال (ف) [2] اخرجه ابو داود لمتفق عليه (ص - س - ف - غ - ک - ط) ايضا اخرجه ابو داود ومتفق عليه (ت) [3] لجلالي (ب) [4] في ظلي اخرجه مسلم (غ - ش - د) [5] صلى الله عليه وسلم قال يقول (ج) [6] الله تبارك وتعالى (ت) [7] النبيون والشهداء (ج - ض) [8] عن ابي مالك الاشعري (ف - ص - ک - ط - س) [9] عباد (ت) [10] بانبياء وشهداء (ب) [11] فجلس (س - ب - ص - ت - ن) [12] البشرى (ک - ط) [13] عبادا (ک - ط - س) [14] او قبائل شتى (ص)
[15] ولا دنيا (ک - ف - غ - ط - س) ايضا ولا مال دنيا (ج)

آپس میں ایک دوسرے کو مال لئے دئے بغیر میل جول رکھینگے۔ خدا کی قسم ان کے چہرے اسر اسر نور ہونگے اور نور ہی کے منبروں پر وہ جلوہ آرا ہونگے۔ جس وقت لوگ خوفزدہ ہونگے انہیں خوف وہراس نہ ہوگا اور جب لوگ غمگینؔ ہوں گے تو انہیں کوئی غم و ملال نہ ہوگا اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت پڑھی" الا ان اولیاء الله لاخوف علیهم ولاهم یحزنون"
اس حدیث کو ابوداود نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے اور یہ (بخاری ومسلم کی) متفق علیہ ہے
نیز ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیگا کہ میرے جلال کی وجہ سے آپسمیں محبت کرنے والے کہاں ہیں آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ دونگا۔ یہ وہ دن ہے کہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اس حدیث کی امام مسلم نے تخریج کی ہے۔ اور معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ "باری تعالیٰ ارشاد فرمائیگا۔ میری جلالت شان کے باعث آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں انکے واسطے نور کے منبر موجود ہیں۔ نبی اور شہید ان پر رشک کرینگے۔ اس حدیث کو ترمذی نے بیان کیا ہے اور بغوی نے اپنی اسناد کیساتھ ابن مالک اشعری سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپنے فرمایا "بیشک اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جو نہ نبی ہیں نہ شہید لیکن قیامت کے دن اللہ سے انکے قرب اور مرتبہ کے سبب سے انبیاء اور شہدا بھی ان پر رشک کرینگے"۔ ابن مالک کہتے ہیں کہ اس جماعت کے ایک طرف ایک بدوی تھا جو ارشاد نبوت سن کر گھٹنوں کے بل جھک گیا اور دونوں ہاتھ چھوڑ کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ان لوگوں کی حالت ہم سے بیان فرمائیے کہ وہ کون لوگ ہیں۔ ابن مالک کہتے ہیں کہ اس سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر شگفتگی و بشاشت کے آثار پائے اور آپنے فرمایا کہ وہ اللہ کے بندوں ہی میں سے چند بندے ہیں مختلف شہروں اور مختلف قبیلوں کے ہوں گے ان کے آپسمیں کوئی رشتہ نسب نہوگا جس کی وجہ سے وہ باہم متواصل بنیں نہ دنیا کا مال جسے وہ باہم خرچ کریں

ؔ محزون

بهما يتحابون بروح الله يجعل الله وجوههم نورا ويجعلهم[١] منابر من لؤلؤ قدام[٢] الرحمن يفزع الناس ولا يفزعون يخاف[٣] الناس ولا يخافون ويروى عن النبي عليه السلام انه قال[٤] ان اوليائي من[٥] عبادي الذين يذكرون بذكري وانا اذكر بذكرهم هكذا روى البغوي بغير اسناده عن[٦] ابي هريرة انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من عباد الله عبادا[٧] يغبطهم الانبياء والشهداء قيل من هم يا رسول الله لعلنا نحبهم قال هم قوم تحابوا[٨] في الله من غير اموال ولا انساب وجوههم نور على منابر من نور لا يخافون اذا خاف الناس ولا يحزنون اذا حزن الناس فانظر ايها المنصف ان الاوصاف المذكورة في حق اولياء امة محمد توجد في هذا[٩] القوم فلم لا يكون بيعتهم مثبتة امامة من بايعوه واستدلالهم حجة لغيرهم والله يقول الحق وهو يهدي السبيل۔

قوله ثم اعلم رحمك[١٠] الله ان من اول الاسلام الى الآن كثيرا[١١] من الناس ادعوا هذه المهدوية من الامراء والمشائخ منهم شيخ يسمى سيد محمد نوربخش ومنهم كان شيخ في لروم.

١ه يجعلهم (از منهاج التقويم) ٢ه قدام عرش الرحمن (ک-ط-د-س) ٣ه ويخاف الناس (ل) ايضا ويخافون الناس كذا في جميع النسخ الا "ع-ط-س) ايضا ولا يفزعون ولا يخافون اذا خاف الناس (ت) ٤ه انه قال قال الله تعالى ان اوليائي (ت-ن) ٥ه من عباد الذين (ج) ٦ه وعن ابي هريرة (حاشيه ج - حاشيه ش-ض-ل) ٧ه عباد (ج)
٨ه تحابون (ج-ش-ن)
٩ه هذه (س)
١٠ه يرحمك الله (ج-ش-س) ١١ه كثير (ج-ض-ل)

انکی باہمی محبت محض اللہ[2] کی رحمت سے ہوگی۔ اللہ انکے چہروں کو (پیکر) نور بنا دیگا اور خدائے رحمٰن کے سامنے ان کیلئے موتیوں کے منبر بنائے جائینگے۔ لوگ گھبرا جائینگے اور انہیں گھبراہٹ اور پریشانی نہ ہوگی۔ لوگ خوفزدہ ہونگے لیکن وہ خائف نہ ہوں گے۔ نیز مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اولیاء ان بندوں ہی میں سے ہونگے جو میرا ذکر کرتے ہیں اور میں ان کے ذکر سے انہیں یاد کرتا ہوں۔ اسی طرح بغوی نے بغیر اپنی اسناد کے روایت کی ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندگان خدا میں سے بعض وہ بندے ہیں جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کرینگے (صحابہ کی طرف سے) عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں شاید ہم بھی انہیں محبوب رکھیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ وہ لوگ ہیں جو بغیر مال اور نسب کے تعلق کے محض اللہ[1] کے حکم سے آپس میں محبت رکھینگے۔ ان کے چہرے نور (ہی نور) ہونگے اور نور ہی کے منبروں پر وہ (جلوہ آرا) ہونگے جس وقت لوگوں پر خوف چھایا ہوا ہوگا وہ ڈرینگے نہیں اور جب اور لوگ پریشان و محزون ہونگے انہیں کوئی حزن و ملال لاحق نہ ہوگا۔

پس صاحب انصاف کو دیکھنا چاہئے کہ اولیاء امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں جتنے اوصاف بیان کئے گئے ہیں وہ ان لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ پھر انکی بیعت اس شخص کی امامت کی کیونکر مثبت نہ ہوگی جس کی انہوں نے بیعت کی ہے۔ اور کیوں ان کا استدلال دوسروں کے لئے حجت نہ بنے گا اور اللہ تو حق بات ہی فرماتا ہے اور وہی راہ راست دکھاتا ہے۔

قولہ اس کے بعد آپ کو معلوم ہونا چاہئے! خدائے برتر آپ پر رحم فرمائے کہ آغاز اسلام سے لے کر اب تک بہت سے امراء اور مشائخ نے اس مہدیت کا دعوی کیا جن میں سے ایک شخص مسمی سید محمد نور بخش ہیں اور ان ہی میں سے ایک وہ شیخ ہیں جو روم میں تھے۔

[1] کے حکم سے۔ [2] اللہ کی رحمت سے۔

قلت وجدت في[1] العبارة كان مقدما على الشيخ وليس بسديد بل ينبغي ان يقال[2] ومنهم شيخ كان في الروم

قوله يسمى اويس في زمن بايزيد وكان له[3] ثمانون خليفة لما عرض له هذا الامر طلب خلفاءه وقال لهم يظهر لي كذا وكذا انتم توجهوا الى الله

قلت العبارة الفصيحة ان يقال فتوجهوا الى الله انتم

قوله والذي يظهر لكم قولوا[4] الى فلما اشتغلوا مدة[5] جاؤا كلهم وقالوا اظهر[6] لنا انك على الحق فلما ذكر للسلطان هذا الامر وكان السلطان من اولياء الله تعالى قال لهم مرحبا انتم اخرجوا نحن معكم وناصركم ثم بعد ايام زال هذا الخاطر منه

قلت في هذا الكلام دليل[7] لنا على صحة مدعانا وهو ان الله لا يذره على الخطاء الذي يضره في دينه بل يطلعه على ذلك فيرجع واما اذا تركه[8] على ذلك حتى مات ذلك الولي علم انه كان مصيبا في مدعاه[10] او لم يكن وليا لان الاصرار على المعصية محال من الولي كما ذكر الشيخ اولا۔

قوله ثم شخص شريف في بلاد[9] المغرب وهو الآن موجود ذو شوكة عظيمة فتح له من بلاد المغرب مسيرة اربعة اشهر[11]

---

[1] في الاصل (ط) [2] يقول (ج ـ ب ـ ش ـ ك) ايضا يقول منهم الى آخره (ج) [3] كان له (ف ـ ت ـ س) [4] قولوا فلما اشتغلوا (غ) [5] مدة مديدة (حاشية ن)
[6] اظهر كذا في جميع النسخ الا "ط"
[7] دليلنا (ص) ايضا دليل لنا على الصحة من مدعينا (ش)
[8] تترك (ب)
[9] بلد (ض) [11] شهر (ف) [10] مدعايه (ن)

قلت میں نے شیخ کی عبارت میں لفظ "کان" کو لفظ "شیخ" پر مقدم پایا اور یہ درست نہیں ہے بلکہ مناسب یہ تھا کہ یوں کہا جاتا منھم شیخ کان فی الروم بجائے منھم کان شیخ فی الروم کے۔

قولہ شیخ رومی کا نام اویس تھا۔ یہ سلطان بایزید خاں کے زمانہ میں تھے اور انکے اسی خلیفہ تھے جب انہیں یہ چیز (مہدیت) پیش آئی تو انہوں نے اپنے خلفا کو بلا کر ان سے کہا کہ مجھے ایسا ایسا معلوم ہو رہا ہے۔ تم بھی اللہ کی طرف متوجہ ہو۔ قلت فصیح عبارت اس وقت ہوتی جبکہ بجائے "انتم توجھوا الی اللہ" کے "فتوجھوا الی اللہ انتم" کہا جاتا۔ قولہ اور جو کچھ تمہیں معلوم ہو مجھ سے بیان کرو۔ چنانچہ ایک مدت تک وہ لوگ مشغول توجہ رہ کر سب کے سب انکے پاس آئے اور کہا کہ "ہم پر تو یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ آپ حق پر ہیں" پس جب یہ بات بادشاہ سے بیان کی گئی جو خود بھی اولیاء اللہ میں سے تھا تو اس نے ان سے کہا مرحبا چلئے میں بھی آپ کے ساتھ ہوں اور آپکا مددگار۔ لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد یہ وسوسہ ان کے دل سے دور ہو گیا۔

قلت اس عبارت میں بھی ہمارے دعوی کے صحیح ہونے کی دلیل موجود ہے اور وہ یہ کہ باری تعالیٰ نے اس کو اسی غلطی پر چھوڑ نہیں دیا جو اس کے دین کو ضرر پہنچانے والی تھی۔ بلکہ اس کو اس غلطی پر مطلع فرما دیا تاکہ وہ اس سے رجوع اختیار کرے۔ البتہ اگر اس ولی کو مرتے دم تک اس غلطی پر چھوڑ دیتا تو یہ جانا جاتا کہ وہ اپنے دعوی میں صواب پر تھا یا یہ کہ وہ ولی ہی نہ تھا۔ اس لئے کہ گناہ پر اصرار ولی سے محال ہے جیسا کہ خود شیخ پہلے ذکر کر چکا ہے۔

قولہ پھر بلاد مغرب میں بھی ایک ذی مرتبہ شخص ہے جو اب تک موجود ہے اور بڑی شوکت والا ہے اور اس کے لئے ملک مغرب بقدر چار ماہ کی مسافت کے فتح کیا جا چکا ہے۔

والى الآن فى الترقى يدعى هذا الامر

قلت بلغنا عن[2] التجار الذين جاؤا من مكة ان ذلك الشخص قتل وكان رجلا[3] يعلم الكيمياء وكان غرضه فتح بلاد المسلمين ولم يكن له دعوة الى ترك الدنيا والاشتغال مع الله والانبياء ما بعثوا الا لذلك[4] قال الله تعالى وجعلنا بعضكم لبعض فتنة قال فى الكشاف اى جعلناك فتنة لهم لانك لو كنت صاحب جنان وكنوز لكان طاعتهم لك للدنيا او ممزوجة بالدنيا فانما بعثناك فقيرا ليكون طاعة من يطيعك خالصة لنا فاجتماع طلاب الدنيا وان كانوا الوفا لا يعتد به قال الله تعالى قل لا يستوى الخبيث والطيب ولو اعجبك كثرة الخبيث

قوله الخاتمة اعلم رحمك الله ان الآخرة دار جزاء والدنيا دار ابتلاء وابتلاء الله تعالى لعباده على انواع فمنهم من ابتلى[5] بشدة الفقر ومنهم من ابتلى[6] بالامراض وتواتر البلا[7] والمصائب ومنهم من ابتلى[8] بالصحة والعافية ومنهم[9] من ابتلى بكثرة الاعداء من الكفار والمبتدعة من الفرق المشهورين وهم اثنان وسبعون فالله تعالى ابتلانا فى زماننا[10] بهذه الفرقة المبتدعة اعاذنا الله منهم

قلت بالغ الشيخ فى عدا وة اصحابنا حتى جاء من مكة الى

---

[1] هو فى الترقى (د - ب - ک - ط - ص - ت - س) [2] من (حاشيه ج - حاشيه س) [3] رجل (ف) [4] بذلك (غ - ص - ت)
[5] يبتلى (ک - ص - ف - ع - س - ط - ت) [6] يبتلى (ص - ف - ع - ط - ت - س)
[7] البلايا (ض - ش)
[7] البلايا (س - ک - ض - ف - غ - ط - ت)
[9] ومنهم يبتلى (د - ک - ف - ص - غ - ط - ت - س - ن) [10] زمننا (ت)

ہنوز وہ ترقی پر ہے اور اس امر کا مدعی ہے۔ قلت ہمیں مکہ سے آئے ہوئے تاجروں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ شخص مارا گیا اور وہ ایک کیمیا جاننے والا آدمی تھا اور اس کی غرض مسلمانوں کے ملک فتح کرنے کی تھی۔ اس کا پیغام بھی ترک دنیا اور اشتغال مع اللہ کا نہ تھا۔ حالانکہ انبیا علیہم السلام تو محض اسی کے لئے مبعوث ہوئے۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "جعلنا بعضکم لبعض فتنة" (ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لئے آزمائش بنایا ہے) علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں بیان کیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ "اے نبی کریمؐ ہم نے آپ کو ان لوگوں کے لئے وجہ آزمائش بنایا ہے اس لئے کہ اگر آپ باغوں اور خزانوں والے ہوتے تو ان کی آپکی فرمانبرداری دنیا کیلئے ہوتی یا کم از کم دنیا کی آمیزش اس میں ضرور ہوتی۔ لیکن ہم نے تو آپ کو فقیر ہی بنا کر بھیجا ہے تاکہ جو کوئی آپ کی اطاعت کرے وہ خالص ہمارے ہی لئے ہو"۔ حاصل یہ کہ طالبان دنیا کا اجتماع اگرچہ وہ ہزاروں کیوں نہ ہوں شمار کے قابل نہیں۔ خود باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرة الخبیث" (اے محمد۔ فرما دیجئے کہ ناپاک و پاکیزہ چیز برابر نہیں ہوسکتی اگرچہ ناپاک چیز کی کثرت آپکو اچھی ہی کیوں نہ معلوم ہو)

قولہ خاتمہ۔ جاننا چاہیے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے کہ عالم آخرت دار الجزاء ہے اور دنیا آزمائش کا گھر اور اللہ کے اپنے بندوں کو آزمانے کی بہت سی قسمیں ہیں۔ بعض ان میں وہ لوگ ہیں جو فقر[۱] سے آزمائے جاتے ہیں۔ بعض ان میں سے وہ ہیں جو بیماریوں اور پے در پے بلاؤں اور مصیبتوں سے آزمائے جاتے ہیں۔ بعض ان میں ایسے ہیں جو صحت اور عافیت کے ذریعہ آزمائے جاتے ہیں۔ اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جنہیں کثرت اعدا[۲] سے آزمایا جاتا ہے۔ مثل کافروں اور بدعتیوں کے جو مشہور رہتر فرقوں میں سے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فی زماننا ہمیں اسی بدعتی فرقہ کی آزمائش میں مبتلا کیا ہے (اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے)

قلت شیخ نے ہمارے اصحاب[۹۳] کی عداوت میں اتنا مبالغہ کیا کہ خود مکہ معظمہ سے

---

[۱] فقر میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ [۲] کثرت اعدا کے ابتلا میں ڈالا جاتا ہے۔ [۹۳] ساہنیون

كجرات[1] بنفسه واتعبها[2] فى انكارهم مريد[3] اطفاء نور الله بفيه[4] ويابى الله الا ان يتم نوره فانماع كيده كما يماع الملح فى الماء فلم يحصل مقصوده ثم ذهب الى مكة ثانيا ثم بعد مدة مديدة كتب الى سلطان كجرات[5] ليقتل[6] اخواننا فامتثل امره فقتل احد عشر رجلا من اخواننا صابرين[7] فاخذ الله ثار اخواننا فى مدة اربعة اشهر بتسليط بعض خدم السلطان عليه حتى قتله ووزراءه فالسيف موضوع فيهم من ذلك الوقت الى يومنا هذا ولم يخلص زمان من ذلك الوقت من الشغب والاضطراب قال الله تعالى الم نهلك الاولين ثم نتبعهم الآخرين كذلك نفعل بالمجرمين ويل يومئذ للمكذبين ثم لما راى استقامتهم وصلابتهم فى تصديقهم كما قال ابو سفيان قلت لا فى جواب[8] سوال هرقل ايرتد احد منكم سخطة لدينه بعد ان يدخل فيه يئس من انكارهم ودفعهم فقال فالله ابتلانا بهذه الفرقة المبتدعة ولو نظرت بالانصاف لوجدت كلام الشيخ عين كلامهم حيث قالوا ان هذا الشئ يراد ما سمعنا بهذا فى الملة الآخرة ان هذا الا اختلاق فيا هنئيا للمصدقين وواويلا[9] للمنكرين.

---

[1] الكجرات (كذا فى جميع النسخ الا "ن" [2] اتبعها (ج - ص) [3] يريد (ص)
[4] بفمه (ف - ل - حاشيه ش - حاشيه ج)
[5] الكجرات (كذا فى جميع النسخ الا "ن"
[6] بقتل (ك - س - ص - ع - ط - ت) [7] صابرين محسنين (ف - ن) ايضا صابرين محتسبين (د - غ - ط - ت) [8] فى سوال هرقل (ض - حاشيه ش) [9] ويل (ن)

گجرات تک آیا اور ان کے انکار کی خاطر اپنے نفس کو اتنے تعب میں ڈالا یہ ارادہ کرتے ہوئے کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونک) سے بجھا دے حالانکہ باری تعالیٰ تو اسے کامل ہی کر کے رہے گا۔ پس اس کا مکر اسی طرح پگھل کر رہ گیا جس طرح کہ پانی میں نمک پگھل جایا کرتا ہے چنانچہ اس کا مقصد حاصل نہ ہوا اور وہ پھر دوبارہ مکہ معظمہ کی طرف چلا گیا۔ لیکن پھر ایک مدت مدید کے بعد سلطان گجرات کو ہمارے بھائیوں کے قتل کے بارہ میں لکھا۔ سلطان گجرات اس کے حکم کو بجا لایا اور ہمارے صابر اخوان دین میں سے گیارہ شخصوں کو اس نے قتل کر دیا لیکن چار ماہ کے اندر ہی اندر بادشاہ کے ایک خادم کو اس پر مسلط کر کے باری تعالیٰ نے ہمارے بھائیوں کا بدلہ اس سے لے لیا۔ یہاں تک کہ اس خادم نے بادشاہ اور اس کے وزیروں کو قتل کر ڈالا۔

پس اس وقت سے اب تک ان میں مقاتلہ کا سلسلہ جاری ہے اور اسوقت سے کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا جو شور و شغب اور اضطراب اور بے چینی سے خالی ہوتا۔ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "الم نهلك الاولين ثم نتبعهم الآخرين كذلك نفعل بالمجرمين ويل يومئذ للمكذبين"

(کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا پھر ان کے پیچھے دوسروں کو نہیں لائے۔ ہم تو مجرمین کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ آج افسوس ہے جھٹلانے والوں پر)

پھر جب شیخ نے تصدیق مہدی کے بارہ میں ان لوگوں کی استقامت اور مضبوطی دیکھی (جیسا کہ ابو سفیان نے کہا ہے کہ میں نے ہرقل کے سوال "کیا ان میں سے کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس کے دین کو ناپسند کر کے مرتد بھی ہو جاتا ہے" کے جواب میں کہا نہیں) اور ان کے دور دفع کرنے سے مایوس ہو گیا تو کہا "اللہ نے ہمیں اس بدعتی فرقہ کے ذریعہ آزمایا ہے" اور اگر آپ انصاف سے دیکھیں تو شیخ کے کلام کو عین ان مکذبین کا کلام پائیں کیونکہ وہ کہا کرتے تھے "ان هذا الشئ يراد ما سمعنا بهذا في الملة الآخرة ان هذا الا اختلاق" (یقینی یہی چیز تو مراد ہے جسے ہم نے پہلی ملت میں نہیں سنا یہ تو مبادی ہی بات ہے) پس مبارکباد ہے تصدیق کرنے والوں کے لئے اور افسوس انکار کرنے والوں پر

قوله اعلم ارحمك الله ان سنة الله فى بعض عباده جرت بانه قد يكون الشخص فى نفسه[1] من اولياء الله تعالىٰ تابعا للكتاب والسنة وينشاء بعده قوم خارجون من الدين ففى بلاد العجم شخص يسمى سيد نعمة الله الولى فالرافضية يعتقدونه ويسوا منه بشئ ثم شخص يسمى شاه باز قلندر بلغنا انه كان رجلا صالحا والقلندرية الذين هم فى هذا الزمان ينسبون[2] اليه وهم بمعزل عنه ثم شخص يسمى شاه قاسم انوار كان من اولياء الله واصحابه اكثرهم ملحدون مباحيون ثم فى بلاد الهند كان شخص[3] يسمى الشيخ بديع[4] الدين شاه مدار كان من اهل الله واصحابه يسمى مداريون وهم بمعزل[5] عنه وغير ذلك ممن لا يحصى[6] عددهم فالمقصود من هذا ان بدعة هذه الطائفة المقرين بمهدوية ذلك السيد المرحوم لا تقتضى ان يكون هو مبتدعا لا يظن به هذا والله اعلم

قلت هذا الذى ذكر الشيخ انما يصح اذا لم تصح[7] الرواية عندهم من متبوعهم بالتواتر اما اذا انقلوا ما هم عليه من الاعتقاد والعمل نقلا متواترا برواية عدول مرضيين عند متبوعهم فكيف يظن انهم اخترعوا ما لم يتحقق عندهم من متبوعهم اوغلطوا فى النقل عنه هذا انما يا باه العقل ويدفعه

---

[1] فى نفسه وليا من اولياء الله (س) [2] ينتسبون (ط-ت-س-ف) [3] الشخص كذا فى جميع النسخ الا " ط-ص-ت" [4] شيخ بديع الدين شاه مدار (كذا فى جميع النسخ الا " ت "

[5] بمعزلة عنه (ض) ايضا بمعزولين عنه (ص)

[6] لا يحصر (ص) ايضا لا يحصى اعدادهم (ل) [7] يصح كذا فى جميع النسخ الا " ن"

قولہ معلوم ہونا چاہیے۔ خدائے تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے کہ سنت اللہ اس کے بعض بندوں میں یوں جاری رہی ہے کہ فی نفسہ ایک شخص اولیاء اللہ میں سے ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث کی اتباع کرتا ہے۔ لیکن اس کے بعد ایک جماعت ایسی پیدا ہوتی ہے جو دین سے خارج ہوتی ہے۔ چنانچہ ملک عجم میں ایک شخص سید نعمت اللہ ولی ہے اور رافضی اس کے معتقد ہیں۔ لیکن ان میں اس کی کوئی بات نہیں ہے۔ ایسے ہی ایک شخص جس کا نام شاہ باز قلندر ہے اس کے متعلق ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ نیک آدمی تھا۔ اور اس زمانہ میں جو ایک فرقہ قلندریہ ہے اسے اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ انہیں اس سے کوئی نسبت نہیں۔ اسی طرح ایک شخص شاہ قاسم انوار بھی اولیاء اللہ میں سے تھا۔ لیکن اس کے اصحاب اکثر ملحد اور محرمات کو مباح کرنے والے ہیں۔ نیز ہندوستان میں ایک شخص شیخ بدیع الدین شاہ مدار گزرے ہیں جو اللہ والوں میں سے تھے اور جن کے متبعین کو مداری کہا جاتا ہے لیکن وہ ان سے بالکل جدا ہیں اور ان کے سوا بہت سے لوگ ہیں جنہیں شمار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ پس مقصود اس سے یہ ہے کہ اس گروہ کی بدعت جو سید مرحوم کی مہدیت کے مقر ہیں اس امر کی مقتضی نہیں ہے کہ سید مرحوم بھی بدعتی ہوں۔ ان کے ساتھ یہ گمان نہیں کیا جا سکتا واللہ اعلم۔ قلت جو کچھ شیخ نے ذکر کیا ہے اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ متواتر طور پر ان کے نزدیک ان کے متبوع سے روایت کی صحت ثابت نہ ہو۔ لیکن اگر انہوں نے ان تمام چیزوں کو جن پر ان کا اعتقاد و عمل ہے بہ نقل متواتر عادل اور اپنے متبوع کے نزدیک پسندیدہ لوگوں کی روایت سے نقل کیا ہو تو پھر کس طرح یہ گمان کیا جا سکتا ہے۔ کیا انہوں نے وہ چیزیں گھڑ لی ہیں جو خود ان کے نزدیک ان کے متبوع سے پایہ تحقیق تک نہیں پہنچیں۔ یا انہوں نے اس اپنے متبوع سے نقل کرنے میں غلطی کی۔ یہ ایسی بات ہے جس سے عقل ابا کرتی ہے اور نقل اُسے

النقل اذ لو جوز ذلك لوقع الشك فى الدين كله ولسوى[1] المتواتر والآحاد فى عدم افادة اليقين فانظر ايها المنصف ان الله عصم المهدى من طعن مثل هذا الشيخ المعاند ومكن فى[2] نفسه حسن اخلاقه حتى قال لا يظن به مع علمه ان التخصيص[3] فى بعض الآيات انما هو من ذاته دون اصحابه فمن يقدر على[4] تخصيص كلام الله والاعتقاد عليه لو لم يتحقق عنه[5] بالتواتر وكيف يظن انه افترى على الله كذبا او[6] غلط اذ الموجب للتصديق هو الاخلاق الصادقة[7] عن التكذيب فلذلك[8] قال الشيخ لا يظن به

قوله فلله[9] الحجة البالغة يضل[10] من يشاء ويهدى من يشاء وهو اعلم بالمهتدين تمت الرسالة

قلت هذا الذى اوقع الواصلين فى التحير والكاملين فى التدبر لا يسئل عما يفعل وهم يسئلون تمت رسالة[11] الشيخ باجوبتها ولله الحمد وبنعمته تتم الصالحات

---

[1] اسوى المتواتر فى عدم (ج - ب - ش) ايضا ليسوى المتواتر والاحاد (ص) [2] من (حاشيه ن) [3] التحقيق (حاشيه د) [4] على تخصيص والاعتقاد عليه (غ) [5] عنده (ب) [6] او اغلط (حاشيه ج) [7] الصادقة (ب - ت - ف) ايضا الصادقة فكذا قال الشيخ (د) [8] فلذا (ش - غ) [9] ولله (س ف - غ - ط - ت) [10] تمت الاجوبة (ك - ط) ايضا تمت الرسالة (ش - ب) ايضا تمت الرسالة الشيخ باجوبتها (د - ص - حاشيه - ش)
[11] تمت الصالحات (ف)

(كاتب عربى شيخ حسين شاه آبادى) مقيم حيدرآباد دكن

مانتے نہیں۔ اس لئے کہ اگر اس کو جائز رکھا جائے تو سارے دین میں ہی شک واقع ہو جائے اور متواتر مفید یقین نہ ہونے میں آحاد کے برابر ہو جائے۔

صاحب انصاف کو دیکھنا چاہئے کہ باری تعالیٰ نے اسس شیخ جیسے معاند کے طعن سے مہدی موعودؑ کو محفوظ رکھا اور اس کے دل میں ان کے حسن اخلاق کو جاگزیں کر دیا تا آں کہ وہ یہ کہہ اٹھا کہ " لایظن بہ ھذا " (ان کے ساتھ یہ گمان نہیں کیا جاسکتا) اور یہ باوجود اسس علم کے ہے کہ بعض آیات میں جو تخصیص ہے وہ فقط مہدی موعود کی طرف سے ہے نہ کہ ان کے اصحاب کی طرف سے۔ اس لئے کہ اگر متواتر طور پر ان سے کسی تخصیص کا تحقق نہ ہو جائے تو کس کی مجال ہے کہ کلام اللہ میں تخصیص کر سکے اور اس پر اعتقاد رکھے اور ان سے یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا ہے یا غلطی کی ہے۔ اس لئے کہ موجب تصدیق تو وہی اخلاق ہیں جو تکذیب سے پھیر دینے والے ہیں اور اسی وجہ سے تو شیخ نے بھی کہا کہ " ان کے ساتھ یہ گمان نہیں کیا جاسکتا۔"

قولہ پس حجت کامل تو اللہ ہی کے لئے ہے وہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست دکھاتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو جانتا ہے (رسالہ ختم ہوا)

قلت یہی ہے وہ چیز جس نے واصلان حق کو حیرت میں ڈال دیا ہے اور کاملین کو غور و فکر میں مبتلا کر رکھا ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے بارہ میں اس سے دریافت نہیں کیا جاسکتا اور وہ لوگ مسئول ہیں۔ شیخ کا رسالہ مع اس کے جوابوں کے ختم ہوا۔ تمام ستائشیں خدا ہی کے لئے ہیں اور اسی کی نعمت سے صالحات کی تکمیل ہوتی ہے۔

تصحیحات

مقدمہ سراج الابصار

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
یہ	۶	مزاج	مزاح	۵۸	حاشیہ	ختم المہدی	ختم الہدی
۱۱	۱۸	بورپی	پوربی	۵۹	۴	رسیون کے	رسیون نے
۲۱	۵	بلا	بلد	"	۵	ان ہیں	نبی اور ساحر ہیں
۲۳	حاشیہ	تصرف	تصوف	۶۰	۱۵	موشش	ہوشش
۲۵	۱۶	مراۃ	مرآۃ	"	۱۶	بنن	تبتن
۲۶	۶	المکی	المکی نے	۶۴	۹	طرہ	طور
۲۹	۶	اور اس پر اتباع	اور اتباع	۶۵	۱۴	بلتنت	بلشت
"	۱۲	کرونگا	دونگا	"	۱۵	اقامت کی کی	اقامت کی
۳۰	۲	نبوں	نہوں	۶۷	۸	خد	خدا
"	۳	الوالالباب	الو الالباب	۶۹	۱۵	رالفقہ	رائفقہ
"	۱۲	و	او	۷۰	۱	کرئیں	کریں
"	۱۲	المجیم	الجحیم	۷۱	حاشیہ	الدنیہ	اللدنیہ
۳۸	۲	ریاتیں	سلطنتیں	۷۳	۳	لی	کی
۳۹	۲۱	برسول	رسول	"	۱۵	ہارگیر	بارگیر
۴۸	۲	الزید	الزہد	۷۶	۴	گمی	گئی
"	۵	غفاری	غفاریؓ	۷۷	۵	آپ	امام علیہ السلام
۵۱	۸	پاس	پاس	۷۸	۲۱	ہیں	ہیں نے
۵۳	۳	کے	سے	"	۱۹	حنین	جنین
"	۴	ثہایہ	نہایہ	۷۹	۹	دگفتند	گفتند
"	۱۳	خزانے کے خزانے	خزانے	۸۰	۲۱	ڈرانے والا	ڈرنے والا
۵۴	۲۰	دوتر	روز	۸۲	۶	نخوابید	نخوا ہید
"	۲۰	قران	قرآن	"	حاشیہ	لدنیہ	اللدنیہ
۵۵	۶	ہرج	حرج	۸۸	۲۱	سراج	سراج الابصار
۵۶	۹	مہدی	مہدی علیہ السلام	۹۳	۳	نہود	تہو
۵۷	۱۹	ایک لاکھ	ایک لاکھ چوبیس ہزار	"	۱۹	خضور	حضور
۵۸	۳	سند	سندھ	۹۵	۱	ہے	ہے جو

صفحہ "یز" شمارہ ۱۰۸ "حضرت مہدی علیہ السلام" کے بعد "سے" پڑھا جائے۔ مقدمہ صـ۲ سطر ۲ "ان" کی جگہ "آپ" پڑھا جائے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۹	۱۴	عام تھی	عام تھی اور ہے	۲۵۰	۱۳	ہوں	نہوں
۱۰۲	۲	چہارم	پنجم	۲۵۵	۲۰	درباب	ارباب
۱۱۱	۱	او	دو	۲۶۲	۱	ال	آل
۱۱۳	۱۳	۱۰۴۴ھ	۱۰۱۹ھ	۲۶۳	۳	مام	نام
۱۱۵	۲۱	نداہب	مذاہب	۲۶۵	۶	۸۲۸ھ	۸۰۸ھ
۱۲۴	۱۳	معہ	مع	۲۶۷	۱۶	قرنّ	قرن
۱۲۷	۹	برہان نظام شاہ	برہان نظام شاہ ثانی	〃	۱۹	قنبر	قبر
۱۳۹	۱۲	گورنر	حاکم	۲۸۰	۲۰	انتبا	انبا
۱۴۰	۸	معہ	مع	۲۸۹	۱۴	۸۲۸ھ	۸۰۸ھ
۱۴۳	۲۱	بیت	بت	۳۰۰	۱۸	جرتیح	جریج
۱۴۶	۲	پرہیزگاری کی توجیہ	سوال سے پرہیز کرنے کی توجیہ	۳۴۹	۱۵	قاری	علی قاری
۱۴۷	۲۱	اخرجتہ	اخوجتہ	۳۵۰	۴	جے	جمعے
۱۵۳	۱۷	المدینہ	المدینۃ	〃	۸	دہ	در
۱۵۵	۳	ماتہ	مایۃ	۳۵۳	حاشیہ	شمس الہدی	شمس الہدی ص ۲۵
۱۵۶	۶	رازین	رزین	〃	۱۷	دفعہ	دفع
〃	۹	قراۃ	قرأۃ	۳۵۷	۱۴	بکے	کے
〃	۱۹	سنتۃ	سنۃ	〃	حاشیہ	نمبر ۸۶	نمبر ۸۰۶
۱۶۰	۱۴	جمعےا	جمعے	۳۶۲	۷	عدل	عدل
۱۷۵	۸	معہ	مع	〃	۱۳	کرنا	کرتا
〃	۱۹	دوسرے	دوسری	〃	۱۸	با	یا
۱۷۶	۴	کو	جیسے علما کو	〃	حاشیہ	بدیۃ	ہدیۃ
〃	۱۳	"سوالع	سواطع	۳۶۳	۱۴	یابیتہ	یاتیہ
۱۸۳	۱۱	مداولت	مداومت	۳۶۷	۱۲	بیۃ	بہ
۱۸۷	۱	میقد	مقید	〃	۱۴	السئۃ	السیءۃ
۱۸۹	۲۰	ہے	سے	۳۷۲	۴	ھدثنا	حدثنا
۱۹۱	۲۱	تزکر	نذکر	۳۸۰	۱۶	کرتا	کرتا ہے
۲۰۰	۷	جوابوں	حوالوں	۳۸۴	۵	الحذیث	الحدیث
۲۱۱	۴	احیار	اخبار	۳۸۵	۱۹	رسامون	رسالوں
۲۲۸	۲۱	نشاۃ	شاہ	۳۸۶	۱۲	الملا	الی
۲۳۸	۲۰	ذکریا	زکریا	〃	۱۸	لدینۃ	للدینۃ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸۷	حاشیہ	ونس	یونس	۵۰۳	۷	ہنتق	ہبنق
۳۹۰	۴	ے	سے	۵۱۷	۱۱	نووی	نودی
۳۹۱	۱	آغا	آغاز	۵۲۴	۵	۱۱۸۸ھ	۱۱۸۸ھ
۳۹۷	۱۰	بالغات	باللغات	۵۳۳	۱۸	فردغ	فردع
۴۰۱	۱۹	بیتدع	مبتدع	۵۳۵	۱۴	ص۱۴	ص۱۷۴
۴۰۳	۱۱	ذلت	ذات	۵۳۶	۷	اخذکم	اجدکم
۴۱۳	۱۱	خلق	خلق حسن	〃	۱۳	ینغلبوا	یغلبوا
۴۲۶	۶	آبب	آپ	۵۳۷	۶	سی	سعی
۴۳۸	۳	للعبارۃ	العبارۃ	〃	۱۰	ینیک	یلمینگ
۴۴۹	۲۰	تذکرہ	تبصرہ	〃	۱۵	وون	دون
۴۵۴	۷	بالواسط	بالواسطہ			سراج الابصار	
۴۵۵	۱۷	مھدویہ	مھدویۃ	۷	۱۲	فرمایا	کہا
۴۵۸	۶	ہیم	ہم	۱۳	۲۱	تجوید	تجرید
۴۵۹	۱۹	فیض	بہرہ	۱۸	۱۰	بملکہ	بملکۃ
۴۶۰	۳	سلگانا	سلگاتا	〃	۱۲	بملکہ	بملکۃ
۴۶۸	۲۰	لانذاب	لانذاب	۱۹	۱۴	ان ہی	انہیں
۴۷۵	حاشیہ	بمدینۃ	بمدینۃ	۲۴	۱۷	بحزب	لحزب
۴۷۸	۱۲	تکبر	تکبیر	۲۶	۱	بحملہ	بجملہ
۴۸۱	حاشیہ	-	۱؎ مرقاۃ طبع مصر الجزء الخامس ص۱۵۸	۲۷	۴	والوں کو)	والوں کو) کافی ہے
				۳۱	حاشیہ	حاشہ	حاشیہ
۴۸۳	۸	بباب	بیاب	〃	۲۰	کی	کے
۴۸۴	۱۸	یخسون	یبخسون	۳۸	۱۲	خصوصا	خصوصاً
۴۸۹	۱۲	کیا	کہا	۴۰	۱۰	الاحادیت	الاحادیث
〃	۱۳	بینہ	بینہ	〃	۱۱	المفضلات	المعضلات
۴۹۲	۱۶	یورث	نورث	۴۷	۱۶	مختلف	مختلف فیہ
۴۹۴	۵	بچھڑنے	بچھڑنے	۵۰	۱۳	لانسان	لاناس
۴۹۵	۲۱	لقوم	بقوم	۵۱	۱۴	جو انہوں نے کسی سے فرمایا تھا	ہر آئینہ ہمارے زمانے میں
۴۹۸	۸	رسول	رسول ﷺ	۵۲	۱۵	نیقی	بیہقی
〃	۲۱	جہدویث	مہدویت	۵۷	حاشیہ	ہیں	ہیں
۵۰۰	۲۰	سیقیم	سقیم	۶۳	۱۸	دنیا دالا	دینے والا

۵۰ - ۱۶ - یقصرون - الخطبۃ — یقصرون الخطبۃ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۵	۷	لو	تو	۱۵۲	۱۶	خزانۃ	خزانۃ
″	۲۰	معتمد	قابل اعتماد	۱۵۳	۱	ہنبق	ہبنق
۶۶	۵	الآیۃ	الآیۃ	۱۵۸	۱۵	ایراد	ایراد
۶۷	۱۱	خثم	ختم	۱۶۴	۴	السیات	السیئات
۶۸	۲	فلیتبوءُ	فلیتبوأ	۱۶۸	۷	تحققۃ	محققۃ
۷۳	۱۹	ن	ان	۱۷۱	۱۶	بزدل الی آخرہ	ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۲۱۲ سطر ۱
۷۶	۱۰، ۱۴	فلیتبوءُ	فلیتبوأ	۱۷۲	۱۰	الظاہرۃ	الزاہرۃ
۷۸	۱۷	سارقۃ	سارقۃ	″	۱۷	لعالجھا	یعالجھا
۷۹	۵	ہالدین	بالدین	۱۷۷	۱۳	سے جو اخلاق الی آخرہ	جس سے اخلاق مذمومہ مراد ہے
۸۴	۴	تذکرہ	تذکرہ	″	۱۷	البنیین	النبیین
۸۵	۱۵	باقی	یاقی	۱۹۰	۳	پنال	بنال
۸۹	۱۳	ثلمۃ	ثلثۃ	″	۶	فلکذ لک	فکذلک
″	۱۶	ثلاثۃ	ثلثۃ	۱۹۵	۱۴	سارا کا سارا	سب کا سب
۹۱	حاشیہ	-	سنہ	۱۹۷	۱۱	قلب تک پہنچا دیا ہے	قلب پر نازل کیا ہے
۱۱۲	۶	الطین	البطن	۱۹۹	۷	اس طور	اسی طرح
۱۲۶	۹	البرواتیۃ	الروایۃ	۲۰۱	۱۷	قرانؐ	قرآنؐ
۱۳۲	۱۲	کبستہم	کنسبتہم	″	حاشیہ	قران	قرآن
۱۳۵	۲۰	دیے	دینے	۲۱۵	حاشیہ	شرخ	شرح
۱۳۶	۴	کریطۃ	کریطہ	۲۳۱	۱۶	بیہ	بیہ
۱۳۷	۶	ربطہ	ریطہ	۲۳۳	حاشیہ	ساتہیوں	ساتھیوں
۱۴۰	۹	الخبر	الخبر	۲۳۴	۸	یخلص	یخلص
۱۴۸	۱۶	الثانیث	التانیث	۲۳۵	۲۰	پہلی	پچھلی
۱۵۰	۱۰	تمقیلا	تمثیلا	۲۳۷	۲۱	ایا	ابا

صفحہ ۵۲۰ سطر ۱۳، "۳۷۵" کی جگہ "۲۷۵" پڑھا جائے۔

صفحہ ۲۹۱ سطر ۱۲، "احادیث کی جرح اور انکی تعدیل" کی جگہ "جرح اور تعدیل" پڑھا جائے۔

متن صفحہ ۳۴۷ سطر ۳، "انا من" کی جگہ "انا ومن" پڑھا جائے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱	۱۱	نے	ہی	۳۶۱	۹	ہوتے ہیں	ہوتے ہوئے
۲۸	۲	خلق	میں خلق	۴۷۶	۱۸	چھپایا تھا	چھپایا جانا
۱۰۶	۱۸	ساتھ	سات	۵۱۶	۱۲	کنزل	کنز